گلستانِ سعدی

ترجمہ

ڈاکٹر محمد عبداللطیف ایم۔اے۔ پی ایچ ڈی

گلستانِ سعدیؒ

ترجمہ

ڈاکٹر محمد عبداللطیف ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی

یکے از مطبوعات:

پیکیجز لمیٹڈ۔لاہور۔۳۰

اِنتساب

اُستادِ مُحترم خان انور سکندر خان کے نام
جنہوں نے
مجھے فارسی ادب سے روشناس کرایا

سید بابر علی

"عرضِ حالِ مؤلّف"

عزیزی سید بابر علی سلّمہٗ کی دیرینہ تمنا تھی کہ گلستان سعدی کا صحیح ترین متن اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا جائے۔ پہلے حصے سے تو مجھے کُلی اتفاق تھا مگر دوسرے حصہ کے لیے ہر چند انہیں اصرار تھا مگر مجھے ہمیشہ انکار۔ میں اس راہ کی دشواریوں سے کماحقہٗ آگاہ تھا۔ سب سے بڑی دشواری یہ کہ کتابِ مستطاب دشوار نہ تھی۔ اندازِ نگارش کس قدر سہل، سہلِ مُمتنع۔ شیخِ اجلّ کی اس مقبولِ خلائق اور شہرۂ آفاق کتاب کا ترجمہ مجھ ایسے کم استعداد کے بس کا روگ نہیں۔ ؎ "شعلہ سے بے محل ہے الجھنا شرار کا" مگر بالآخر ان کا اصرار میرے انکار پر غالب آیا۔

یوں تو ہمارے ہاں گلستان کے کئی ایڈیشن ہیں مگر صحیح متن والے نسخے کمیاب بلکہ نایاب ہیں لہٰذا شاہ صاحب کے ایما کے مطابق پہلا مرحلہ فارسی متن کا حتی الامکان صحیح ہونے کا تھا۔ اس سلسلہ میں ایران حاضر میں چھپنے والے تین چار مستند ترین ایڈیشنوں کو سامنے رکھ کر پوری چھان بین سے کام لیا، توازن و تقابل کے بعد صحیح ترین متن پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور یقیناً یہ اس کتاب کا امتیازی نشان ہوگا پھر حسبِ فرمائش دوسرے مرحلہ کی طرف قدم بڑھایا، یہاں قدم قدم پر دشواریاں تھیں تاہم قلم اٹھایا اور جیسے بن پڑا اسے نبھایا۔

گلستان سعدی کے امتیازی نشانات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے اپنی سی کوشش اور سعی ضرور کی ہے کہ سلاست، روانی اور ایجاز و اختصار کا دامن چھوٹنے نہ پائے مگر میں پھر کہوں گا اور مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں آخر ؎ کون لا سکتا ہے تابِ جلوۂ دیدار دوست، سعدی ایک نابغۂ روزگار تھا، گلستان اس کا شاہکار ہے جس کے تتبّع میں ایران کے کتنے ہی مایۂ ناز شاعروں اور ادیبوں نے قلم اٹھایا مگر کوئی اس کی گرد پا کو نہ پہنچ سکا۔ پھر خود اُردو زبان میں فارسی کی وسعت کہاں؟ لہٰذا اس کے ترجمہ کی خوبیوں سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہونے کا دعویٰ بھی شیخِ اجل جیسے نابغۂ روزگار ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ میرے لیے یہ ایک محترم عزیز کی فرمائش کی تکمیل اور شیخِ شیراز سے اپنے اظہارِ عقیدت کی اک عمدہ سبیل ضرور ہے۔

میں اس ترجمہ کے سلسلے میں اپنے محترم دوست پروفیسر مرزا محمد منور کا بیحد ممنون ہوں ان کی وساطت کے بغیر عربی تراجم میرے بس کا روگ نہ تھے۔ فارسی متن کے تراجم میں بھی انہوں نے جو مفید مطلب اور قیمتی مشورے دیئے وہ انہی کا حصہ تھا۔ میں خوب سمجھتا تھا کہ ان کی یہ رضا و رغبت فقط میری دوستی تک ہی محدود نہ تھی، یہاں خود ان کے ادبی ذوق کی تسکین اور صاحبِ گلستان سے عقیدت کے اظہار کا سامان بھی تھا۔

میرے محسن اور محترم دوست سید ذوالفقار علی شاہ صاحب مرحُوم اس کتاب کی تکمیل کے لیے کتنے بیتاب تھے، مگر خدائی فیصلے انسانی تمنّاؤں اور آرزوؤں کے پابند نہیں ہوتے۔ کتاب ہنوز کتابت کے ابتدائی مرحلوں میں تھی کہ وہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مطبوعاتِ پیکیجز کے سلسلہ میں ان کی ذات یقیناً روشنی کا اک مینار تھی۔

قارئین کی ضیافت طبع کے لیے یہ کوشش ناتمام حاضر ہے۔ جو صاحبِ ذوق حضرات حسن بیان و لطفِ زبان کے لحاظ سے اس مائدہ کی بے نمکی پر منہ بنائیں گے وہ یقیناً اپنے مذاقِ سلیم کا ثبوت دیں گے اور جو عفو و اغماض سے کام لیں گے وہ ایک خدائی صفت کا مظاہرہ کریں گے، بیشک ذوقِ سلیم اور عفو و اغماض دونو کردار انسانی کے محاسن گِنے جاتے ہیں لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ

ع اس میں اس میں بڑی تفاوت ہے۔

(ڈاکٹر) محمّد عبدُاللّطیف عفی عنہ

پرنٹرز: مکتبہ جدید پریس
۴ شارع فاطمہ جناح، لاہور

پیش لفظ

فارسی زبان جو صدیوں تک ہمارے اس برصغیر کی دفتری اور ثقافتی زبان رہی ہے، موجودہ صدی کے آغاز سے رو بہ زوال ہے۔ الناس علی الدین ملوکھم، وہ ذوق وشوق جو کبھی فارسی دانی اور فارسی آموزی کے لیے وقف ہوتا تھا پہلے انگریز حاکموں کی زبان پڑھنے پڑھانے پر صرف ہونے لگا اور اب عہدِ جدید کی بے یقینی اور بے مقصدی کے ماحول میں کہیں بھی پوری لگن سے صرف نہیں ہو رہا۔ لیکن فارسی ادب نے جو قابلِ قدر اثرات ہمارے معاشرے میں چھوڑے ہیں، ضروری ہے کہ ہم ان کے منابع اور اصول کی طرف رجوع ہوں اور اگر یہ مرحلہ زیادہ کٹھن نظر آئے تو پھر دوسرے درجے پر ہی سہی، اس ادب عالی کے مطالب ومفاہیم اپنی زبان میں جاننے کی کوشش کریں۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جس فارسی کتاب نے برصغیر کے اذہان کو بلا امتیاز مذہب وملت سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ سعدیؒ کی گلستان ہے۔ گلستان کے مضامین اخلاق عالیہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں لیکن پند ونصائح تو اور بھی کئی کتابوں کا موضوع ہیں۔ مثال کے طور پر کلیلہ ودمنہ، حکایاتِ لقمان اور بہارستانِ جامی۔ لیکن یہ کتابیں گلستان سعدی کا سواں حصہ بھی مقبول نہیں ہوئیں۔ اس کی وجہ سعدیؒ کے موضوعات کا تنوع اور اس کا طرزِ بیان ہے۔ وہ فقیروں کی بے نوائی سے بادشاہوں کی سیرت تک، اور جوانی کی مستیوں سے بڑھاپے کی بے چارگی تک کی ہڈبیتی اور جگ بیتی ہمیں سناتا ہے۔ اس کے بیان کی فصاحت وبلاغت، اس کا حسین پیرایہ اور لطفِ ادا ایک ایسی خداداد شے ہے جس سے دوسروں کو کم حصہ ملا ہے۔ اسی لطفِ بیان کا نتیجہ ہے کہ گلستان اگرچہ نثر کی کتاب ہے لیکن اس کے فقروں کے فقرے لوگوں کو شعروں کی طرح یاد ہیں۔ یہ نہیں کہ انہیں حفظ کرنے پر کسی کو مجبور کیا گیا ہو، یہ اعجاز سعدیؒ کی گفتگو کی شیرینی اور دل نشینی کا ہے کہ اس سے جو کچھ کان میں پڑتا ہے ذہن میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ غالباً قرآن اور حدیث کے بعد سب سے زیادہ فقرے گلستان ہی کے ہوں گے جو مہذب اور شائستہ حلقوں میں ضرب المثل بن گئے ہیں۔

پیکیجز کے ادارے کی یہ مستقل کوشش رہی ہے کہ ملک وملت کے ادبی شہ پاروں کو ان کی شان کے شایان طریق سے طبع اور شائع کرے تاکہ افرادِ قوم بالخصوص نوجوانوں کے اخلاق کی بہتر تعمیر ہو۔ گلستان سعدیؒ اس تعمیر کا ایک موثر ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اس وقت جب کہ فارسی بہت کم سمجھی جاتی ہے اُردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو ملک کے ہر مقام اور ہر طبقے میں لکھی پڑھی جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں محترم ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے کہ انہوں نے گلستان سعدیؒ کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نہ صرف تہران یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی اور فارسی کے عالم ہیں بلکہ اُردو زبان پر بھی پوری قدرت رکھتے ہیں۔ اُن کا یہ ترجمہ جو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے نہ صرف گلستان کے معانی کی صحت کا ضامن ہے بلکہ اپنی سلاست اور روانی کے باعث ملک کے ہر حلقے میں مقبول ہو گا۔

سید بابر علی

سید بابر علی

تعارف

دنیا کے اس بڑے حصے میں جو سقوط بغداد (۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء) کے بعد اسلامی تہذیب اور علوم و فنون کے زیر اثر رہا ہے۔ قرآن اور حدیث کو چھوڑ کر، شاید ہی کوئی کتاب اتنی پڑھی پڑھائی گئی ہو جتنی کہ گلستان سعدی۔ "پڑھائی گئی" اس لیے کہ وہ اپنی متعدد خوبیوں کے باعث ایک درسی کتاب بن گئی ہے جو ہمارے مدرسوں میں حرف شناسی کا مرحلہ طے کرتے ہی بچوں کو سبقاً سبقاً پڑھائی جانے لگتی ہے۔ اور "پڑھی گئی" اس لیے کہ برعکس دوسری کتابوں کے جن کا پڑھنا مدرسہ چھوڑنے پر ترک کر دیا جاتا ہے، وہ لوگ جنھوں نے فکر و فہم کے ساتھ جذب و کیف سے بھی بہرہ پایا ہے، گلستان کو تا حین حیات گاہے گاہے پڑھتے رہتے ہیں۔ شاید اس کے لیے "پڑھنے" کے لفظ کا استعمال ایک نیم سچائی ہو، کیونکہ گلستان کے مطالعے سے گزرنے والے ان لوگوں کو، جو اس کی بصیرتوں کے ساتھ اس کے حسن بیان سے بھی متاثر ہوتے ہیں، اس کے فقروں کے فقرے اور شعروں کے شعر ازبر یاد ہیں اور وہ روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات و حوادث پر تنقید کرتے وقت اکثر اُن کا سہارا لیتے ہیں۔ اور اگر کسی جگہ معاملات دین و دنیا کی بحث میں دو فریق اُلجھ رہے ہوں تو اُن میں سے جو گلستان کا کوئی فقرہ یا شعر اپنے حق میں لے آتا ہے، فیصلہ اُسی کے حق میں ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب جو سات صدیوں سے زیادہ عرصہ پہلے لکھی گئی تھی اور جسے ترکی سے لے کر بنگال تک بادشاہوں، شہزادوں اور ان کے اتالیقوں، وزیروں، قاضیوں، مفتیوں، صوفیوں اور عوام کی پشتہا پشت نے ذوق و شوق سے پڑھا ہے اور دل و جان سے محبت کی ہے، مناسب ہو گا اگر اس کا تفصیلی جائزہ لینے سے پہلے یہاں چند الفاظ اس کے مصنف کے بارے میں رقم ہوں۔

گلستان کے مصنّف کا نام مشرف الدین مصلح بن عبداللّٰہ شیرازی ہے، لیکن عوام الناس میں وہ اپنے تخلص یعنی سعدی سے مشہور ہیں۔ انہوں نے یہ تخلص اتابک فارس سعد بن ابی بکر بن سعد زنگی کی احسان مندی کے اظہار کے لیے، جو ان کا بہت قدردان تھا، اختیار کیا تھا۔

سعدیؒ کی پیدائش شیراز میں ہوئی لیکن ان کی ولادت کا سال یقین سے متعین نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اس پر سب تذکرہ نویس متفق ہیں کہ اُن کا انتقال ۶۹۱ھ میں ہوا جو سنہ عیسوی میں ۱۲۹۱/۹۲ کے برابر بنتا ہے۔ ۶۹۱ھ کی شہادت اس تاریخی شعر سے ملتی ہے جو کسی قریب العہد شاعر نے لکھا ہے:

یکی پرسید سال فوت گفتم　　　ز خاصان بُود ازان تاریخ شد "خاص"　　　(خاص = ۶۹۱)

چونکہ سعدیؒ کا سال ولادت متعین نہیں ہو سکا، اس لیے ان کی عمر کے اندازوں میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا

برٹینیکا کے مطابق اُن کی پیدائش ۵۸۰ھ/ ۱۱۸۴ء کے لگ بھگ ہوئی جس کے حساب سے اُن کی عمر ۱۰۷ھ/ ۱۱۱ء سال بنتی ہے اور بعض تذکروں کے مطابق تو انہوں نے ۱۲۰ سال عمر پائی ہے ۔ لیکن عصرِ حاضر کے محققین اسے قبول نہیں کرتے ۔ اُن کا کہنا ہے کہ تذکرہ نویسوں نے سعدیؒ کو لمبی عمر عطا کرنے میں بہت فیاضی بلکہ غلط بخشی سے کام لیا ہے ۔ چنانچہ استاد عبدالعظیم گورگانی استاد دانشگاہِ تہران اور عہد جدید کے دوسرے محققوں نے سعدیؒ کی تاریخ ولادت ۶۰۶ھ/ ۱۲۱۰ء لکھی ہے اور آجکل کے سب سے بڑے نقاد علامہ محمد قزوینی کی تحقیق یہ ہے کہ سعدیؒ ۶۱۰ھ/ ۱۲۱۴ء اور ۶۱۵ھ/ ۱۲۱۹ء کے درمیان پیدا ہوئے ۔ اس حساب سے اُن کی عمر ہجری کے اکیاسی سال سے زیادہ نہیں بنتی ۔

شیخ کے والد کا انتقال ان کے بچپن ہی میں ہوگیا تھا ۔ اُن کے والد کا ذکر تذکروں میں تو نہیں ملتا لیکن خود شیخ نے ان کا ذکر (" زعہد پدر یاد دارم بسے ") بعض جگہ کیا ہے ۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ والد نے ان کی تربیت میں خاصی کوششیں کی تھیں ۔ نماز ، تلاوت قرآن ، اور راتوں کا جاگنا انہوں نے والد ہی سے سیکھا ۔ والد کے انتقال کے بعد ان کی والدہ کم از کم ان کی جوانی کے وقت تک (" وقتی کہ از جہلِ جوانی بانگ بر مادر زدم ..... ") زندہ تھیں

شیخ نے ابتدائی تعلیم تو شیراز ہی میں حاصل کی کہ وہاں بہت سے اچھے مدرسے موجود تھے ۔ لیکن چونکہ بغداد کا مدرسۂ نظامیہ (جسے نظام الملک طوسی نے ۴۵۹ھ بمطابق ۱۰۶۷ء میں بنایا تھا) اُن دنوں اسلامی علوم کا مسلّمہ مرکز تھا ، اور وہاں کے فارغ التحصیل طلبا بلادِ اسلامیہ میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ، اسلیے شیخ نے بغداد کی خاطر شیراز کی سکونت ترک کردی معلوم نہیں شیخ نے کتنی مدت نظامیہ اور بغداد میں قیام کیا ۔ وہ مضمون جس میں انہوں نے یہاں تخصّص حاصل کیا خطابت و مذاکرہ تھا جسے اہلِ یونان سوفسطائت کہتے تھے ۔ اور جس کے بل پر قرونِ وسطیٰ میں شہر شہر گھومنے والے کلیسیائی طلبہ اپنے لیے مہمانداری حاصل کرلیا کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ شیخ نے دینیات ، سلوک اور ادب کا بھی مطالعہ کیا ، لیکن بظاہر انہیں علوم فلسفہ اور حکمت (ہندسہ اور سائنس وغیرہ) سے رغبت نہ تھی ۔ زمانۂ تعلیم کے بعد جب وہ سیر و سیاحت کی خاطر اجنبی ملکوں میں پھرتے پھراتے رہتے تھے تو ان کا ذریعہ معاش غالباً مجمعوں کے سامنے خطابت اور مذاکرہ ہوتا ہوگا ۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے مطابق شیخ کا زمانۂ سیر و سفر ۶۲۳ھ/ ۱۲۲۶ء سے ۶۵۴ھ/ ۱۲۵۶ء کا ہے ۔ اس سی سالہ مدت میں انہوں نے مغرب میں یورپ ، جنوب میں افریقہ اور مشرق میں ایشیا کے بہت سے بلاد و ممالک کا سفر کیا ۔ ان کی اپنی تصانیف اور دوسرے ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اقصائے رُوم ، المانیہ ، طرابلس ، مصر ، حبشہ ، عرب ، عراق ، تاتار ، ترکستان ، کاشغر اور ہندوستان وغیرہ جیسے ملکوں اور متعدد سمندروں ، مثلاً بحیرۂ روم ، بحیرۂ قلزم اور بحرِ ہند وغیرہ کی ایک قلندرانہ انداز میں سیاحت کی ہے ۔ اور چودہ مرتبہ کے پاپیادہ حج اس کے علاوہ ہیں ۔

ان کی عظمت کا شہرہ سُن کر سلطان غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ/ ۱۲۶۶ء ــــ ۶۸۶ھ/ ۱۲۸۷ء) کے فرزند شہزادہ محمد

ناظم ملتان نے انہیں شیراز سے ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی شہزادہ محمد وہی شہزادہ ہے جو ہندوستان کی اسلامی سلطنت کے دفاع میں تاتاری کفار سے جہاد کرتا ہوا شہید ہوا اور جس کے مصاحبوں میں حضرت امیر خسروؒ ایسے نابغۂ روزگار شاعر اور موسیقار ہوتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سعدیؒ ضعیف العمری کے باعث خود تو ہندوستان نہیں آسکے لیکن انہوں نے اپنی تصانیف میں سے گلستان اور بوستان کا ایک ایک نسخہ شہزادہ محمد کو بھجوایا اور ساتھ ہی امیر خسروؒ کے اشعار کی تعریف بھی کی۔

زمانۂ سیاحت میں ایک مرتبہ شیخ ارضِ فلسطین میں افرنگ کے صلیبی حملہ آوروں کے ہاتھ قید ہو گئے۔ وہ خود بتاتے ہیں کہ اس قید سے انہیں حلب کے ایک مسلمان رئیس نے فدیہ دے کر چھڑایا اور پھر اپنی بیٹی سے ان کا نکاح کر دیا۔ یہ عورت بڑی بدمزاج نکلی اور شیخ کو اس سے بھاگتے ہی بنی۔ ایک اور شادی انہوں نے یمن میں کی جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جو بچپن ہی میں انہیں داغ جدائی دے گیا۔ ان دو مختصر عہد کی شادیوں کے علاوہ ہمیں ان کی متاہل زندگی کے متعلق کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ بظاہر انہوں نے اپنی طویل زندگی کا بڑا حصہ تجرّد ہی میں گزارا ہے۔

شیخ نے جب شیراز چھوڑا تھا تو اس وقت وہاں سعد زنگی کی حکومت تھی۔ سعد زنگی ایک اولوالعزم فاتح ضرور تھا جو دور دراز کے علاقوں پر لشکر کشی میں سرگرم رہتا تھا مگر اس کے پیچھے اس کا اپنا شہر شیراز بدامنی کا شکار ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن سعد زنگی کے فرزند ابوبکر سعد کے دور میں (۶۲۳ھ - ۶۵۸ھ / ۱۲۲۶ء - ۱۲۶۰ء) جب شیراز ایک امن امان کی نگری بن چکا تھا تو شیخ کو وطن کی محبت وہاں واپس لے آئی۔ دیکھیے شیخ کی اپنی شہادت :

چو باز آمدم کِشور آسودہ دیدم   پلنگاں رہا کردہ خوئے پلنگی

ابوبکر سعد کی خوبیوں کے باوجود شیخ اس کے دربار میں کم ہی جاتے۔ البتہ اس کے بیٹے سعد بن ابوبکر سے انہیں واقعی ارادت تھی اور اسی کا اثر تھا کہ انہوں نے گلستان کا انتساب اس کے نام کیا ہے۔

اسی زمانے (۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء) میں تاتاریوں نے ہلاکو خان کی سرکردگی میں بغداد پر حملہ کر کے خلیفہ مستعصم باللہ اور خلافتِ عباسیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ اگرچہ مُستعصم ذاتی طور پر اس لائق نہ تھا کہ کوئی اس کا مرثیہ لکھے لیکن بہرحال وہ خلافتِ اسلامیہ کا، جو دنیا کے تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی، نمائندہ تھا۔ غالباً اسی باعث سعدیؒ نے مستعصم کا وہ مرثیہ لکھا ہے جو آج تک ہمارے ادب میں ایک مقام رکھتا ہے :

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمین   بر زوالِ مُلکِ مُستعصم امیرالمومنین
اے محمدؐ گر قیامت سر بروں آری ز خاک   سر بروں آر و قیامت درمیانِ خلق بین
نازنینانِ حرم را موجِ خونِ بے دریغ   ز آستاں بگذشت، و ما را خون دل از آستین

شیخ نے اپنے زمانۂ سیاحت کے بعض "واقعات و سوانح" کا ذکر گلستان اور بوستان میں خود کیا ہے، اس لیے ہم انہیں جھٹلا

تو نہیں سکتے لیکن سوچنے والی بات یہ ہے کہ وہ کس حد تک سچ ہیں اور کس حد تک شاعرانہ تخیل کا اثر۔ ان کے ذکر سے شیخ کا مقصد کسی بات کا بطور واقعہ بیان کرنا کم ہے اور اس سے کوئی اخلاقی سبق اخذ کرنا زیادہ۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آپ بیتی میں تخیل بھی کارفرما ہے۔ مثال کے طور پر بوستان کی سومنات والی کہانی میں حقیقت اور تخیل باہم خلط ملط دکھائی دیتے ہیں۔ اور آنکھوں دیکھی میں کانوں سنی بھی شامل معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح ضروری نہیں کہ کوفے کی جامع مسجد میں ایک بے پاؤں کے شخص کو عین اس وقت ہی دیکھا ہو جب ان کے اپنے دل میں مفلسی سے ننگے پاؤں ہونے کی شکایت اُبھر رہی تھی اور ان کا کسی جنگل میں ایک چیتے سوار شخص کو دیکھنا تو مشکل سے ہی کسی کو باور ہو گا۔ "جہاندیدہ" لوگوں کی مبالغہ آرائی کے متعلق خود شیخ کا اپنا قول ضرب المثل کے طور پر مشہور ہے۔ اس لیے تعجب نہیں کہ کہیں کہیں انہوں نے واقعے کے ساتھ تخیل کی بھی آمیزش کر دی ہے۔

قدیم کتابوں میں تحریف اکثر راہ پا جاتی ہے، لیکن خوش قسمتی سے شیخ کی تصانیف ان کی وفات سے چالیس سال کے اندر ہی علی ابن احمد ابوبکر بیستون نے محفوظ کر لیں اور یہی شیخ کے جدید نسخوں کا ماخذ ہیں۔ اس لیے ہمیں اطمینان ہے کہ آجکل جو کچھ ہم شیخ کے کلام کے طور پر پڑھتے ہیں وہ یقیناً انہی کا ہے اور اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوئی۔

شیخ نے زندگی کے آخری پینتیس چالیس سال شیراز میں گزارے۔ یہ زمانہ ان کی تصنیف و تالیف اور لوگوں کو صوفیانہ رشد و ہدایت کی راہ پر ڈالنے کا ہے۔ شاہان وقت، وہ مسلمان تھے یا تاتاری کافر، ان کی عظمت کے قائل تھے اور شیخ بھی انہیں عدل و انصاف اور رحمدلی کی نصیحت کرنے میں بے باک تھے۔ حق یہ ہے کہ سعدی جیسی جامع الصفات شخصیتیں دنیا میں کم پیدا ہوئی ہیں۔ وہ بیک وقت شاعر، صوفی اور مجاہد تھے۔ ایک دنیا نے ان کے شعر و تصوف سے فیض پایا ہے اور آج بھی پا رہی ہے۔

شیخ سعدیؒ نے ستمبر ۱۲۹۲ء میں شیراز ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں ان کا مزار بنا۔ یہ مزار شہر کے مشرقی جانب خواجہ حافظ کے مزار سے زیادہ دور نہیں۔ پچھلی صدی تک یہ بہت شکستہ حالت میں تھا لیکن پہلوی دور میں اس کی دوبارہ تعمیر کی گئی اور اب یہ شہر کی ایک مقبول زیارت گاہ بن گیا ہے۔

گلستان کی قدر و منزلت کا اندازہ ہم ملک الشعرا بہار (وفات: ۱۹۵۱ء) کی اس تعریف سے بہتر نہیں کر سکتے جو ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔

بہار اپنی تصنیف "سبک شناسی" میں لکھتے ہیں کہ "سعدیؒ کے ہنر اور شخصیت کا صحیح اندازہ گلستان ہی سے ہوتا ہے۔ یہ چھوٹی ضخامت اور بڑی قدر و قیمت والی کتاب اگر ہمارے سامنے نہ ہوتی تو سعدیؒ کی شخصیت اور مقام کا دو تہائی حصہ ہم سے چھپا رہتا، اور فارسی نثر ایک پُربہار اور عظیم شاہکار سے محروم رہ جاتی۔ یہ اس لیے کہ گلستان جیسی کتاب نہ گذشتہ زمانے میں کبھی لکھی گئی اور نہ آئندہ زمانے میں ہمیں اس کی نظیر کے پیدا ہونے کا کوئی امکان نظر آتا ہے"۔

گلستان جو سقوط بغداد کے وقت یعنی ۱۲۵۸ء میں شیراز میں لکھی گئی، مضمون کے اعتبار سے حسن اخلاق اور حسن معاشرت

کے سبق سکھانے والی کتاب ہے، اور باعتبارِ ہیئت وہ ایسی نثر پر مشتمل ہے جس میں جگہ جگہ مضمون کے اثر کو گہرا کرنے کے لیے اشعار سے مدد لی گئی ہے۔ انسانی تمدّن کی ابتدا سے لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ معاشرے کو قائم و دائم رکھنے کے لیے اخلاق اور آدابِ معاشرت بچپن ہی کی عمر سے سکھانے ضروری ہیں۔ اس عمر میں عقل اتنی پختہ تو نہیں ہوتی کہ بچے اُن چھوٹی چھوٹی قربانیوں کی کُنہ کو، جو کسی معاشرے میں فرد کو کرنی لازم ہوتی ہیں، سمجھ سکیں۔ لیکن ان کے دل میں بڑوں کے قول کو سچا مان لینے اور اس پر بے دلیل عمل کرنے کا ایک طبعی میلان ہوتا ہے۔ پھر اس عہد میں قوائے حافظہ بھی بہت قوی ہوتے ہیں؛ انہیں ایسی باتیں بھی یاد رہ جاتی ہیں جو ابھی انہیں پوری طرح سمجھ نہ آئی ہوں۔ گلستان کا ایک امتیاز یہ ہے کہ وہ اخلاقی سبق مختصر کہانیوں کے پیرائے میں سکھاتی ہے جو بچوں کو طبعاً مرغوب ہوتی ہیں۔ اس کی عبارت کے فقرے چھوٹے چھوٹے اور مُقفّٰی ہیں اور اکثر اپنے وزن میں شعر یا شعر کے قریب ہوتے ہیں اور اپنے اس وصف کی بدولت یادداشت میں کھُب جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دورۂ گلستان سے گزرنے والے بچوں کو جوان بلکہ بوڑھے ہو کر بھی اس کے فقروں کے فقرے حفظ ہوتے ہیں اور وہ اکثر اپنی گفتگو کو ان کے سہارے مستند اور پُرلطف بناتے ہیں۔ قرآن شریف کی ابتدائی سورتوں میں بھی اسی قسم کی خوبی تھی جس نے پہلے پہل اپنے سننے والے عربوں کے ذہن میں جگہ بنالی تھی۔ ایک دفعہ وہ ان مختصر سورتوں کی آیتیں سُن لیتے تو یہ اُن کے حافظے میں کھُب جاتیں۔ پھر جب وہ تنہائی میں بیٹھتے تو یہ ان کے ذہن سے دل پر نازل ہونے لگتیں اور وہ ان کے پیغام پر ایمان لانے لگتے۔

فارسی میں ایسی کتابیں جنہیں اپنی صورت اور مافیہ سے گلستان کا پیشرو کہا جاسکے ایک دو سے زیادہ نہیں۔ ایک ان میں سے مقاماتِ حمیدی ہے جس میں خیالی اور بعید از عقل قصے انتہا درجے کی تکلف اور تصنّع والی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ دوسری قابوس نامہ ہے جس میں آدابِ معاشرت سادہ کھُری زبان میں بیان ہوئے ہیں۔ دونوں کتابوں کا مجموعی تاثر بے لذتی اور پھیکا پن ہے۔ جب کوئی انہیں بغیر بور ہوئے پڑھ ہی نہیں سکتا تو پھر ان کا اثر اخلاق اور عمل پر کیا ہوگا۔ اس لیے وہ معناً گلستان کی پیشرو نہیں ہیں۔ ہاں قدیم عربی میں مقاماتِ حریری، انشاء جاحظ اور کلیلہ و دمنہ ایسی تصانیف ہیں جو اپنے موضوعات یا اپنے اسلوبِ نگارش میں گلستان سے ایک حد تک مماثل ہیں، لیکن ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے گلستان کو براہِ راست متاثر نہیں کیا۔

سعدیؒ بہت سی کتابوں کے مُصنّف ہیں لیکن ان میں سے تین کتابیں ہمارے اس برصغیر میں ہر دل عزیز ہوئی ہیں اور زیادہ پڑھی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک اُن کا دیوانِ غزلیات ہے۔ اگرچہ سعدیؒ غزل کے پیمبر تک کہلائے ہیں لیکن خواجہ حافظؒ کی غزل اس میدان میں ان سے سبقت لے گئی۔ دوسری کتاب ان کی بوستان ہے جس میں اخلاق آموز کہانیاں نظم کی گئی ہیں لیکن مثنوی مولانا روم کی منظوم اخلاقی کہانیوں کے سامنے اس کا چراغ ماند ہے۔ ہاں گلستان نثر کا وہ بے مثل صحیفہ ہے جس کے حریف تو کئی ہوئے لیکن کوئی اسے چھو تک نہیں سکا۔ یہ کتاب لاثانی کیوں رہی؟ اس کی وجہ سمجھنے کے لیے گلستان کے مافیہ اور اس کی ہیئت کو ذرا تفصیل سے دیکھنا ہوگا۔

جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے گلستان کا مافیہ انسانی کاروبار کے مشاہدوں اور ان سے اخلاقی نتائج اخذ کرنے پر مشتمل ہے۔ حیاتِ انسانی کا شاید ہی کوئی پہلو ایسا ہوگا جسے اخلاقی نقطۂ نگاہ سے غیر متعلق کہا جا سکے۔ چنانچہ سعدیؒ نے بھی گلستان کو ایسے ابواب میں تقسیم کر دیا ہے جو زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اخلاقی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ان ابواب کی تعداد آٹھ ہے اور ان کے عنوان حسب ذیل ہیں :

(۱) سیرتِ پادشاہاں ۲ اخلاقِ درویشاں ۳ فضیلتِ قناعت ۴ فوائدِ خاموشی ۵ عشق و جوانی ۶ ضُعفِ پیری ۷ تاثیرِ تربیت ۸ آدابِ صحبت ۔ ان ابواب کے علاوہ کتاب کے آخر میں ایک مکالمہ ہے جس کا عنوان "جدل سعدی با مدعی" ہے۔

گلستان کے اخلاقی پند و نصائح کو واضح کرنے کے لیے سعدی نے جو حکایتیں پیش کی ہیں ان کی ایک قدرِ مشترک معنی خیز ہے۔ وہ یہ کہ سوائے ایک دو کے کوئی حکایت بھی قاری کے سامنے خرقِ عادت سوانح پیش نہیں کرتی۔ اس زمانے کے ذوق اور مزاج کو دیکھتے ہوئے جب کہ طلسمات اور عجائبات کے بغیر کوئی قصہ سُنا ہی نہ جاتا تھا خرقِ عادت باتوں کے بیان سے پرے رہنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شیخ جو کچھ بیان فرماتے ہیں وہ ان کا اپنا ذاتی مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ یا پھر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ شیخ کا مزاج اس درجہ حقیقت پسندانہ تھا کہ اگر انہوں نے کبھی جہاں دیدہ لوگوں سے طلسماتی وارداتیں سنی بھی تھیں تو انہوں نے ان کے بیان اور ان سے اخذِ نتائج (وہ نتائج کتنے بھی عمدہ کیوں نہ تھے) احتراز کیا ہے اور انہیں مردُود سمجھا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ شیخ کا زاویۂ نگاہ بالعموم سائنٹفک اور ماڈرن ہے۔ ان کا یہ میلانِ طبع گلستان کے خاتمے پر آنے والے مضمون "جدل سعدی با مدعی" میں خصوصاً واضح ہے۔ اس زمانے میں جب کہ روایتی اخلاق میں ترکِ لذات، بے عملی اور رُہبانیت ایک فیشن ایبل چیز بن گئی تھی (عمل چاہے لوگوں کا حُبِّ مال پر مبنی ہوتا لیکن منہ سے وہ ترکِ دنیا ہی کی تعریف کیا کرتے تھے) سعدیؒ کا یہ کہنا اور اس کے لیے دلیل لانا کہ محنت سے مال پیدا کرنا اور اسے صحیح طریقے پر خرچ کرنا بہترِ اخلاق ہے، اس کی حق شناسی اور حق گوئی کی دلیل ہے' اور حق تو یہ ہے کہ صاحبِ گلستان اپنی بے باک حق گوئی کے لیے اپنے معاصروں میں ممتاز ہے۔

گلستان کی خوبصورتی اور افادیت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ اس کی تدوین کے وقت سے آج تک ہر زمانے اور ہر دَور میں، باوجود معاشرتی بدامنیوں، سیاسی انقلابوں اور خونریز جنگوں کے، وہ پہلے بذریعہ کتابت اور پھر مشینی طباعت سے بار بار شائع ہوتی رہی۔ اور یہ صرف حلقۂ اہل زبان ہی میں نہیں ہوا، بلکہ متعدد غیر زبان والوں نے بھی اس کے متن اور ترجمے شائع کیے۔ عرب اور تُرک تو خیر اسلامی ثقافت کے ناتے شروع ہی میں گلستان سے شناسا ہو چکے تھے لیکن افرنگ تک سترھویں صدی میں گلستان سے متعارف ہو گیا تھا۔ جب ان ملکوں کے اہل علم و بصیرت کی نظر اس پر پڑی اور انہوں نے اسے ایک گوہرِ گرانمایہ پایا تو اس کی روشنی کے پھیلانے کے لیے انہوں نے اپنی اپنی زبان میں اس کے ترجمے کیے۔ اس کے چند ٹکڑوں کا عربی میں ترجمہ تو خود سعدیؒ کے ایک معصر

ادیب، علامہ فضل اللہ شیرازی نے کر ڈالا تھا، لیکن تھوڑی مدت کے بعد دوسرے اہلِ قلم نے پوری گلستان کا ترجمہ عربی میں کر دیا جو بلادِ عرب و شام و مصر میں متداول رہا۔

قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی علمی اور ثقافتی زبان لاطینی ہوتی تھی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یورپین اقوام میں فارسی ادب سے دلچسپی پیدا ہوئی تو ۱۶۵۱ء میں گلستان کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا۔ پھر فرانسیسی میں ۱۷۰۴ء سے ۱۹۱۳ء تک اور جرمن میں ۱۶۵۴ء سے ۱۸۹۹ء تک اس کے چند در چند ترجمے شائع ہوئے۔ دیگر تراجم رومانوی، پولستانی اور اطالوی زبانوں میں انیسویں صدی میں کیے گئے۔ انگریز ادیبوں نے گلستان کے کئی انگریزی ترجمے ۱۷۷۴ء سے ۱۸۹۹ء تک کیے جو ہمارے یہاں کی مختلف لائبریریوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہندوستان کی حیثیت الگ ہے کہ یہاں تو صدیوں تک فارسی سرکاری زبان رہی جسے گلستان کے دورے سے گزرے بغیر سیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیے مقامی زبانوں میں گلستان کا ترجمہ ہونا وقت کا ایک لازمی تقاضا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندی، بنگالی اور گجراتی وغیرہ میں گلستان کے کئی ترجمے شائع ہوئے۔ پھر اردو کا تو فارسی سے بہت ہی نزدیکی رشتہ ہے۔ اس لیے اردو میں بھی گلستان کے کئی ترجمے ہوئے۔ غالباً پہلا ترجمہ ۱۸۰۴ء میں میر شیر علی افسوس نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے لیے کیا۔ لیکن پونے دو سو برس پہلے کی اردو ایسی منجھی ہوئی نہ تھی اس لیے یہ ترجمہ آج کے اردو خواں کے ذوق پہ گراں گزرتا ہے۔ افسوس کا ترجمہ اب سوائے زبان کی تحقیق کرنے والے طالب علم کے کوئی نہیں پڑھتا۔

گلستان کی ہر دلعزیزی دیکھ کر دوسرے ایرانی ادیبوں نے بھی اخلاق آموز کہانیوں کی کتابیں تدوین کی ہیں۔ مثال کے طور پر مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے "بہارستان" اور مجدالدین خوافی نے "خارستان" لکھی۔ لیکن ان میں سے کسی کو وہ مقبولیت حاصل نہیں ہو سکی جو گلستان کے حصے میں آئی ہے۔ جیسا کہ قبلاً عرض کیا گیا پند و نصائح کی دلنشینی مجرد ان کے بیان سے نہیں بلکہ اس وقت پیدا ہوئی ہے جب ان کا مافیہ بیان کے اسلوب کی خوبصورتی سے واصل اور ہم آہنگ ہو۔ اسلوبِ بیان کی خوبصورتی کئی طرح پیدا ہوتی ہے جن کی کچھ مثالیں گلستان کی عبارتوں سے یہاں دی جاتی ہیں۔

آج تک کسی نے شکایت نہیں کی ہوگی کہ میں گلستان کے پڑھنے سے بور ہوا ہوں۔ وجہ یہ کہ گلستان کی تحریر عام طور پر ایسی شگفتہ اور شوخ ہے کہ اکتاہٹ پڑھنے والے کے نزدیک نہیں آتی۔ ظاہر ہے کہ یہ خوبی آسمان سے تو نہیں اتری۔ ضرور مصنف نے لکھتے وقت اپنی تحریر میں ایک عام قاری کی طبیعت کا لحاظ رکھا ہے تو یہ چیز پیدا ہوئی ہے۔ عوام کا لحاظ بھی گلستان کی عظمت کی ایک وجہ ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ گلستان کے فقرے سادہ اور چھوٹے چھوٹے ہیں؛ طویل اور پیچ در پیچ نہیں۔ پھر جہاں بھی نثر چند سطروں سے تجاوز کرنے لگتی ہے، وہیں کچھ ہم مضمون اشعار آئے جاتے جو یکسانیت کے دور کرنے والے اور مضمون کے اثر کو گہرا کرنے والے ہوتے ہیں۔

آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ اکثر فقروں میں کوئی ایسا لفظ ہوتا ہے جو مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور جسے کلیدی لفظ کہا جا سکتا ہے۔ اگر لکھنے والا کسی طریقے سے اس لفظ پر زیادہ زور ڈال سکے تو اظہار زیادہ موثر ہو جاتا ہے۔ گلستان میں ایک حکایت ہے کہ چند لوگ کشتیوں میں سفر کر رہے تھے کہ ایک کشتی اُلٹ گئی اور اس میں سوار دو بھائی دریا میں ڈوبنے لگے۔ دوسری کشتی سے ایک اہلِ ہمت شخص نے ملاّح سے کہا کہ انہیں ڈوبنے سے بچاؤ، میں انعام دوں گا۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ گلستان نے اُس شخص کے منہ سے ملاّح کو یہ نہیں کہلوایا جو عام طریقہ ہوتا کہ "این ہر دوان را بگیر ...." بلکہ گرفتن کے فعل کو تقدم دے کر فقرے میں زور اور اثر پیدا کیا ہے۔ اور کہا ہے "بگیر این ہر دوان را ...." اس قسم کی مثالیں اور بھی بہت دی جا سکتی ہیں لیکن اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

سعدیؔ فطرتاً طبعِ موزون رکھتا ہے۔ گلستان کی نثر میں سے ٹکڑوں کے ٹکڑے ایسے اُٹھائے جا سکتے ہیں جو نظرِ ثانی پر مکمل مصرعے نظر آئیں گے۔ پہلی نظر میں اس خوبی کا احساس نہیں ہوتا اور نہ انہیں لکھنے والے کا منشا یہ ہو گا کہ اس کی نثر میں نظم کے ٹکڑے جمع ہو جائیں۔ تاہم اس سے نثر میں ایک موسیقی جیسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو قاری کی طبیعت کو لاشعوری طور پر متاثر کرتی چلی جاتی ہے۔ ایک مثال دیکھیے: "شبی یاد دارم کہ یارِ عزیز از در درآمد۔ چنان بیخود از جائے برخاستم کہ چراغم بآستین کشتہ شد...." اس تحریر میں یہ ٹکڑا "شبی یاد دارم کہ یارِ عزیز" ایک پورا مصرعہ موزون ہے۔ اسی طرح "چنان بیخود از جائے برخاستم" بھی ایک مکمل اور پہلے کا ہموزن مصرعہ ہے۔ اور سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ رواں پڑھتے وقت قاری یہ محسوس نہیں کرتا کہ یہاں کوئی صنعت استعمال ہوئی ہے۔

گلستان میں آپ جگہ جگہ ایک فقرے کے اندر ایسے مسجع، متوازی اور متوازن جملے پائیں گے جو لطف پیدا کرنے والے اور اثر کے گہرا کرنے والے ہوں گے۔ مثال کے لیے دیکھیے یہ فقرہ: "یاد دارم کہ در ایّامِ جوانی گذر داشتم بکوی و نظر باروی ...." جس میں "گذر داشتم بکوی" اور "نظر باروی" دو ہم قافیہ جملے کس طرح متصل آکر ایک دوسرے کے معنی کو تقویت دیتے ہیں۔ اور انتہا درجہ لُطف پیدا کرتے ہیں

کئی جگہ گلستان کی تحریر ایسے ایجاز و اختصار سے کام لیتی ہے کہ اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ مثال کے طور پر دیکھیے کہ اس فقرے میں فعل کے حذف سے جو ایجاز و اختصار پیدا ہوا ہے کتنا پُر لطف ہے: "آزردنِ دوستان جہل است وکفارتِ یمین سہل، وخلافِ راہِ صواب است .... ذوالفقارِ علی در نیام و زبانِ سعدی در کام" یہاں "در نیام بودن" اور "در کام بودن" کی جگہ صرف "در نیام" اور "در کام" لایا گیا ہے اور اس سے کتنا لطف پیدا ہوا ہے۔

آپ ساری گلستان پڑھ جائیں آپ اس میں نہ کہیں طُولِ کلام دیکھیں گے، نہ مُغلق اور مشکل الفاظ پائیں گے نہ ژولیدہ اور پریشان تحریر اور نہ کوئی ایسے لفظ آپ کو ملیں گے جو ناپاکیزہ ہوں یا ذوقِ لطیف پر گراں گزریں۔ شروع سے آخر تک ایک نہایت لطیف اور پاکیزہ نثر رواں دواں ہے جو قلب و ذہن کو مسحور کرتی چلی جاتی ہے۔ الغرض یہ کتاب اسلامی ثقافت اور اخلاق و تہذیب

کی ایک بہترین نمائندہ ہے۔

ہمیں ڈاکٹر محمد عبداللطیف صاحب کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے کہ انہوں نے گلستان کا یہ اُردو ترجمہ کر کے ہماری نئی نسل کو اسلامی اخلاق و ثقافت کی خوبصورتی سے شناسا کیا ہے۔ یہ بتانے کی حاجت نہیں کہ اب فارسی کا رواج کم رہ گیا ہے اور آگے چل کر غالباً اور بھی کم ہو جائے گا۔ اس لیے گلستان کی فارسی کو اُردو کا جامہ پہنانا وقت کی ایک بڑی ضرورت تھی جسے ڈاکٹر صاحب نے بطریقِ احسن پورا کیا ہے۔ وہ ہمارے شکریے کے مستحق ہیں، اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

(ڈاکٹر) سیّد نذیر احمد

گلستانِ سعدی

بسم الله الرحمن الرحیم

منت خدای را عزّوجلّ، که طاعتش موجب قربتست و بشکر اندرش مزید نعمت، هر نفسی که فرو میرود ممدّ حیاتست و چون برمی‌آید مفرّح ذات، پس در هر نفسی دو نعمت موجود است و بر هر نعمتی شکری واجب؛

از دست و زبان که برآید   کز عهدهٔ شکرش بدر آید

اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُکْراً وَقَلِیلٌ مِنْ عِبَادِیَ الشَّکُورُ

بنده همان به که ز تقصیر خویش   عذر بدرگاهِ خدا آورد
ورنه سزاوارِ خداوندیش   کس نتواند که بجا آورد

باران رحمت بی حسابش همه را رسیده و خوانِ نعمت بیدریغش همه جا کشیده، پردهٔ ناموس بندگان بگناه فاحش ندرد و وظیفهٔ روزی خواران بخطای منکر نبرد.

ای کریمی که از خزانهٔ غیب   گبر و ترسا وظیفه خور داری
دوستان را کجا کنی محروم   تو که با دشمنان نظر داری

فرّاش بادِ صبا را گفته تا فرش زمرّدین بگسترد و دایهٔ ابر بهاری را فرموده تا بنات نبات را در مهد زمین بپرورد، درختان را بخلعت نوروزی قبای سبز ورق در بر گرفته و اطفال شاخ را بقدوم موسم ربیع کلاه شکوفه بر سر نهاده عصارهٔ تاکی بقدرت او شهد فائق شده و تخم خرمائی بتربیتش نخل باسق گشته.

ابر و باد و مه و خورشید و فلک در کاراند   تا تو نانی بکف آری و بغفلت نخوری
همه از بهر تو سرگشته و فرمانبردار   شرط انصاف نباشد که تو فرمان نبری

در خبر است از سرورِ کائنات و مفخرِ موجودات و رحمتِ عالمیان و صفوتِ آدمیان و تتمّهٔ دور زمان محمّد مصطفی صلعم

شَفِیعٌ مُطَاعٌ نَبِیٌّ کَرِیمٌ   قَسِیمٌ جَسِیمٌ نَسِیمٌ وَسِیمٌ
چه غم دیوار امّت را که دارد چون تو پشتیبان؟   چه باک از موج بحر آنرا که باشد نوح کشتیبان؟
بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِهِ   کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِهِ
حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِهِ   صَلُّوا عَلَیْهِ وَآلِهِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدای بزرگ وبرتر کا ہزار احسان، کہ جس کی اطاعت اس کے قرب کی نشانی اور جس کے شکر بجالانے میں نعمتوں کی فراوانی ہے، ہر سانس جو اندر جاتا ہے زندگی بخش ہے اور جب باہر آتا ہے تو فرحت بخش، پس ہر ایک سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت کے لیے اس کا شکر واجب۔

اس کی نعمتوں کا شکر کن ہاتھوں سے ادا ہو اور کس زبان سے بیان کس کے ہاتھوں میں اتنی توانائی اور زبان میں گویائی۔

اے آلِ داؤد، خدا کا شکر بجالاؤ اس لیے کہ میرے تھوڑے بندے ہی شکر بجالاتے ہیں۔

انسان وہی بھلا جو اپنی خطا پر خدا سے معذرت چاہے

وگرنہ یہ تو ممکن نہیں کہ کوئی اس کی نعمتوں کا شکر کما حقہٗ بجالائے۔

اُس کی بے حساب رحمتوں کی بارش سب پر برس رہی ہے اور اس کی بے دریغ نعمتوں کا دسترخوان ہر سو بچھا ہوا ہے، نہ کبیرہ گناہوں پر گناہگاروں کی عزت کا پردہ چاک کرتا ہے اور نہ سرکشی پر سرکشوں کی روزی قرق !!

اے مولا کریم تیرے خزانۂ غیب سے گبر و ترسا تک کا وظیفہ بحال ہے۔

جب دشمنوں پر یہ نظرِ عنایت تو دوستوں کو بھلا کیونکر محروم رکھے گا۔

بادِ صبا کے فراش کو حکم دیا کہ سبزے کا فرش بچھائے، اور ابرِ بہار کی دایہ کو فرمایا کہ نباتات کی بچیوں کو زمین کے گہوارے میں جھولا جھلائے درختوں کو نوروز کی مناسبت سے سبز پتیوں کی پوشاکیں عنایت فرمائیں اور شاخوں کو بہار کی آمد پر ہری بھری کونپلوں اور شگوفوں کی ٹوپیاں پہنائیں۔ گنّے کے رس میں اسی کی قدرت سے شہد کی مٹھاس بھر گئی اور کھجور کی گٹھلی اسی کی تربیت سے تناور درخت بن گئی۔

ہوا، بادل، سورج، چاند اور آسمان سبھی اپنے اپنے کام میں جتے ہوئے ہیں تاکہ تو جب روٹی کمائے تو خدا کا شکر ادا کرنا نہ بھلائے۔

یہ سبھی تو تیری خدمت پر یوں سرگرداں اور فرمانبردار ہوں تو یہ قرینِ انصاف نہ ہوگا کہ تو حکم بردار نہ ہو۔

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، رحمتِ انسانیت اور انتخابِ آدمیت حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم،

جو شافعِ روزِ جزا، قابلِ اطاعت، رسولِ خدا، خوبرو، خوش اندام، نیکورو، شاندار اور حسین وجمیل ہیں۔

جس دیوار کی تو پشت و پناہ ہو اسے گرنے کا کیا خطر۔ اور جس کشتی کے کھینے والے خود نوحؑ ہوں اُسے طوفانی موجوں سے کیا ڈر۔

پہنچے علوِّ شان کے مرتبۂ کمال پر — نورِ جمال برق ریز تیرگیٔ ضلال پر
خوبیاں ختم ہوگئیں آپ کی ذات پر تمام — بھیجو درود مومنو اُن پہ اور اُن کی آل پر

هرگاه یکی از بندگان گنه‌کار پریشان روزگار دست انابت بامید اجابت بدرگاه حق جلّ وَعَلا، برآرد، ایزد تعالیٰ درو نظر نکند، بازش بخواند، باز اعراض کند، دیگر بارش بتضرّع و زاری بخواند، حق سُبحانهٗ وتعالیٰ فرماید:
یا مَلٰئِکَتِی لَقَدِ اسْتَحْیَیْتُ مِنْ عَبْدِیْ وَلَیْسَ لَهٗ غَیْرِیْ دعوتش را اجابت کردم و امیدش برآوردم که از بسیاری دُعا و زاری بنده همی شرم دارم:

کرم بین و لطفِ خداوندگار
گنه بنده کرد است و او شرمسار

عاکفان کعبهٔ جلالش بتقصیر عبادت معترف که، مَاعَبَدْنٰکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ واصفان حلیهٔ جمالش بتحیر منسوب که، مَاعَرَفْنٰکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ.

گر کسی وصف او ز من پرسد
بیدل از بی نشان چه گوید باز؟
عاشقان کشتگانِ معشوقند
بر نیاید ز کشتگان آواز

یکی از صاحبدلان سر بجیب مراقبت فرو برده بود و در بحر مکاشفت مستغرق شده، آنگاه که ازین معاملت باز آمد یکی از یاران بطریق انبساط گفت: ازین بستان که بودی تحفهٔ کرامت کن. گفت: بخاطر داشتم که چون بدرخت گل برسم دامنی پر کنم، هدیهٔ اجاب را، چون برسیدم بوی گلم چنان مست کرد که دامنم از دست برفت.

ای مرغ سحر، عشق ز پروانه بیاموز
کان سوخته را جان شد و آواز نیامد
این مدعیان در طلبش بی خبرانند
کانرا که خبر شد خبری باز نیامد

ای برتر از خیال وگمان وقیاس ووهم
وز هرچه گفته اند و شنیدیم وخوانده ایم
مجلس تمام گشت و بآخر رسید عمر
ما همچنان در اوّلِ وصفِ تو مانده ایم

ذکرِ محامدِ پادشاهِ اسلام اتابک ابوبکر بن سعد غفراللّٰه لهٗ

ذکر جمیل سعدی، که در افواه عوام افتاد است وصیتِ سخنش، که در بسیط زمین رفته وقصب الجیب حدیثش، که همچو شکر میخورند و رُقعهٔ منشآتش که چون کاغذ زر میبرند، بر کمال فضل وبلاغت او حمل نتوان کرد، بلکه خداوند جهان وقطب دائرهٔ زمان وقائم مقام سلیمان وناصر اهل ایمان شاهنشاه معظم، اتابک اعظم، مظفرالدنیا والدین ابوبکر بن سعد بن زنگی ظل اللّٰه تعالیٰ فِیْ اَرْضِهٖ وَرَبِّ اَرْضَ عَنْهُ وَاَرْضِهٖ بعین عنایت نظر کرده است وتحسین بلیغ فرموده وارادتِ صادق

حضور پاکؐ کی ایک حدیث یوں ہے کہ جب کوئی سیاہ کار، گنہگار، بیچارہ آفت کا مارا، قبولیت کی اُمید کا سہارا لیکر توبہ کیلئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ وہ بیچارہ پھر پکارتا ہے خدا پھر بھی نگاہ نہیں کرتا، وہ پھر گڑگڑا کر رو رو کر التجا کرتا ہے تو رحمتِ حق جوش میں آکر فرشتوں سے کہتی ہے۔ اے فرشتو! اب مجھے اپنے بندے کی آہ و زاری سے شرم آتی ہے اس کا میرے سوا کوئی سہارا اور چارہ نہیں۔ میں نے اس کی دعا کو قبول کیا اور حاجت کو پورا کر دیا۔

کسقدر لطف و کرم بندے پہ فرماتا ہے رب   ہم سے ہوں سرزد خطائیں اور شرماتا ہے رب

اس کے کعبۂ جلال کے خلوت نشین اپنی ناقص عبادت کی خامی کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں اے خدا! حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اور اسکے زیور جمال کے وصف بیان کرنیوالے حیران و ششدر ہو کر کہتے ہیں ہم نے پہچاننے کی کوشش ناتمام ضرور کی، مگر یہ پہچان بھی تیرے شایانِ شان نہ تھی

اگر حسن ازل کا وصف کوئی مجھ سے پوچھے تو یہ بندہ بیدل اس بے نشان کا کیا نشان بتا سکے گا۔

ہم شہیدِ جلوۂ دلبر ہیں۔ ہم کشتۂ نیاز ہیں گم ہیں خموش ہیں۔

کوئی صاحبدل مراقبے میں جا بیٹھا۔ مدتوں مجاہدہ اور مکاشفہ کے سمندر میں غرق رہنے کے بعد جب وہ نیازمند اس محفل ناز سے لوٹا تو ایک دوست نے بڑے ذوق و شوق سے کہا، اس سدابہار کا کوئی تحفہ ہمیں بھی عنایت ہو۔ کہنے لگا! میں نے جی میں ٹھان رکھی تھی کہ جب گلاب کے پودے تک پہنچنے کی سعادت نصیب ہوئی تو دوستوں کو تحفہ دینے کیلئے پھولوں کی جھولی بھر کر لاؤں گا۔ مگر جب وہاں پہنچا تو اس سدابہار پھولوں کی خوشبو نے مجھے یوں مست و سرشار کر دیا کہ دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا

اے مرغ سحر شور نہ مچا، عشق کے آداب پروانے سے سیکھ، جل کر راکھ ہو گیا مگر اُف تک نہ کی،

یہ جھوٹے دعویدار جانتے ہی نہیں کہ : ؏ جو پا گیا ہے راز وہ گم ہے خموش ہے۔

اے خدا تیری ذات ہمارے وہم و گمان اور خیال و قیاس سے برتر ہے، اور جو کچھ سیانے لوگ کہہ گئے ہیں اور جو کچھ ہم نے سنا یا پڑھا ہے تو ان سب سے اعلیٰ و بالا ہے۔ محفل اُٹھ گئی اور عمر انجام کو آپہنچی مگر بالآخر پتہ چلا کہ ہنوز روزِ اول والا معاملہ ہے جہاں تھے وہیں ہیں۔

بادشاہِ اسلام اتابک ابوبکر بن سعد غفر اللہ لہٗ کی خوبیوں کا تذکرہ

سعدی کا ذکر جمیل ہر کسی کے نوکِ زبان ہے اور اس کے شعر و سخن کا چرچا ہر سو پھیلا ہوا ہے اُسکی شگفتہ تحریر کا ہر کوئی خریدار، سرکاری ہنڈی کی مانند، اس کے ادب پاروں کا ہر کوئی طلبگار۔ اُس کی اس عمومی شہرت اور عوامی مقبولیت کو محض اسکے علم و فضل سے منسوب نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ سب بادشاہ وقت کا فیضانِ نظر ہے جو جہاں پناہ قطبِ زماں نائبِ سلیمان حامی اہل ایمان اور شاہنشاہ دوراں ہے جسے دنیا والے ابوبکر بن سعد بن زنگی کے نام سے یاد کرتے ہیں جو زمین پر خدا کا سایہ ہے۔ اسے اور اسکی سلطنت کو خدا کی خوشی اور خوشنودی حاصل رہے۔ میری ان ادبی کاوشوں کو اُسنے نگاہِ التفات سے دیکھا اور بیحد سراہا، یہ اسی کے خلوص اور محبت کا پرتو

نموده لاجرم کافّه انام، خاصّه و عوام محبت او گرایده اند وَالنّاسُ عَلیٰ دِینِ مُلُوکِهِمْ -

زانگه که ترا بر من مسکین نظر است آثارم از آفتاب مشهورتر است
گر خود همه عیب ها بدین بنده دراست هر عیب، که سلطان بپسندد هنر است

گِلی خوشبوی در حمّام روزی رسید از دستِ محبوبی بدستم
بدو گفتم کی مشکی یا عبیری؟ که از بوی دلاویزِ تو مستم
بگفتا من گِلی ناچیز بودم ولیکن مدتی با گُل نشستم
کمالِ همنشین در من اثر کرد وگرنه من همان خاکم که هستم

اللهم متع المسلمین بطول حیوته وضاعف ثواب جمیله وحسناته وارفع درج اودائه وولاته ودمر علی اعدائه وشناته بما تلی فی القرآن من آیاته اللهم آمن بلدهٔ واحفظ ولدهٔ

لقد سعد الدنیا به دام سعدهٔ وایده المولی بالویة النصر
کذلك تنشأ لینة هو عرقها وحسن نبات الارض من کرم البذر

ایزد، تعالیٰ و تقدس، خطه پاک شیراز را بهیبت حاکمان عادل وهمت عالمان عامل تا زمانِ قیامت در امان سلامت نگهدارد -

اقلیم پارس را غم از آسیب دهر نیست تا بر سرش بود چو توئی سایهٔ خدا
امروز کس نشان ندهد در بسیط خاک مانند آستانِ درت مأمن رضا
بر تست پاس خاطر بیچارگان و شکر بر ما و بر خدای جهان آفرین جزا
یارب ز بادِ فتنه نگهدار خاک پارس چندانکه خاک را بود و باد را بقا

آغازِ کتاب

یکشب تأمّل ایام گذشته میکردم و بر عمر تلف کرده تأسّف میخوردم و سنگ سراچهٔ دل را بالماس آب دیده می سفتم و این بیت ها مناسب حال خود میگفتم:

هر دم از عمر میرود نفسی چون نگه میکنی نمانده بسی
ایکه پنجاه رفت و در خوابی مگر این پنجروز در یابی

ہے کہ اک دنیا مائل بہ تحسین ہے۔ میری تحریر قبول اور میں مقبول ہوں کیونکہ لوگ بادشاہ وقت کے مسلک و مذہب ہی کی پیروی کرتے ہیں۔

جب سے آپ نے مجھ پر نظر کرم ڈالی ہے، میں شہرت کے آسمان پہ آفتاب سے بھی کہیں بڑھ گیا ہوں

میں خواہ عیبوں کی پوٹ کیوں نہ ہوں اگر آقا کو پسند ہوں تو وہ عیب بھی ہنر ہیں۔

حمام میں ایک دن ایک مہربان سے مجھے خاک معطر ملی۔

میں نے اُس سے کہا کہ تیری خوشبو نے مجھے مست کر دیا ہے۔ تم مشک ہو یا عنبر۔

بولی، میں تو ناچیز مٹی ہوں مگر کچھ عرصہ مجھے پھولوں کی ہم نشینی کا موقع ملا۔

اور یہ سب پھولوں کی صحبت کا نتیجہ ہے کہ میں یُوں خوشبوؤں میں بسی ہوئی ہوں وگرنہ ہوں تو وہی مٹی !

یا اللہ یہ مسلمانوں کا نیک دل حاکم ہے مسلمانوں کی بہبودی کیلئے اس نیک دل حاکم کی عمر میں برکت دے، اسے رفاہ عام کے کاموں کی جزا دے، اسکے احباب اور نائب حاکموں کے مراتب میں بلندی عطا فرما، اسکے دشمنوں اور بدخواہوں کو تباہ و برباد کر دے، اسے اور اسکے تخت و تاج کے وارث کو ہر بلا و ابتلاء سے محفوظ رکھ۔ دنیا اس کے عہد میں سکھ چین کی زندگی بسر کر رہی ہے خدایا اسے بھی ہر طرح کا سکون عطا فرما، ملک و ملت کو تقویت بخش، اور شاہی جھنڈوں کو بلندی عطا فرما۔ یہ جڑ ہے، یہ سرسبز و شاداب رہیگی تو شاخیں بھی ہری بھری رہیں گی، اور زمین کے پودوں کا جمال اُنکے بیج کی فیاضی پر مبنی ہے۔ اللہ کرے کہ شہر شیراز عادل حاکموں کی ہیبت اور باعمل عالموں کی برکت سے قیامت تک امن و امان کا گہوارہ بنا رہے۔

جب تک سرزمین فارس پر تجھ جیسا نائب حق حکمران ہے اسے دنیا کے کسی غم اور گزند کا کھٹکا نہیں۔

آج روئے زمین پر تیرے آستانہ سے بڑھ کر کوئی پناہ گاہ نہیں۔

تیرا کام دکھ درد کے ماروں اور بیچاروں کی دلجوئی کرنا ہے، ہمارا کام شکر گزاری اور دعا کہ خالق حقیقی بادشاہ کو ان رفاہی کاموں کی جزا دے، اور سرزمین فارس کو رہتی دنیا تک فتنہ و آشوب سے بچائے رکھے۔

کتاب کا آغاز

ایک رات میں اپنے بیتے ہوئے دنوں کا جائزہ لے رہا تھا، زندگی کے اکارت جانے پہ پچھتا رہا تھا اور خانہ دل کے پتھر کو آنسوؤں کے الماس ٹانک رہا تھا اور اپنے حسب حال یہ شعر گنگنا رہا تھا:۔

سانس کی ڈور ہر لحظہ کم ہو رہی ہے، پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ تھوڑی رہ گئی ہے۔

عمر کے پچاس سال گزر گئے اور تم ہنوز خواب غفلت میں ہو، اٹھو شاید باقیماندہ چند روزہ مہلت سے کچھ فائدہ اٹھاؤ،

خجل آنکس که رفت و کار نساخت   کوس رحلت زدند و بار نساخت

خواب نوشینِ بامداد رحیل   باز دارد پیاده راز سبیل

هر که آمد عمارتی نو ساخت   رفت و منزل بدیگری پرداخت

وان دِگر پخت همچنان هوسی   وین عمارت بسر نبرد کسی

یار ناپایدار دوست مدار   دوستی را نشاید این غدّار

نیک و بد چون همی بباید مرد   خنک آنکس که گویِ نیکی برد

برگ عیشی بگور خویش فرست   کس نیارد ز پس، تو پیش فرست

عمر برفست و آفتاب تموز   اندکی ماند و خواجه غرّهٔ هنوز

ای تهی دست رفته در بازار   ترسمت بر نیاوری دستار

هر که مزروع خود خورد بخوید   وقت خرمنش خوشه باید چید

بعد از تأمل این معنی مصلحت آن دیدم که، در نشیمن عزلت نشینم و دامن صحبت فرا خود چینم و دفتر گفته‌های پریشان بشویم و من بعد پریشان نگویم

زبان بریده، بکنجی نشسته صمٌّ بکمٌ   به از کسیکه نباشد زبانش اندر حکم

تا یکی از دوستان، که در کجاوه انیس من بودی و در حجرهٔ جلیس، برسم قدیم از در درآمد - چندانکه نشاط ملاعبت کرد و بساط مداعبت گسترد جوابش نگفتم و سر از زانوی تعبّد برنگرفتم، رنجیده نگه کرد و گفت:

کنونت که امکانِ گفتار هست   بگو، اے برادر، بلطف و خوشی

که فردا چو پیکِ اجل در رسد   بحکم ضرورت زبان در کشی

کسی از متعلقان منش برحسب واقع مطلع گردانید که: فلان عزم کرده است و نیّت جزم که بقیت عمر معتکف نشیند و خاموشی گزیند؛ تو نیز اگر توانی سر خویش گیر و راهِ مجانبت پیش. - گفتا: بعزت عظیم و صحبت قدیم که دم بر نیارم و قدم بر ندارم، مگر آنگه که سخن گفته شود، بر عادت مألوف و طریق معروف، که آزردن دوستان جهل است و کفارت یمین سهل و خلاف راه صوابست و عکس رایِ اُولُوالْاَلْبَاب که ذوالفقارِ علی در نیام و زبانِ سعدی در کام:

زبان در دهان، اے خردمند، چیست؟   کلیدِ درِ گنج صاحب هنر

چو در بسته باشد چه داند کسی   که جوهر فروش است، یا پیله ور؟

جو نیک کام کیے بغیر اس جہان سے چلا بنا اسے شرمسار ہونا پڑے گا۔ کوچ کا نقارہ بج گیا اور وہ بغیر کسی تیاری اور سواری کے اس لمبے سفر پر روانہ ہو گیا۔

صبح کی میٹھی اور سہانی نیند کوچ کے وقت مسافر کی راہ میں بُری طرح حائل ہوتی ہے۔

یہاں جو کوئی بھی آتا ہے، الگ نیا گھر بناتا اور بساتا ہے اور پھر اک روز سب کچھ چھوڑ جاتا ہے اور دوسروں کو سونپ کر اس دنیا سے منہ موڑ جاتا ہے۔

وہ نیا آنیوالا بھی پھر اسی طرح امیدیں باندھنے لگتا ہے مگر یہ دنیا کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔

یہ دنیا ناپائیدار ہے اس سے دوستی نہ گانٹھ یہ غدار دوستی کے ہرگز لائق نہیں۔

جب نیک اور بد ہر کسی کو یہ سفر درپیش ہے تو وہی خوش نصیب ہے جس نے نیکی کمائی اور عیش کا سامان بھیج دیا۔

خود ہی پہلے بھیج پیچھے سے لیکر کون آئے گا۔

یہ زندگی دھوپ میں برف کی مانند ہے اور چند روز کی مہمان مگر تمہاری آنکھوں پر ابھی غفلت کا پردہ پڑا ہے۔

خالی ہاتھ بازار میں جانے والے مجھے خدشہ ہے تم اپنی پگڑی بچا کر نہ لاسکوگے۔

جو اپنی کچی کھیتی کھا ڈالے وہ کٹائی کے وقت دوسروں کی بالیں ہی چنتا ہے۔

گہری سوچ بچار کے بعد میں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ دوست احباب سے دامن سمیٹ کر گوشہ تنہائی میں بیٹھ جاؤں ، نہ

واہی تباہی سنوں اور نہ ہی بہکی بہکی باتیں کروں۔

گوشہ تنہائی میں چپ چاپ بیٹھا ہوا بے زبان انسان اس آدمی سے ہزار درجے بہتر ہے جسے اپنی زبان پر قابو نہیں۔

میں انہی خیالات میں تھا کہ ایک پرانا دوست جس نے سفر اور حضر میں ہمیشہ مرا ساتھ دیا تھا معمول کیمطابق اندر آن پہنچا، چھیڑ خوانی اور ہنسی مذاق کی باتیں کرنے لگا اور پھر شوخی و مزاح پر اتر آیا۔ میں نے نہ جواب دیا اور نہ مراقبے سے سر اٹھایا۔ حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا:۔

اے بھائی آج جب کہ تو بولنے پر قادر ہے، ہنسی خوشی سے کھل کر باتیں کر،

کل جب موت کا قاصد آئے گا تو مجبوراً چپ سادھنی پڑے گی۔

میرے ایک عزیز نے اسے اصل صورت حال سے مطلع کر دیا کہ اس نے تو یہ ٹھان رکھی ہے کہ زندگی کے باقی دن یہ خلوت نشین ہی رہیگا اور چپ سادھے رکھے گا۔ اندریں حالات نباہ سکتے ہو تو نبھاؤ ورنہ پرے ہٹ جاؤ اور اپنی راہ لو، بولا، میں اپنے خدا اور اپنی قدیم دوستی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اسوقت تک سانس نہ لوں گا اور ایک قدم پیچھے نہ ہٹوں گا جب تک کہ یہ بات نہ کرے اور وہ بھی اپنے پرانے جانے پہچانے انداز میں۔ قسم کا کفارہ ادا کرنا آسان ہے مگر دوستوں کا دل دکھانا بڑا اکھڑ پن ہے۔ حیدری تلوار کا نہ لہرانا اور سعدی کا گونگے کا گڑ کھانا بھلائی کی راہ سے دُور اور داناؤں کی رائے کے خلاف ہے۔

دانا کے منہ میں زبان علم و ہنر کے خزانے کی کنجی ہے۔

جب سرے سے دروازہ ہی بند ہو تو کسی کو کیا خبر کہ یہ جوہری کی دوکان ہے یا شیشہ گر کی۔

اگرچه پیش خردمند خامشی ادبست   بوقت مصلحت آن به که در سخن کوشی
دو چیز طیرهٔ عقل است، دم فروبستن   بوقت گفتن، وگفتن بوقت خاموشی

فی الجمله زبان از مکالمهٔ او درکشیدن قوّت نداشتم و روی از محادثهٔ او گردانیدن مروّت ندانستم، که یارِ موافق بود و ارادتِ صادق:

چو جنگ آوری باکسی برستیز   که از وی گزیرت بود یا گریز

بحکم ضرورت سخن گفتیم و تفرج کنان برون رفتیم در فصل ربیع که صولتِ برد آرمیده بود و ایّامِ دولتِ ورد رسیدهٔ

پیراهن برگ بر درختان   چو جامهٔ عید نیک بختان
اول اردی بهشت ماه جلالی   بلبل گوینده بر منابر قضبان
بر گل سُرخ از نم اوفتاده لآلی   ،همچو عرق بر عذارِ شاهد غضبان

شب را ببوستان یکی از دوستان اتفاق مبیت افتاد ـ موضعی خوش و خرم و درختان درهم توگفتی خردهٔ مینا برخاکش ریخته است وعقد ثریّا از تاکش در آویخته،

روضة ماء نهرها سلسال   دوحة سجع طیرها موزون
آن پراز لاله های رنگا رنگ   وین پر از میوه های گونا گون
باد در سایهٔ درختانش   گسترانیده فرش بوقلمون

بامدادان که خاطر باز آمدن بررای نشستن غالب آمد دیدمش دامنی گل وریحان وسُنبل وضیمران فراهم آورده ورغبت شهر کرده، گفتم: گل بستان را، چنانکه دانی، بقائی وعهد گلستان را وفای نباشد وحکما گفته اند هرچه دیر نپاید دلبستگی را نشاید گفتا طریق چیست؟ گفتم، برای نزہت ناظران وفسحت حاضران کتاب گلستانی بتشاید تصنیف کردن که بادِ خزان را بر ورق او دست تطاول نباشد وگردش زمانِ عیش ربیع او را بطیش خریف مبدل نکند:

بچه کار آیدت ز گل طبقی؟   از گلستان من ببر ورقی
گُل، همین پنج روز وشش باشد   وین گلستان همیشه خوش باشد

حالی که من این حکایت بکردم دامن گُل بریخت و در دامنم آویخت که "الکریم اذا وعد وفیٰ"، فصلی درہمان روز اتفاق بیاض افتاد، درحسن مباشرت وآداب محاورت در لباسی که متکلمان را بکار آید ومترسّلان را بلاغت بیفزاید، فی الجمله هنوز از گل بستان بقیّتی موجود بود که کتاب گلستان تمام شد۔

عقلمندوں کے نزدیک آداب مجلس کے لحاظ سے خاموشی ایک بڑی خوبی ہے مگر حالات کا تقاضا ہو تو موقع محل کی بات ضرور کرو۔

دو چیزیں عقلمندی سے دور ہیں، موقع محل پہ نہ بولنا اور زبان بے محل کھولنا۔

اب مجھ میں مزید چپ سادھنے کی ہمت نہ تھی اور اس کی باتوں کا جواب نہ دینا مروت دکھائی نہ دی کیونکہ وہ میرا ہم مزاج تھا اور دوستی سچی تھی۔

اگر کسی سے لڑنے کی نوبت آ ہی جائے تو الجھنے سے پہلے چارہ کار اور راہ فرار کا خیال کر لو۔

آخر پھر خاموشی کو توڑنا ہی پڑا، پھر باتیں کرتے اور گھومتے ٹہلتے ہوئے آبادی سے دور نکل گئے ژالہ باری اور کڑاکے کی سردی کے دن گزر گئے تھے۔

بہار کی آمد آمد تھی، شگوفے پھوٹنے لگے تھے، عید کے دن نیکبختوں کے رنگ برنگ کپڑوں کی طرح درختوں نے بھی سبز پتوں کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

ماہ اردی بہشت کی پہلی تاریخ تھی، ہر شاخ سبز پہ بلبل ہزار داستان نغمے الاپ رہی تھی گویا ہر درخت سے ہزار بلبلے بندھے تھے۔

گلاب کی سرخ و نازک پنکھڑیوں پر شبنم کے موتی یوں ٹکے ہوئے تھے جیسے غصّے کی حالت میں لال گلابی گالوں والے محبوب کے رخساروں پر پسینے کے قطرے

رات کو ایک باغ میں ایک دوست کے ہاں قیام کا اتفاق ہوا بڑی دلآویز جگہ تھی۔ درخت یوں گھنے تھے کہ مینائے فلک کا خردہ زمین پر بکھیر دیا گیا ہے اور ثریا کی لڑیاں اس کے انگور کی بیلوں کے ساتھ لٹکا دی گئی ہیں۔

شاداب باغ، سیراب وادی جس کی نورانی ندیوں کے بہتے ہوئے پانی برفاب سے زیادہ سرد اور دودھ سے زیادہ سفید اور لذیذ ہرے بھرے درختوں کی شاخوں پر خوشنوا اور ہمنوا پرندے چہچہا رہے تھے۔

ہر سو شگوفے پھوٹ رہے تھے اور ہر شگوفہ بجای خود ہزار رنگ کا پھول، درخت موسم کے میووں سے لدے پھندے اور ان کی ڈالیاں جھکی ہوئی تھیں۔

ہوا نے گھنے درختوں کے ٹھنڈے سایہ تلے قوس و قزح کی طرح رنگا رنگ کا فرش بچھا رکھا تھا۔

اگلی صبح جب کوچ کا خیال قیام پر غالب آیا میں نے دیکھا کہ میرا دوست گلاب، ریحان، سنبل اور سپر غم کے پھولوں سے جھولی بھر کر لایا ہے اور شہر لیجانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے کہا تم جانتے ہو، نہ موسم بہار کو بقا ہے اور نہ اُس کی کلیوں اور پھولوں میں بوئے وفا، اور داناؤں نے کہا ہے، ناپایدار شے سے دل نہیں لگانا چاہیئے، اس نے کہا تو پھر کیا کیا جائے؟ میں نے کہا قارئین کی ضیافت طبع اور حاضرین کی تربیت کیلئے کتاب گلستان کیوں نہ تصنیف کیجائے جس کے اوراق باد خزاں کی دست برد سے محفوظ ہوں اور جس کے سدا بہار پھول کبھی مرجھانے نہ پائیں، اور نہ ہی موسموں کا ہیر پھیر اسکی بہار کی رنگینیوں کو خزاں کی ویرانیوں میں بدل سکے۔

پھولوں کے طبق سے کیا حاصل؟ کتاب گلستان سے کوئی ورق لے تو بات بھی ہے۔

پھولوں کی چند روزہ بہار ہے۔ یہ گلستان یونہی ہمیشہ لہلہاتا رہے گا اور اس کے پھول سدا بہار ہیں۔

جونہی میں نے یہ بات کہی اس نے اپنے دامن سے پھول گرا دیئے اور میرا دامن تھام لیا اور کہنے لگا یاد رہے کریم ہمیشہ وعدہ وفا کرتے ہیں۔

آداب صحبت کا باب تو اسی دن مکمل ہو گیا اور وہ بھی اس انداز میں کہ مقررین کے کام آئے اور ادیبوں کی فصاحت و بلاغت کو بڑھائے۔ قصّہ مختصر کہ ابھی باغات میں اکّا دکّا پھول باقی تھا اور خزاں کے منحوس اور تاریک سائے بڑھنے نہ پائے تھے کہ کتاب گلستان مکمل ہو گئی۔

ذکرِ شاهزاده سُعد بن ابوبکر

وتمام آنگه شود، بحقیقت، که پسندیده آید در بارگاهِ شاهِ جهان پناه، سایهٔ کردگار، پرتوِ لطفِ پروردگار، ذخرِ زمان و کهفِ امان المؤید من السماء المنصور علی الاعداء عضد الدولة القاهره سراج الملة الباهره جمال الایام کمال الاسلام سعد بن الاتابک الاعظم شاهنشاه المعظم مالک رقاب الامم مولیٰ ملوک العرب والعجم سلطان البر والبحر وارث ملک سلیمان مظفرالدین ابی بکر بن سعد بن زنگی ادام الله تعالی اقبالهما وضاعف جلالهما وجعل الی کل خیر مآلهما وبکرشمهٔ لطف خداوندی مطالعه فرماید

گر التفاتِ خداوندیش بیاراید　　نگارخانهٔ چینی و نقش ارژنگیست

امید هست که روی ملال در نکشد　　ازین سخن که گلستان نه جای دلتنگیست

علی الخصوص که دیباچهٔ همایونش　　بنام سعد ابوبکر سعد بن زنگیست

ذکرِ مکارمِ اخلاقِ امیر عادل فخرالدّین ابوبکر رحمة الله علیه

دیگر عروس فکرِ من از بی جمالی سر برنیارد و دیدهٔ یاس از پشت پای خجالت برندارد، و در زمرهٔ صاحبدلان متجلی نشود، مگر آنگه که متحلی گردد بزیور قبول امیر کبیر عالم عادل، مؤید، مظفر منصور، ظهیر سریر سلطنت و مشیر تدبیر مملکت، کهف الفقراء ملاذ الغرباء مربی الفضلا محب الاتقیاء افتخار آل پارس فخرالدولة والدین غیاث الاسلام والمسلمین عمدة الملوک والسلاطین ابی بکر بن ابی نصر اطال الله عمرهٔ واجل قدرهٔ وشرح صدرهٔ وضاعف اجرهٔ که ممدوح اکابر آفاق است و مجموع مکارمِ اخلاق:

هر که در سایهٔ عنایت اوست　　گنهش طاعت است و دشمن دوست

بر هر یک از سایهٔ بندگان و حواشی خدمتی معین است که در ادای برخی از آن تهاون و تکاسل روا دارند، در معرضِ خطاب آیند و در محلِّ عتاب. مگر برین طائفهٔ درویشان، که شکر نعمت بزرگان واجب است و ذکر جمیل و دعای خیر و اداء چنین خدمتی در غیبت اولی تر است، که در حضور، که آن بتصنّع نزدیک است واین از تکلّف دور باجابت مقرون باد:

پشت دوتای فلک راست شد از خرّمی　　تا چو تو فرزند زاد مادر ایّام را

شاہزادہ سعد بن ابوبکر کا ذکر

لیکن میرے نزدیک فی الحقیقت مکمل اسوقت ہوگی جب شاہ جہان پناہ ، ظلِ الٰہی ، پرتو لطف کردگار ، دنیا کا گنج گرانمایہ ، (قیمتی خزانہ) امن وامان کی پناہ گاہ ، المؤید من السماء المنصور علی الاعداء عضد الدولۃ القاھرۃ سراج الملۃ الباھرۃ جمال الایام کمال الاسلام سعد بن الاتابک الاعظم شاھنشاہ المعظم مالک رقاب الامم مولیٰ ملوک العرب والعجم سلطان البر والبحر وارث ملک سلیمان مظفر الدین ابی بکر بن سعد بن زنگی ادام اللہ تعالیٰ اقبالھما وضاعف جلالھما وجعل الی کل خیر مآلھما کے دربار سے پسندیدگی کا امتیاز حاصل کریگی۔

اگر بادشاہ سلامت اسے نگاہ التفات سے دیکھیں تو یہ کتاب نگار خانہ چینی اور نقش ارژنگ سے کم نہیں۔

امید ہے کسی کا جی اس کے مطالعہ سے اکتائے گا نہیں کیونکہ گلگشت اور سیر گلستان سے تو کسی کا جی نہیں اکتاتا۔

اور خاص طور پر جب اس کا مبارک دیباچہ سعد ابوبکر سعد بن زنگی کے نام سے منسوب ہے۔

امیر عادل رحمۃ اللہ علیہ کے عُمدہ اخلاق کا ذکر

نہ تو میرے خیالات کی یہ دلہن اپنی بدصورتی کے باعث سر اوپر اٹھا سکتی ہے اور نہ ہی خجالت کے پاؤں پر گڑی ہوئی اس کی مایوس نگاہیں اوپر اٹھ سکتی ہیں۔ نہ ہی وہ صاحب دل لوگوں کے حلقہ میں رونق افروز و مقبول ہوسکتی ہے جب تک امیر کبیر عالم ، فاضل ، عادل ، فاتح ، کامران ، تاج وتخت کی پشت وپناہ ، فقیروں کی پناہ گاہ ، غریبوں کا ماوا وملجا ، فاضلوں کے مربی ، متقیوں کے دوست اور آل فارس کے لیے مایۂ عزت وافتخار ، دین و دنیا کے لیے باعثِ فخر ابوبکر بن ابی نصر کی مقبولیت کا زیور نہ پہن لے

آج دنیا کے بڑے بڑے لوگ اس کے گن گاتے ہیں اور وہ عمدہ اخلاق کا ایک مجسمہ ہے۔

جو کوئی اس کے لطف وکرم کے سایہ تلے آگیا اس کی دنیا ہی بدل گئی۔ اسکے دشمن بھی دوست بن گئے اور گناہ بھی اطاعت شمار ہونے لگے۔

سرکاری ، درباری کارندوں اور مصاحبوں کیلئے ان کے فریضے مقرر ہیں کہ جنکی ادائیگی میں اُن سے بھول چوک یا ذرا سی سستی اور کوتاہی ہو جائے تو انہیں جواب دینا پڑتا ہے اور ان پر شاہی عتاب نازل ہوجاتا ہے مگر درویشوں کا فرقہ ان پابندیوں سے آزاد ہے۔ انکے لیے بھی گو واجب ہے کہ وہ بزرگوں کو بھلائی سے یاد کریں۔ انکا حق نمک ادا اور ان کے حق میں دعا کریں مگر اس خدمت کو وہ غائبانہ طور پر بجا لائیں تو حضوری سے بہتر ہے۔ کیونکہ اِس میں اُس میں بڑی تفاوت ہے۔ یہ بناوٹ اور خوشامد کے بہت قریب اور وہ تکلف سے کوسوں دور اور سراسر خلوص۔ اور دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

مادر گیتی نے تجھ جیسا ہونہار فرزند جنا تو خوشی کے مارے آسمان کی کُبڑی پیٹھ سیدھی ہوگئی۔

حکمت محض است اگر لطف جهان آفرین | خاص کند بنده، مصلحت عام را
دولت جاوید یافت هر کو نکونام زیست | کز عقبش ذکر خیر زنده کند نام را
وصف ترا گر کنند ور نکنند اهل فضل | حاجت مشاطه نیست روی دلآرام را

تقصیر و تقاعدی که در مواظبت خدمت بارگاه خداوندی میرود، بنابر آنست که طایفهٔ از حکماء هندوستان در فضائل بوذرجمهر سخن میگفتند، جز این عیبش ندانستند، که در سخن گفتن بطی است، یعنی درنگ بسیار میکند و مستمع را بسی منتظر می باید بودن تا تقریر سخنی کند، بزرجمهر بشنید و گفت: اندیشه کردن که چه گویم به از پشیمانی خوردن که چرا گفتم؟

سخندان پرورده پیر کهن | بیندیشد آنگه بگوید سخن
مزن بی - تأمّل بگفتار دم | نکو گوی، گر دیر گوئی چه غم؟
بیندیش و آنگه بر آور نفس | وزان پیش بس کن که گویند بس!
بنطق آدمی بهتر است از دواب | دواب از تو به گر نگوئی صواب

فَکَیْفَ در نظر اعیان حضرت خداوندی عز نصرهٔ که مجمع اهل دلست و مرکز علماء متبحر، اگر در سیاقت سخن دلیری کنم، شوخی کرده باشم و بضاعت مزجات بحضرت عزیز آورده و شَبَه در جوهریان جوی نیرزد و چراغ پیش آفتاب پرتوی ندارد و منارهٔ بلند بردامن کوه الوند پست نماید۔

هر که گردن بدعوی افرازد | خویشتن را بگردن اندازد
سعدی افتاده ایست آزاده | کس نیاید بجنگ افتاده
اول اندیشه وانگهی گفتار | پای بست آمده است و پس دیوار
نخل بندم ولی نه در بستان | شاهدم من ولی نه در کنعان

لقمان را گفتند حکمت از که آموختی؟ گفت، از نابینایان که تا جای نبینند پای ننهند، قَدِّمِ الْخُرُوْجَ قَبْلَ الْوُلُوْجِ مردیت بیازمای وانگه زن کن۔

گرچه شاطر بود خروس بجنگ | چه زند پیش باز رویین چنگ؟
گربه شیر است در گرفتن موش | لیک موش است در مصاف پلنگ

اما به اعتماد وسعت اخلاق بزرگان که چشم از عوایب زیردستان به پوشند و در افشای جرائم کهتران نکوشند کلمهٔ چند بطریق اختصار از نوادر و امثال و شعر و حکایات و سیر ملوک ماضی رحمهم الله درین کتاب درج کردیم و برخی از عمر

یہ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے کہ اسنے اپنی عنایت سے عوام کی بہتری اور بہبودی کیلئے ایک خاص بندے کو چُن لیا؟ (ایک خاص بندے کو مخصوص کردیا)

جو آدمی نیکنامی سے زندگی بسر کرتا ہے اسکا نام قیامت تک زندہ رہتا ہے۔ لوگ اسے نیکی سے یاد کرتے ہیں اور اس ذکر خیر سے اسکی یاد ہمیشہ تازہ رہتی ہے۔

علم وفضل والے تیری تعریف کریں یا نہ کریں تو اس سے بے نیاز ہے کیونکہ ع نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی۔

شاہی دربار میں حاضر ہونیکے سلسلہ میں اگر اس فقیر حقیر سے کوتاہی ہوجاتی ہے یا پابندی اور باقاعدگی کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تو اسکی بھی وجہ ہے اسے اس حکایت کی سطور میں ملاحظہ فرمایئے، ہندوستانی فلاسفروں (داناؤں) کا ایک گروہ بوذرجمہر کی فضیلتوں پہ بحث کررہا تھا۔ انہیں اسکے سوا اور کوئی عیب نظر نہ آیا کہ وہ بات کرنے میں بہت حد تک سست ہے، یعنی دیر کردیتا ہے اور لوگوں کو انتظار کی کافی زحمت اٹھانی پڑتی تب کہیں جاکر اسکی بات سننے کا موقع ملتا ہے۔ اڑتے اڑتے یہ خبر بوذرجمہر تک جا پہنچی تو کہنے لگا، خود کئے کونسی بات بہتر ہے، یہ "سوچنا کہ کیا کہوں" یا کہہ کر پچھتانا کہ ایسا کیوں کہا!!

بڑے بوڑھے اور جہاں دیدہ سیانے لوگ جب تک بات کو تولتے نہیں منہ سے بولتے نہیں۔

بغیر سوچے سمجھے زبان مت کھولو، جو کچھ کہو وہ ٹھیک ہو گو دیر ہی سہی۔

پہلے بات کو تول اور پھر منہ سے بول، اور قبل اس کے کہ لوگ جھنجلا اٹھیں اور اُکتا کر کہہ دیں کہ بس میاں بس، تم خود ہی بات کو ختم کردو،

آدمی کو جانوروں پر زبان ہی کی بدولت فضیلت حاصل ہے اگر آدمی بدزبان ہو تو پھر جانور اس سے کہیں بہتر۔

خدا ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے با کرامت رکھے۔ اس کے دربار میں صاحبِ دل اور صاحبِ علم وفضل کا ہمیشہ جھمگٹا لگا رہتا ہے لہٰذا بادشاہ کے حضور میں حقیر سا تحفہ لے جانے والا اگر جرأت دکھائے اور زیادہ باتیں بنائے تو وہ شوخی ہوگی اور محض بڑ۔ موتیوں کے بازار میں سیپی کی کیا قدر، اور سورج کے سامنے چراغ کی کیا حقیقت، اور بلند سے بلند منارے کی کوہِ الوند کے دامن میں کیا حیثیت؟

جو غرور سے گردن اکڑ کر چلتا ہے کسی دن اسی غرور کے ہاتھوں منہ کے بل گرتا ہے۔

سعدی عجز وانکسار کا پتلا ہے پھر مسکین پہ کوئی ہاتھ کاہے کو اٹھائیگا۔

پہلے سوچ بچار ہے اور پھر گفتار جیسے کہ پہلے بنیاد ہوتی ہے اور پھر اس پر دیوار استوار ہوتی ہے۔

میں بھی نخل بند ہوں مگر باغبان سے مختلف، میں بھی یوسف جمال ہوں مگر اس ماہِ کنعان سے مختلف،

لقمان سے لوگوں نے پوچھا تو نے حکمت کہاں سے سیکھی، بولا، اندھوں سے کہ وہ جب تک ٹٹول نہیں لیتے قدم نہیں اٹھاتے، عربوں کا مقولہ ہے کہ داخل ہونے سے پہلے باہر نکلنے کی راہ کے متعلق تسلی کرلے، پہلے اپنی جوانمردی کا جائزہ لے لو کہ کتنے پانی میں ہو پھر بیاہ شادی رچاؤ۔

مرغا اگرچہ لڑائی میں بڑا تیز وطرار ہوتا ہے مگر فولادی پنجے والے عقاب کے سامنے اس کی کیا حیثیت؟

بلی چوہے کو پکڑنے میں شیر ہے لیکن چیتے کے سامنے چوہے سے بھی کم تر۔

مگر بزرگوں کے وسیع ظرف اور کریمانہ اخلاق نے ڈھارس بندھائی کہ وہ نچلوں کے عیبوں سے چشم پوشی اور اپنے سے چھوٹوں کے جرموں کی پردہ پوشی کرتے ہیں، میں نے نادر حکایات، ضرب الامثال اور اشعار کے ساتھ ساتھ مختصراً گذشتہ بادشاہوں کی سیرت کا حال بھی اس کتاب میں درج کردیا

گرانمایه بر و خرج ، موجب تصنیف کتاب این بود و بالله التوفیق .

بماند سالها این نظم و ترتیب ... زما هر ذره خاک افتاده جای

غرض نقشیست کز ما یاد ماند ... که هستی را نمی بینم بقای

مگر صاحبدلی روزی برحمت ... کند درکارِ درویشان دعای

امعان نظر در ترتیب کتاب و تهذیب ابواب ایجاز سخن مصلحت دید تا بر این روضهٔ غنا و حدیقهٔ علیا چون بهشت هشت باب اتفاق افتاد از آن مختصر آمد تا به ملال نینجامد :

درین مدت که ما را وقت خوش بود ... ز هجرت ششصد و پنجاه و شش بود

مرادِ ما نصیحت بود و گفتیم ... حوالت با خدا کردیم و رفتیم

ہے اور قیمتی زندگی کے بہت سے قیمتی لمحات اسی پہ صرف کر دیئے ہیں یہی بات اس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی اور یا پھر تائید آسمانی !!

یہ کتاب اس وقت بھی دنیا میں موجود ہوگی جبکہ میرا جسم خاک میں مل کر خاک ہو چکا ہوگا۔

یہ دیکھ کر کہ انسانی زندگی کو بقا نہیں جی میں آئی کہ کوئی ایسی یادگار چھوڑ جاؤں جسے فنا نہ ہو۔

شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ اسے پڑھ کر ترس کھائے اور میرے حق میں دعا فرمائے۔

گہری سوچ بچار کے بعد کتاب کی ترتیب اور ابواب کی کانٹ چھانٹ کے متعلق مصلحت اختصار ہی میں دیکھی۔ باغ بہشت کے چونکہ آٹھ درجے ہیں لہٰذا اسی کے پیش نظر یہ گلستان بھی جو تغزل کی جان اور عالی شان ہے آٹھ بابوں پر مشتمل ہے اور اختصار سے اس لیے کام لیا گیا ہے کہ پڑھنے والوں کی طبیعت جھنجلا اور جی اکتا نہ جائے۔

پہلا باب	بادشاہوں کی سیرت کے بارے میں
دوسرا باب	درویشوں کے اخلاق کے بارے میں
تیسرا باب	صبر و قناعت کی فضیلت کے بارے میں
چوتھا باب	خاموشی کے فائدوں کے بارے میں۔
پانچواں باب	عشق و جوانی کے بارے میں
چھٹا باب	ضعف و بڑھاپے کے بارے میں
ساتواں باب	تربیت کے اثر کے بارے میں
آٹھواں باب	آداب صحبت کے بارے میں

جن بھلے دنوں ہم اس کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے ہجری سن چھ سو چھپن تھا،

ہمارا مقصد نصیحت کرنا تھا، سو ہم کر چکے اب تمہیں اللہ کو سونپتے ہوئے ہم اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں۔

باب اول

در سیرت پادشاهان

حکایت پادشاهی را شنیدم که بکشتن اسیری اشارت کرد بیچاره دران حالت نومیدی ملک را دشنام دادن گرفت و سقط گفتن، که گفته اند: هر که دست از جان بشوید هرچه در دل دارد بگوید:

وقت ضرورت چو نماند گریز — دست بگیرد سر شمشیر تیز

اِذَا یَئِسَ الْاِنْسَانُ طَالَ لِسَانُهٗ — کَسِنَّوْرٍ مَّغْلُوْبٍ یَّصُوْلُ عَلَی الْکَلْبِ

ملک پرسید چه میگوید؟ یکی از وزرای نیک محضر گفت: ای خداوند همی گوید وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ملک را رحمت آمد واز سرِ خون او در گذشت ـ وزیر دیگر، که ضدّ او بود گفت: ابنای جنس ما را نشاید در حضرت پادشاهان سخن جز براستی گفتن، این مرد ملک را دشنام داد و ناسزا گفت ـ ملک رویَ ازین سخن درهم کشید وگفت: مرا آن دروغ وی پسندیده تر آمد ازیَن راست که تو گفتی رویَ آن در مصلحتی بود وبنای این بر خبثی وخردمندان گفته اند: دروغی مصلحت آمیز به که راستی فتنه انگیز ـ

هر که شاه آن کند که او گوید — حیف باشد که جز نکو گوید

برطاق ایوان فریدون نبشته بُود:

جهان ای برادر نماند بکس — دِل اندر جهان آفرین بند و بس

مُکن تکیه بر ملک دنیا و پشت — که بسیار کس چون تو پرورد و کشت

چو آهنگ رفتن کند جان پاک — چه بر تخت مردن، چه بر رُویَ خاک

حکایت یکی از ملوک خراسان محمود سبکتگین را بخواب دید که جمله وجود او ریخته بود و خاک شده، مگر چشمان او که همچنان در چشم خانه همی گردید و نظر همیکرد ـ سائر حکما از تأویل این فرو ماندند، مگر درویشی که بجای آورد، وگفت: هنوز نگرانست که ملکش با گران است

بس نامور بزیر زمین دفن کرده اند — کز هستیش بروی زمین در نشان نماند

وآن پیر لاشه را که سپردند زیر خاک — خاکش چنان بخورد کزو استخوان نماند

زنده است نام فرّخ نوشیروان بخیر — گرچه بسی گذشت که نوشیروان نماند

خیری کن، ای فلان وغنیمت شمار عمر — زان پیشتر که بانگ برآید: فلان نماند

پہلا باب

بادشاہوں کی سیرت کے بارے میں

حکایت میں نے سنا کہ کسی بادشاہ نے ایک قیدی کے قتل کا حکم دیا۔ بیچارہ مایوسی کے عالم میں بادشاہ کو گالیاں دینے اور برا بھلا کہنے لگا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو انسان زندگی سے ہاتھ دھو لیتا ہے جو جی میں آئے کہہ دیتا ہے۔

جب صلح کرنے یا بھاگ نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی تو مجبور ہو کر آدمی تلوار کی تیز دھار کو ہاتھ سے تھام لیتا ہے۔

مایوس انسان کی زبان قابو میں نہیں رہتی۔ جسطرح بلی جب مغلوب ہو جاتی ہے تو کتے پر حملہ کر دیتی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ ایک نیک دل وزیر نے عرض کیا خداوند نعمت یہ بیچارہ قرآن پاک کی وہ آیت پڑھ رہا ہے جس میں خدا نے غصہ کو ضبط کرنے اور خطاکاروں کو معاف کرنے والوں کی تعریف کی ہے۔ بادشاہ کو قیدی پر رحم آیا اور اس کے قتل سے درگزر کیا دوسرے وزیر سے جو پہلے کا الٹ تھا نہ رہا گیا۔ کہنے لگا ہماری طرح کے لوگوں کو زیب نہیں دیتا کہ بادشاہ کے حضور میں سچ کے علاوہ بھی کوئی بات زبان پر لائیں حق بات یوں ہے کہ اس قیدی نے حضور کو گالیاں اور کوسنے دیئے ہیں۔ بادشاہ نے اس وزیر کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا اسکا جھوٹ تمہارے اس سچ سے ہمارے لیے پسندیدہ تر ہے کیونکہ اس جھوٹ کا رخ بھلائی کیطرف تھا اور اس سچائی کی بنا خباثت پر تھی۔ داناؤں کا قول ہے کہ وہ جھوٹ جس سے بھلائی مقصود ہو اس سچ سے بہتر جو فتنہ پیدا کرے۔

جس شخص کے کہنے پر بادشاہ عمل پیرا ہو جائے وہ اگر اسے نیک رائے نہ دے تو صد حیف ہے۔

فریدون بادشاہ کے محل کی محراب پر لکھا ہوا تھا۔

اے بھائی دنیا کسی سے وفا نہیں کرتی پس بہتر یہی ہے کہ اپنے خالق حقیقی سے لو لگا۔

دنیا کی سرداری اور بادشاہت پر بھروسہ مت کر اس نے تجھ ایسے کتنوں کو اپنی آغوش میں پالا اور پھر خود ہی انہیں مار ڈالا۔

جب جان پاک (روح) نے جسم کو چھوڑنے کا ارادہ کر ہی لیا تو پھر تخت یا فرش خاک پہ مرنا ایک برابر ہے۔

حکایت خراسان کے ایک بادشاہ نے محمود سبکتگین کو خواب میں دیکھا کہ اسکا تمام جسم خاک میں ملکر خاک ہو چکا تھا مگر اسکی آنکھیں اپنے حلقوں میں بدستور صحیح و سالم دیکھ رہی تھیں سب دانا اس خواب کی تعبیر بتانے سے عاجز آگئے سوائے ایک درویش کے جس نے بالکل صحیح تعبیر بتائی کہنے لگا وہ ابتک دیکھ رہا ہے کہ اسکا ملک دوسروں کے قبضے میں ہے

کتنے ہی نامور لوگ زیر زمین دفن کر دیئے گئے آج روئے زمین پر جن کا نام و نشان تک باقی نہیں

بڈھے کھوسٹ کی لاش کو سپرد خاک کیا تو مٹی اسسے یوں چٹ کر گئی کہ اس کی ہڈی تک نہ چھوڑی

اگرچہ نوشیرواں کو مرے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا مگر نیکی کی بدولت اس کا نام آج بھی زندہ ہے

اس چند روزہ زندگی کو غنیمت سمجھ اور اس وقت سے پیشتر کہ لوگ کہیں آج فلاں آدمی اس جہان سے کوچ کر گیا تم بھی کچھ نیکیاں کما لو۔

حکایت ملک زاده ای را شنیدم که کوتاه بود و حقیر و دیگر برادرانش بلند و خوبرو، باری پدر بکراهت و استحقار درو نظر همیکرد - پسر بفراست و استبصار بجای آورد و گفت: ای پدر کوتاه خردمند به که نادان بلند، نه هرچه بقامت مهتر بقیمت بهتر اَلشَّاةُ نَظِیفَةٌ وَالفِیلُ جِیفَةٌ

اَقَلُّ جِبَالِ الْاَرْضِ طُورٌ وَ اِنَّهُ — لَاَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ قَدْرًا وَّ مَنْزِلًا

آن شنیدی که لاغری دانا — گفت: باری بابلهی فربه

اسپ تازی وگر ضعیف بود — همچنان از طویلهٔ خر به

پدر بخندید، و ارکان دولت بپسندیدند و برادران برنجیدند -

تا مردِ سخن نگفته باشد — عیب و هنرش نهفته باشد

هر بیسه گمان مبر نهالی — باشد که پلنگ خفته باشد

شنیدم که: ملک را در آن قرب دشمنی صعب روی نمود، چون لشکر از هر دو طرف روی درهم آوردند اول کسیکه بمیدان اندر آمد این پسر بود و گفت:

آن نه من باشم که روز جنگ بینی پُشت من — آن منم کاندر میانِ خاک و خون بینی سری

کانکه جنگ آرد بخون خویش بازی میکند — روز میدان وانکه بگریزد بخون لشکری

این بگفت و بر سپاهِ دشمن زد و تنی چند مردان کاری را بینداخت - چوں پیش پدر باز آمد زمین خدمت بوسید و گفت:

ای که شخصِ منّت حقیر نمود — تا درشتی هنر نه پنداری

اسپِ لاغر میان بکار آید — روزِ میدان، نه گاوِ پرواری

آورده اند که: سپاهِ دشمن بی قیاس بود و اینان اندک، جماعتی آهنگ گریز کردند - پسر نعره زد و گفت: ای مردان بکوشید تا جامهٔ زنان نپوشید - سواران را بگفتن او تهوّر زیادت گشت، و بیکبار حمله آوردند، شنیدم که: هم در آن روز بر دشمن ظفر یافتند - ملک سر و چشمش را ببوسید و در کنار گرفت و هر روز نظر بیش کرد تا ولی عهد خویش کرد، برادران حسد بُردند و زهر در طعامش کردند - خواهرش از غرفه بدید و دریچه برهم زد، پسر دریافت - دست از طعام باز کشید و گفت: محالست که هنرمندان بمیرند و بی هنران جای ایشان بگیرند -

کس نیاید بزیر سایهٔ بُوم — ور همای از جهان شود معدُوم

پدر را ازین حال آگهی دادند، برادرانش را بخواند و گوشمالی بواجب داد، پس هریک را از اطراف بلاد حصّهٔ مرضی معین کرد تا فتنه بنشست و نزاع برخاست، که ده درویش در گلیمی بخسپند و دو پادشاه در اقلیمی نگنجند

حکایت میں نے سنا کسی بادشاہ کا ایک بیٹا ٹھنگنا اور بدشکل تھا اس کے دوسرے بھائی خوب قد آور اور خوبصورت تھے۔ ایک مرتبہ باپ نے اس کی طرف ناپسندیدگی اور حقارت سے دیکھا، شہزادہ اپنی عقل اور دانائی سے بھانپ کر کہنے لگا، اے باپ چھوٹے قد والا دانا بھلا یا لمبا تڑنگا بیوقوف ضروری نہیں کہ جو چیز قد کاٹھ میں بڑی ہو قیمت میں بھی زیادہ ہو۔ بکری چھوٹی ہے مگر پاکیزہ و حلال اور ہاتھی بڑا ہے مگر مردار۔

کوہ طور اگرچہ دنیا بھر کے پہاڑوں سے چھوٹا ہے مگر اللہ کے نزدیک اس کا رتبہ سب سے بڑا ہے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ کسی دبلے پتلے عقلمند نے ایک دفعہ ایک موٹے تازے احمق سے کہا تھا کہ :

عربی گھوڑا خواہ کمزور کیوں نہ ہو گدھوں کے پورے طویلے سے بہر حال بہتر۔

باپ ہنس پڑا امیروں وزیروں کو یہ بات پسند آئی مگر بھائیوں کو دکھ پہنچا۔

چپ ہے جب تک آدمی پردے میں ہے گفتگو سے کھلتے ہیں عیب و ہنر

جنگل میں ہر چتکبرے جانور کو شکار مت سمجھ / ہوسکتا ہے کہ چیتا سو رہا ہو۔

میں نے سنا انہی دنوں میں بادشاہ پر کسی زبردست دشمن نے چڑھائی کر دی، جب طرفین سے لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سب سے پہلے میدان جنگ میں کودنے والا وہی ٹھنگنا شاہزادہ تھا۔ کہنے لگا :

میں لڑائی کے دن پیٹھ دکھانے والا نہیں ہوں خاک و خوں میں لت پت ہونے اور سر دھڑ کی بازی لگانے والا بہادر ہوں۔

میدان جنگ میں ڈٹ کر لڑنے والا اپنی جان کی بازی لگاتا ہے اور میدان سے منہ موڑ کر بھاگنے والا پورے لشکر کے خون سے کھیلتا ہے۔

یہ کہکر دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑا اور چند تجربہ کار فوجی جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار ڈالا جب لوٹ کر باپ کی خدمت میں پہنچا تو زمین بوس ہوکر آداب بجالایا اور کہا :

اے باپ میرا قد کاٹھ تیری نظروں میں حقیر تھا، مگر موٹاپے اور چوڑے چکلے پن ہی کو ہنر نہ سمجھئے۔

میدانِ جنگ میں موٹا تازہ بھاری بھر کم بیل نہیں دُبلا پتلا گھوڑا ہی کام آتا ہے۔

کہتے ہیں کہ دشمن کی ان گنت فوج کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت کم تھی۔ ان میں سے ایک گروہ راہ فرار اختیار کرنے کا سوچ رہا تھا کہ شہزادے نے للکار کر کہا مرد ہو تو مردانگی کے جوہر دکھاؤ ، تاکہ عورتوں کا ملبوس نہ پہننا پڑے اس کے اس بول سے سواروں کی غیرت حرکت میں آگئی اور جوش بڑھ گیا۔ یکبارگی دشمن پر ٹوٹ پڑے میں نے سنا کہ وہ اسی روز دشمن پر غالب آ گئے۔ بادشاہ نے شہزادے کے سر اور آنکھوں کو چوما اور سینے سے لگا لیا اور روز بروز زیادہ مہربان ہوتا گیا حتی کہ اسے اپنا ولی عہد نامزد کر دیا۔ دوسرے بھائی حسد کی آگ میں جلنے لگے، انہوں نے کھانے میں زہر ڈلوا دیا، اتفاق سے شہزادے کی بہن بالاخانے سے یہ ماجرا دیکھ رہی تھی اسنے کھڑکی کا پاٹ کھٹکھٹایا شہزادہ بھانپ گیا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ کر کہنے لگا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عقلمند تو مر کھپ جائیں اور نالائق انکی مسند پر قبضہ جمائیں۔

کون آتا ہے زیر سایہ بوم گو ہما اس جہاں سے ہو معدوم

بادشاہ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو اسنے اپنے دوسرے بیٹوں کو بلا کر انکی مناسب گوشمالی کی ہر کسی کو اسکی دلپسند جاگیر عطا کر دی۔ فتنہ دب گیا اور جھگڑا ختم ہوگیا۔ کیونکہ دس درویش ایک گدڑی میں سو سکتے ہیں مگر دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں سما سکتے۔

نیم نانی گر خورد مردِ خدای — بذل درویشان کند نیمی دگر
ملک اقلیمی بگیرد پادشاه — همچنان در بندِ اقلیمی دگر

حکایت طائفهٔ دزدانِ عرب بر سر کوهی نشسته بودند و منفذِ کاروان بسته و رعیتِ بُلدان از مکایدِ ایشان مرعوب و لشکر سلطان مغلوب، بحکمِ آنکه ملاذی منیع از قلهٔ کوهی بدست آورده بودند و ملجاء و ماوای خود کرده. مدبران ممالک آن طرف در دفع مضرّت ایشان مشاورت کردند که، اگر این طائفه هم برین نسق روزگاری مداومت نمایند مقاومت ایشان ممتنع گردد.

درختی که اکنون گرفتست پای — به نیروی مردی بر آید ز جای
ورش، همچنان روزگاری هلی — بگردونش از بیخ بر نگسلی
سرِ چشمه شاید گرفتن بمیل — چو پُر شد نشاید گذشتن به پیل

سخن بر آن مقرر شد که، یکی را به تجسس ایشان برگماشتند و فرصت نگاه داشتند، تا وقتیکه در سر قومی رانده بُودند و بقعه خالی مانده، تنی چند مردان واقعه دیدهٔ جنگ آزموده را بفرستادند تا در شعبِ جبل پنهان شدند. شبانگاه که دزدان باز آمدند، سفر کرده و غارت آورده سلاح از تن بکشادند و رخت و غنیمت بنهادند، نخستین دشمنیکه در سر ایشان تاخت خواب بود، چندانکه پاسی از شب درگذشت.

قرص خورشید در سیاهی شد — یونس اندر دهان ماهی شد

مردان دلاور از کمینگاه بدر جستند و دست یکان یکان بر کتف بستند و بامدادان بدرگاه ملک حاضر آوردند. همه را کشتن فرمود. در آن میان جوانی بود که، میوهٔ عنفوان شبابش نو رسیده و سبزهٔ گلستان عذارش نو دمیده، یکی از وزرا پای تخت ملک را بوسه داد و روی شفاعت بر زمین نهاد و گفت: این پسر هنوز از باغ زندگی بر نخورده است و از ریحان جوانی تمتع نیافته، توقع بکرم و اخلاقِ خداوندی چنان است که به بخشیدن خون او بر بنده منت نهد. ملک روی ازین سخن در هم کشید و موافق رای بلندش نیامد و گفت:

پرتوِ نیکان نگیرد هر که بنیادش بدست — تربیت نااهل را چُون گِردگان بر گنبد است

نسل فساد اینان منقطع کردن اولی ترست و بیخ تبار ایشان بر آوردن، که آتش نشاندن و اخگر گذاشتن و افعی کشتن و بچه نگاه داشتن کارِ خردمندان نیست:

ابر گر آبِ زندگی بارد — هرگز از شاخِ بید بر نخوری
با فرومایه روزگار مبر — کز نیِ بوریا شکر نخوری

نصف روٹی کھا کے اِک مرد خدا نصف درویشوں کو کرتا ہے عطا
فتح کر کے اِک ملک کو بادشاہ چاہتا ہے دوسرے کو لے دبا

حکایت عرب کے کچھ قزاقوں نے کسی پہاڑ کی بلندی پہ اپنا ٹھکانہ بنا کر قافلوں کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ آس پاس کی شہری رعایا انکے حیلہ و مکر سے ہراساں اور شاہی فوج انکے ہاتھوں بے بس تھی کیونکہ انہوں نے پہاڑ کی چوٹی پہ ایک بلند اور ناقابل تسخیر گھاٹی پہ قبضہ جما کر اسے اپنی پناہ گاہ بنا رکھا تھا ادھر کے مدبران سلطنت نے ان کی مضرت رسانی کی روک تھام کیلئے مشورہ کیا اور کہا کہ قزاقوں کے اس ٹولے کو اگر یونہی دندنانے کی مزید ڈھیل دی گئی تو پھر ان کا مقابلہ محال ہو جائے گا۔

تازہ کاشت کئے ہوئے پودے کو ایک ہی آدمی کی طاقت اکھاڑ باہر کرتی ہے،

لیکن اگر اسے بڑھنے اور پھلنے پھولنے دیا تو اس کی جڑیں جم جانے کے بعد پھر چرخی سے بھی اکھاڑا نہ جا سکیگا۔

چشمے کے سرے کو تو ایک سلائی سے بند کیا جا سکتا ہے لیکن جب وہ بھر کر ٹھاٹھیں مارنے لگے تو پھر ہاتھی پہ سوار ہو کر بھی اس میں سے گزرنا ممکن نہ ہوگا۔

بالآخر طے یہ پایا کہ کسی شخص کو ان کی ٹوہ لگانے پر مقرر کیا جائے اور مناسب موقع کا انتظار کیا جائے ایک روز ڈاکو کہیں ڈاکہ ڈالنے گئے ہوئے تھے، انکا ٹھکانہ خالی پڑا ہوا تھا۔ بادشاہ نے فوراً چند تجربہ کار اور جنگ آزمودہ بہادروں کو ادھر بھیج دیا جو پہاڑ کے درے میں گھات لگا کر بیٹھ گئے رات کو ڈاکو واپس لوٹے، سفر کر رکھا تھا۔ لوٹ مار کا سامان لائے تھے لہذا ہتھیار اتار کر سامان اور مال غنیمت زمین پر رکھا، پہلا دشمن جسنے اُن پر حملہ کیا نیند تھی۔ حتیٰ کہ رات کا ایک پہر گزر گیا۔

سورج کی ٹکیہ تاریکی میں ڈوب گئی اور یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔

وہ بہادر اپنی گھات سے کود کر باہر آگئے اور ایک ایک کر کے ان سب کی مشکیں کس لیں اور صبح کے وقت سب کو شاہی دربار میں لے آئے، بادشاہ نے حکم دیا کہ سب کی گردن اڑا دی جائے، ڈاکوؤں کے گروہ میں ایک نوعمر لڑکا بھی تھا، اس اٹھتی جوانی کی مسیں ابھی بھیگی ہی تھیں، ایک وزیر نے شاہی تخت کو چوم کر سفارش کی کہ اس لڑکے نے نہ تو ابھی زندگی کے باغ کا کوئی پھل کھایا ہے اور نہ شباب ہی کا کوئی لطف اٹھایا ہے۔ آپ کے شاہانہ اخلاق سے توقع ہے کہ اس کی جان بخشی فرما کر مجھ پر احسان کریں گے، بادشاہ کو وزیر کی یہ بے محل سفارش پسند نہ آئی، اس نے منہ پھیر کر کہا کہ

بداصل نیکوں کا کبھی اثر نہیں لیتا، نااہل کی تربیت گنبد پر اخروٹ رکھنے کے مترادف ہے۔

ان کی نسل کشی ہی میں بھلائی ہے، ان کے تو قبیلوں کو جڑ سے اکھاڑ دینا ہی بہتر ہے۔ آگ بجھانا اور انگارا چھوڑ دینا یا سانپ کو مار ڈالنا اور سپولیے کو پالنا عقلمندوں کا کام نہیں۔

آسمان سے اگر آبحیات بھی برسے تو تُو شاخ بید سے پھل حاصل نہ کرے گا۔

رذیل شخص کے ساتھ کوئی معاملہ نہ رکھ اس لیے کہ پٹ سن کی نَے سے شکر نہیں مل سکتی۔

وزیر چون این سخن بشنید طوعاً و کرهاً بپسندید و بر حسن رای ملک آفرین خواند و گفت: آنچه خداوند دام ملکه فرمود عین حقیقت است، که اگر در صحبت آن بدان تربیت یافتی طبیعت ایشان گرفتی اما بنده امیدوار است که بعشرت صالحان تربیت پذیرد و خوی خردمندان گیرد، که هنوز طفل است و سیرت بغی و عناد آن گروه در نهاد او متمکن نشده، و در حدیث است: مَامِنْ مَوْلُودٍ اِلَّا وَقَدْ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ

با بدان یار گشت همسر لوط   خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کهف روزی چند   پی نیکان گرفت و مردم شد

این بگفت و طایفه ای از ندما ملک باوی بشفاعت یار شدند، تا ملک از سر خون او درگذشت و گفت: بخشیدم اگرچه مصلحت ندیدم:

دانی که چه گفت زال با رستم گرد؟   دشمن نتوان حقیر و بیچاره شمرد
دیدم بسی که آب سر چشمهٔ خرد   چون بیشتر آمد شتر و بار ببرد

فی الجمله پسر را بناز و نعمت برآوردن گرفت و استاد ادیب را بتربیت او نصب کرد تا حسن خطاب و ردّ جواب و سایر آداب خدمت ملوکش درآموخت، چنانکه در نظر همگنان پسند آمد، باری وزیر از شمایل او در حضرت ملک شمهٔ میگفت که: تربیت عاقلان درو اثر کرده است و جهل قدیم از جبلت او بدر برده، ملک را ازین سخن تبسم آمد و گفت:

عاقبت گرگ زاده گرگ شود   گرچه با آدمی بزرگ شود

سالی دو برین برآمد، طایفه اوباش محلت درو پیوستند و عقد موافقت بستند، تا بوقت فرصت وزیر و هر دو پسرش را بکشت و نعمتی بی قیاس برداشت و در مغارهٔ دزدان بجای پدر بنشست و عاصی شد. ملک دست تحسر بدندان گزیدن گرفت و گفت:

شمشیر نیک از آهن بد چون کند کسی؟   ناکس به تربیت نشود، ای حکیم، کس
باران که در لطافت طبعش خلاف نیست   از باغ لاله روید وز شوره بوم خس
زمین شوره سنبل بر نیارد   درو تخم و عمل ضایع مگردان
نکوئی با بدان کردن چنانست   که بد کردن بجای نیکمردان

وزیر نے بادشاہ کی بات سُنی، چاروناچار پسندیدگی کا اظہار بھی کیا، بلکہ رائے عالی پہ داد تحسین بھی دی اور عرض کی خدا آپ کی حکومت کو دوام بخشے آپ نے بالکل بجا فرمایا اگر بُروں کی صحبت میں تربیت پاتا تو انہی کی خو بو حاصل کر لیتا، مگر مجھ ناچیز کو امید ہے کہ یہ چونکہ ابھی بچہ ہے ان لوگوں کے ظالمانہ اور باغیانہ روش نے ابھی اس کے دِل میں گھر نہیں کیا، اگر نیکوں کی صحبت میں تربیت پائیگا تو ان کے پر تو سے نیک بن جائے گا، حدیث میں آیا ہے کہ ہر بچہ (دین) فطرت ہی پہ پیدا ہوتا ہے اس کے والدین پھر اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

صحبتِ بد میں نوح کا بیٹا　　شانِ پیغمبری کی کھو بیٹھا
سگِ اصحابِ کہف نیکی سے　　مل کے نیکوں میں نیک ہو بیٹھا

اس نے یہ عرض کی تو کچھ اور درباری بھی اس کی تائید کرنے لگے، حتیٰ کہ بادشاہ نے اس کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا، کہنے لگا، میں اس کی جان بخشی کرتا ہوں اگرچہ اس میں بھلائی نظر نہیں آتی۔

جانتے ہو زال نے بہادر رستم کو کیا نصیحت کی تھی　دشمن کو کبھی حقیر اور ناتواں نہ سمجھنا۔

بارہا ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک چھوٹا سر چشمہ آگے بڑھ کر یوں بپھرا کہ اونٹوں اور ان پر لدے ہوئے مال و متاع کو بھی بہا کر لے گیا۔

قصہ مختصر یہ کہ وزیر ناز و نعمت سے اس کی پرورش کرنے لگا، ایک لائق فائق استاد کو اس کی تربیت پر مقرر کیا، جس نے اسے علم و ہنر کے ساتھ ساتھ بطریقِ احسن خطاب کرنے اور جواب دینے کا طریق سکھایا، شاہی دربار کے آداب و قواعد سکھائے سبھی اس کو پسند کرنے لگے، ایک مرتبہ وزیر بادشاہ کے حضور میں اس کی عادتوں اور خصلتوں کا تذکرہ کر رہا تھا کہ عقلمندوں کی تربیت اور صحبت نے اس کی فطری جہالت کو دُور کر دیا ہے بادشاہ مسکرا کر کہنے لگا۔

بھیڑیئے کا بچہ خواہ انسانوں کے ساتھ کیوں نہ پلے آخر کار بڑا ہو کر بھیڑیا ہی بنتا ہے۔

اس بات کو ڈیڑھ دو سال بھی نہ گزرنے پائے کہ اس نواح کے چند بدمعاشوں نے اس سے راہ و رسم پیدا کر کے اس سے یارانہ گانٹھ لیا، ایکدن موقع پا کر اس نے وزیر اور اس کے دونوں بیٹوں کو قتل کر دیا بیشمار مال و دولت سمیٹ کر پھر پہاڑ کی اسی کھوہ میں باپ کا قائم مقام بن کر جا بیٹھا اور سرکشی اختیار کی۔ بادشاہ نے حسرت و افسوس سے انگلی دانتوں میں داب لی اور کہا:

گھٹیا قسم کے لوہے سے اچھی تلوار کیسے بن سکتی ہے　ع　نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے،

بارش کی لطافتِ طبع تو ہر جگہ یکساں ہوتی ہے مگر باغ میں اس کے طفیل لالے کے پھُول اور شور زمین میں ٹھُنٹھ اور ببول اُگتے ہیں۔

بنجر زمین میں کبھی پھل پھُول نہیں اُگتے،　نہ بیج ضائع کر اور نہ یونہی جان مار۔

بدوں کے ساتھ بھلائی نیکوں کے ساتھ بدی کرنے کے برابر ہے۔

حکایت سرهنگ زاده ای را در سرای اغلمش دیدم که عقل و کیاستی و فهم و فراستی زایدالوصف داشت هم از عهد خردی آثار بزرگی در ناصیهٔ او پیدا:

بالایِ سرش ز هوشمندی   می تافت ستارهٔ بلندی

فی الجمله مقبول نظر سلطان آمد، که جمال صورت و کمال معنی داشت و خردمندان گفته اند که توانگری بهنر است، نه بمال و بزرگی بعقل است، نه بسال- ابنای جنس او بر منصب او حسد بردند و بخیانتش متهم کردند و در کشتن او سعی بیفائده نمودند، ۶ دشمن چه زند چو مهربان باشد دوست؛ ملک پرسید که، موجب خصمیِ اینان در حق تو چیست؟ گفت: در سایهٔ دولت خداوندی دام ملکه، همگنان را راضی کردم مگر حسود را، که راضی نمی شود الّا بزوال نعمت من و اقبال و دولتِ خداوند باد!

توانم اینکه نیازارم اندرون کسی   حسود را چه کنم کو ز خود برنج درست
بمیر تا برهی، ای حسود، کین رنجیست   که از مشقّت آن جز بمرگ نتوان رست

شور بختان بآرزو خواهند   مقبلان را زوال نعمت و جاه
گر نه بیند بروز شپره چشم   چشمهٔ آفتاب را چه گناه
راست خواهی هزار چشم چنان   کور، بهتر، که آفتاب سیاه

حکایت یکی را از ملوک عجم حکایت کنند که دست تطاول بمال رعیت دراز کرده بود و جور و اذیت آغاز نهاده. تا بجدی که خلق از مکاید فعلش بجهان برفتند و از کربت جورش راه غربت گرفتند چون رعیت کم شد ارتفاع ولایت نقصان پذیرفت، و خزانه تهی ماند و دشمنان زور آوردند:

هرکه فریاد رس روز مصیبت خواهد   گو، در ایام سلامت بجوانمردی کوش
بندهٔ حلقه بگوش ار ننوازی برود   لطف کن، لطف، که بیگانه شود حلقه بگوش

باری بمجلس او در کتاب شاهنامه همیخواندند، در زوال مملکت ضحاک و عهد فریدون- وزیر ملک را پرسید، هیچ توان دانستن که فریدون- که گنج و ملک و حشم نداشت، چگونه بر و مملکت مقرر شد، گفت آنچنانکه شنیدی: خلقی برو بتعصب گرد آمدند و تقویت کردند، پادشاهی یافت وزیر گفت: ای ملک، چون گرد آمدن خلقی موجب پادشاهیست تو مر خلق را چرا پریشان میکنی؟ مگر سرِ پادشاهی نداری؟

حکایت میں نے اغلمش کے محل کے دروازے پر ایک سپاہی زادے کو دیکھا جو بجد ذہین فہیم اور عقلمند تھا۔ اس کی پیشانی میں بچپن ہی میں بزرگی کے آثار نظر آرہے تھے۔

عقل وہوش کی وجہ سے اس کے سر پر بلندی کا ستارہ چمک رہا تھا۔

چونکہ صورت و سیرت دونوں میں لاجواب تھا بادشاہ کی نظروں میں جچ گیا، داناؤں کا قول ہے کہ امارت ہنر سے ہے مال و دولت سے نہیں اور بزرگی عقل و دانائی سے ہے عمر سے نہیں۔ اس کے ساتھی اس کے نئے عہدے پر مارے حسد کے جلنے لگے۔ اس پر خیانت کی تہمت لگائی اور اس کے قتل کرنے کی کوشش بھی کی جو ناکام رہی، دوست مہربان ہو تو دشمن کیا بگاڑ سکتا ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ آخر ان لوگوں کو تم سے کیا عداوت ہے۔ اس نے کہا خدا آپ کی حکومت کو دوام بخشے آپ کے سایہ ہما پایہ میں میں نے سبھوں کو راضی کیا سوائے حاسدوں کے جو میرے زوال کے سوا اور کسی چیز پر راضی نہیں ہو سکتے۔

میں یہ تو کر سکتا ہوں کہ کسی کا دل نہ دکھاؤں مگر حاسد کا کیا کروں کہ وہ تو اپنی آگ میں آپ جل رہا ہے۔

اے حاسد بہتر یہی ہے کہ تو مر جائے تاکہ اس عذاب سے چھوٹ جائے، کیونکہ جس عذاب میں تو مبتلا ہے موت کے سوا اور کوئی تمہیں اس سے چھٹکارا نہیں دلا سکتا۔

بدبخت لوگ خوش بختوں کے زوال کے دل وجان سے خواہشمند رہتے ہیں۔

اگر چمگادڑ دن کی روشنی میں نہیں دیکھ سکتا تو اس میں نور کے سرچشمے یعنی سورج کا کیا قصور۔

اور اگر سچ پوچھو تو ایسی ہزاروں آنکھوں کا اندھا ہو جانا بہتر ہے بجائے اس کے کہ آفتاب سیاہ ہو۔

حکایت ایران کے کسی بادشاہ کا ذکر ہے کہ رعیت کا مال زبردستی چھین لیتا اور ان پر ظلم وستم ڈھاتا تھا۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ لوگ اسکے لوٹ کھسوٹ کے نت نئے حیلے بہانوں سے تنگ آکر ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور اس کے ظلم و تشدد سے جس کے جدھر سینگ سمائے چلا گیا۔ رعیت گھٹ گئی تو آمدنی گھٹ گئی خزانہ خالی ہونے لگا تو دشمنوں نے زور پکڑا۔

جو یہ چاہتا ہو کہ مصیبت کے دنوں میں کوئی اس کی داد فریاد سنے تو اسے کہہ دو کہ بھلے دنوں میں لوگوں سے بھلائی کرے۔

غلام پر نوازشات نہیں کروگے تو وہ بھی وقت پڑنے پر کھسک جائے گا، لطف و مہربانی سے کام لو اس سے غیر بھی رام اور غلام ہو جاتے ہیں۔

ایک دفعہ شاہی مجلس میں شاہنامہ پڑھا جا رہا تھا ضحاک کی شکست اور فریدون کے بابرکت عہد کا بیان وزیر نے بادشاہ سے پوچھا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ فریدون کے پاس فوج، جائداد اور لشکر کچھ بھی نہ تھا اسے سلطنت کیسے مل گئی۔ بادشاہ نے کہا جیسا کہ تم نے سنا کہ عوام ضحاک کے بغض کی وجہ سے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اسے تقویت بخشی اور تخت پر بٹھا دیا۔ وزیر نے کہا جہاں پناہ اگر رعیت کا ساتھ ہونا ہی بادشاہت کا ذریعہ ہے تو حضور رعیت کو کیوں تتر بتر کر رہے ہیں، کیا آپ حکومت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟

همان به که لشکر بجان پروری	که سلطان به لشکر کند سروری

ملک گفت: موجبِ گرد آمدن سپاه و رعیت چه باشد؟ گفت، پادشاه را کرم باید تا بر و گرد آیند و رحمت تا در پناهِ دولتش ایمن نشینند۔ و ترا این هر دو نیست:

نکند جور پیشه سلطانی	که نیاید ز گرگ چوپانی
پادشاهی که طرح ظلم افگند	پای دیوار ملک خویش بکند

ملک را پند وزیر ناصح موافق طبع نیامد و روی از سخن درهم کشید و بزندانش فرستاد بسی بر نیامد که بنی عم سلطان بمنازعت خاستند و بمقاومت لشکر آراستند و ملک پدر خواستند قومی که از دست تطاول او بجان آمده بودند و پریشان شده بر ایشان گرد آمدند و تقویت کردند، تا ملک از تصرّف این بدر رفت و بر آنان مقرر شد۔

پادشاهی کو روا دارد ستم بر زیر دست	دوستدارش روز سختی دشمن زور آور است
با رعیت صلح کن وز جنگ خصم ایمن نشین	زانکه شاهنشاهِ عادل را رعیت لشکر است

حکایت پادشاهی با غلامی عجمی در کشتی نشست غلام دیگر دریا ندیده بود و محنت کشتی نیازموده۔ گریه و زاری در نهاد و لرزه بر اندامش اوفتاد۔ چندانکه ملاطفت کردند آرام نمیگرفت و ملک را عیش ازو منغّص بود، چاره ندانستند حکیمی در آن کشتی بود، ملک را گفت: اگر فرمان دهی من او را بطریقی خاموش گردانم، گفت، اگر بکنی غایت لطف و کرم باشد، بفرمود تا غلام را بدریا انداختند۔ باری چند غوطه خورد، مویش گرفتند و به پیش کشتی آوردند بدو دست در سکّان کشتی آویخت، چون بر آمد بگوشه ای بنشست و آرام یافت ملک را عجب آمد، پرسید که درین چه حکمت بود؟ گفت: از اول محنت غرق شدن ناچشیده بود، و قدر سلامت کشتی نمیدانست، همچنین قدر عافیت کسی داند که بمصیبتی گرفتار آید۔

ای سیر، ترا نانِ جوین خوش ننماید	معشوق من است آنکه بنزدیک تو زشت است
حورانِ بهشتی را دوزخ بود اعراف	از دوزخیان پرس که اعراف بهشت است
فرق است میان آنکه یارش در بر	تا آنکه دو چشم انتظارش بر در

حکایت هرمز را گفتند وزیران پدر را چه خطا دیدی که بند فرمودی؟ گفت خطای معلوم نکردم ولیکن دیدم که مهابت من در دلِ ایشان بیکران است و بر عهد من اعتماد کلی ندارند ترسیدم از بیم گزندِ خویش آهنگ هلاک من کنند۔ پس قولِ حکما را کار بستم که گفته اند۔

ازآن کز تو ترسد بترس، ای حکیم	وگر با چنون صد بر آئی بجنگ

بہتر یہی ہے کہ سپاہ و لشکر کی دل و جان سے پرورش کیجائے اسلئے کہ بادشاہ انہی کے بل بوتے پر حکومت کرتا ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ فوج و رعایا کی وفاداری کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔ وزیر بولا کہ بادشاہ کو کرم کرنا چاہیئے تاکہ لوگ اسکے گرد جمع ہوجائیں، اور رحم کرے تاکہ وہ حکومت کے زیر سایہ، اطمینان سے زندگی گزاریں اور آپ میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔

نہ بھیڑیا ریوڑ کی نگہبانی کر سکتا ہے اور نہ ظالم حکمران سُلطانی۔

ظلم و ستم کی بنیاد رکھنے والا حاکم اپنی حکومت کی جڑ آپ ہی کاٹتا ہے۔

ناصح وزیر کی نصیحت اس کے موافقِ مزاج نہ ٹھہری خفا ہوگیا اور اسے جیل بھیج دیا۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ بادشاہ کے چچیرے بھائیوں نے جھگڑا کھڑا کر دیا اور مقابلہ کیلئے لشکر آراستہ کر کے حق وراثت مانگا۔ جو لوگ ظالم بادشاہ کے ظلم سے تنگ آ کر ادھر اُدھر چلے گئے تھے، اُن کی وفاداری کا دم بھرنے لگے، انہوں نے زور پکڑا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت بادشاہ کے ہاتھ سے نکل کر اُن کے ہاتھ میں چلی گئی۔

جو حاکم اپنے ماتحتوں پر ظلم و ستم کرتا ہے تو وقت پڑے پر اس کے خیر خواہ بھی زبردست دشمن بن جاتے ہیں۔

رعایا سے بھلائی کر اور دشمن کی دشمنی اور جنگ سے محفوظ رہ کیونکہ عادل بادشاہ کی ساری رعایا اس کی سپاہ ہوتی ہے۔

حکایت ایک بادشاہ ایک عجمی غلام کے ہمراہ کشتی میں سوار ہوا غلام نے نہ پہلے کبھی دریائی سفر کیا تھا اور نہ ہی سمندری سفر کی تکلیفیں برداشت کی تھیں۔ چیخنے چلانے لگا۔ جسم پر کپکپی طاری ہوگئی۔ بہتیرا دم دلاسا دیا مگر وہ کسی طور چپ نہ ہوا۔ بادشاہ کا سارا مزا کرکرا ہوگیا۔ کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا۔ ایک دانا بھی کشتی میں سوار تھا بادشاہ سے کہنے لگا اگر آپ حکم دیں تو میں اسے ایک ترکیب سے چپ کرا دوں۔ بادشاہ نے کہا اگر کوئی تدبیر کر دیں تو بڑی مہربانی ہوگی اس پر دانا نے حکم دیا کہ اسے دریا میں پھینک دیا جائے جب چند غوطے کھا چکا تو اسے بالوں سے پکڑ لیا گیا اسے سہارا دیکر کشتی کے پاس لائے۔ دونوں ہاتھوں سے کشتی کا پچھلا حصہ تھام کر لٹکا رہا پھر جب اندر آیا کشتی میں سوار ہو کر دبک کر ایک کونے میں چپ چاپ بیٹھ گیا، بادشاہ کو حیرانی ہوئی پوچھا اس میں کیا حکمت تھی دانا نے کہا اس سے پہلے یہ نہ غرق ہونے کی مصیبت کو جانتا تھا اور نہ کشتی کو سلامتی کا ذریعہ مانتا تھا، عافیت کی قدر و قیمت وہی جانتا ہے جو مصیبت جھیل چکا ہو۔

اے سیر شکم آدمی تجھے جو کی روٹی سے رغبت نہیں جسے تو بُرا سمجھتا ہے وہ میرا من بھاتا کھانا ہے۔

اہلِ بہشت کیلئے اعراف ہے سقر
اہل سقر سے پوچھ کہ اعراف ہے بہشت
ہے فرق اس میں جسکو ملا لطفِ وصلِ یار
اور اس میں جو فراق میں ہے وقفِ انتظار

حکایت ہرمز سے لوگوں نے پُوچھا کہ تو نے اپنے باپ کے وزیروں میں کونسی خطا دیکھی جو انہیں جیل میں ٹھونس دیا۔ کہنے لگا خطا تو کوئی نظر نہ آئی البتہ یہ ضرور دیکھا کہ انکے دل میں میری بیحد ہیبت ہے اور میرے عہد پر وہ پورا اعتماد نہیں رکھتے۔ اس لیے میں ڈرا کہ وہ اپنے نقصان کے خوف کے مارے کہیں میری جان لینے کی نہ ٹھان لیں۔ لہٰذا میں نے داناؤں کے قول پر عمل کیا کہ انہوں نے فرمایا ہے۔

اے دانا آدمی جو تجھ سے ڈرتا ہے تو بھی اس سے ضرور ڈر خواہ تو اس جیسے سینکڑوں سے لڑائی میں کیوں نہ نپٹ سکے۔

نه بینی که چون گربه عاجز شود — بر آرد به چنگال چشم پلنگ؟
از آن مار بر پای راعی زند — که ترسد سرش را بکوبد بسنگ

حکایت یکی از ملوک عرب رنجور بود، در حالت پیری، و امید زندگانی قطع کرده، که سواری از در در آمد و بشارت داد که، فلان قلعه را بدولت خداوند کشادیم و دشمنان اسیر آمدند، و سپاه و رعیت آن طرف بجملگی مطیع فرمان گشتند، ملک نفسی سرد برآورد و گفت: وارثانِ ملک مرا بشارت ده:

درین امید بسر شد، دریغ عمرِ عزیز — که آنچه در دلم است از درم فراز آید
امید بسته بر آمد ولی چه فایده زانک — امید نیست که عمر گذشته باز آید

کوسِ رحلت بکوفت دستِ اجل — ای دو چشم، وداع سر بکنید
ای کفِ دست و ساعد و بازو — همه تودیع یک دگر بکنید
بر منِ اوفتاده دشمن کام — آخر، ای دوستان، گذر بکنید
روزگارم شُد به نادانی — من نکردم، شما حذر بکنید

حکایت بربالینِ تربت یحیی پیغمبر، علیه السلام، معتکف بودم، در جامع دمشق، که یکی از ملوک عرب که به بی انصافی منسوب بود، اتفاقاً بزیارت آمد و نماز کرد و حاجت خواست.

درویش و غنی بندهٔ این خاک درند — و آنانکه غنی ترانـد محتاج ترانـد

آنگه مرا گفت: از آنجا که همت درویشانست و صدق معاملتِ ایشان خاطری همراه من کنید که از دشمنی صعب اندیشناکم. گفتمش بر رعیتِ ضعیف رحمت کن، تا از دشمنِ قوی زحمت نه بینی:

به بازووان توانا و قوّت سرِ دست — خطاست پنجهٔ مسکینِ ناتوان بشکست
نترسد آنکه برافتادگان نبخشاید — که گر ز پای درآید کسش نگیرد دست؟
هر آنکه تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت — دماغ بیهده پخت و خیال باطل بست
ز گوش پنبه برون آر و دادِ خلق بده — وگر تو می ندهی داد، روز دادی هست

بنی آدم اعضای یک دیگر اند — که در آفرینش ز یک جوهر اند

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب بلی مسمی شکل بنا بیٹھتی ہے تو اس وقت وہ اپنے پنجے سے چیتے کی آنکھیں بھی نوچ ڈالتی ہے۔

سانپ چرواہے کے پاؤں پر اس لیے ڈستا ہے کہ وہ خود ڈرتا ہے کہ چرواہا پتھر سے اُسکا سر کچل دے گا۔

حکایت عرب کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ بڑھاپے میں ایسا بیمار ہوا کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ ایک سوار اندر آیا اور یہ خوشخبری لایا کہ ہم نے آپ کے اقبال کی بدولت فلاں قلعے کو فتح کر لیا دشمنوں کو قیدی بنا لیا اور ادھر کے لوگ اور فوجی سب کے سب آپ کے مطیع ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا یہ خوشخبری اب سلطنت کے وارثوں کو سناؤ۔

افسوس ساری عمر اس امید میں کٹ گئی کہ کہیں دلی تمنا بر آئے۔

دل کی آرزو پوری ہوئی پہ کیا فائدہ ؟ عمر بیت گئی اور عمر رفتہ کو کون آواز دے۔

موت کے بے رحم ہاتھ نے کوچ کا نقارہ بجا دیا، ای میری آنکھو اب میرے جسم وجاں کو الوداع کہو

اے ہاتھ کی ہتھیلی، کلائی اور بازو تم سب ایک دوسرے کو الوداع کہو

اے دوستو کبھی ادھر سے بھی گزرو اور مجھے دیکھو کہ کس طرح دشمنوں کی عین خواہشوں کے مطابق گرا پڑا ہوں۔

میری عمر تو غفلت و نادانی میں کٹ گئی، میں نے احتیاط نہ برتی مگر تم ضرور برتو۔

حکایت میں جامع دمشق میں حضرت یحیٰی علیہ السلام کی قبر کے سرہانے اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتفاقاً عرب کا ایک بادشاہ جو بے انصافی کے لیے مشہور تھا ادھر زیارت کے لیے آنکلا اس نے نماز پڑھی اور دعا مانگنے لگا :

کیا امیر اور کیا غریب سب اسی دروازے کے سائل ہیں۔ جو زیادہ امیر ہیں وہ دعاؤں کے زیادہ محتاج ہیں۔

پھر مجھے کہنے لگا اسلیے کہ درویش سخی ہوتے ہیں اور معاملہ میں مبنی برصداقت (آپ بھی درویش ہیں) ذرا میری طرف توجہ کیجیے۔ مجھے زبردست دشمن سے خطرہ لاحق ہے۔ میں نے کہا اپنی ضعیف رعایا پر رحم کر تاکہ تو طاقتور دشمن کے ہاتھوں زحمت نہ اٹھائے۔

طاقتور بازوؤں اور مضبوط پنجے کے بل بوتے پر کسی کمزور ناتواں کا ہاتھ مروڑنا بڑی بھول ہے۔

جو آدمی گرے ہوئے انسانوں پر رحم نہیں کرتا گویا وہ ڈرتا ہی نہیں، اگر وہ کسی روز لڑکھڑا کر گر پڑا تو کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑے گا۔

جس کسی نے بدی کا بیج بویا اور نیکی کی توقع رکھی اس نے محض خیالی پلاؤ پکائے اور باطل گمانوں میں مبتلا رہا۔

اپنے کانوں سے غفلت کا پنبہ نکال، خلق خدا کے ساتھ داد و انصاف سے کام لے، اگر تو داد نہیں دیگا تو پھر عدل و انصاف کا ایکدن معین ہے

اِک دوسرے کے عضو ہیں انساں ہیں جس قدر   اک خانداں سبھی کا ہے اِک اصل اِک گہر

چو عضوی بدرد آورد روزگار　　دگر عضوها را نماند قرار
تو، کز محنت دیگران بیغمی　　نشاید که نامت نهند آدمی!

حکایت درویشی مستجاب الدّعوة در بغداد پدید آمد. حجّاج یوسف را خبر کردند. بخواندش وگفت: دعای خیری برمن بکن. گفت: خدایا جانش بستان. گفت از بهر خدا، این چه دعاست؟ گفت دعای خیر است ترا وجملهٔ مسلمانانرا:

ای زبر دستِ زیر دست آزار　　گرم تا کی بماند این بازار؟
بچه کار آیدت جهانداری؟　　مردنت به که، مردم آزاری

حکایت یکی از ملوک بی انصاف پارسائی را پرسید که از عبادتها کدام فاضل تراست؟ گفت ترا خوابِ نیم روز تا در آن یک نفس خلق را نیازاری:

ظالمی را خفته دیدم بنیمروز　　گفتم، این فتنه است خوابش برده به
وانکه خوابش بهتر از بیداری است　　آن چنان بد زندگانی مُرده به

حکایت یکی از ملوک را شنیدم که، شبی در عشرت روز کرده بود و در پایانِ مستی همی گفت:

مارا بجهان خوشتر ازاین یکدم نیست　　کز نیک و بد اندیشه وازکس غم نیست

درویشی برهنه بسرما برون خفته بود وگفت:

ای آنکه باقبال تو در عالم نیست　　گیرم که غمت نیست، غم ماهم نیست

ملک را خوش آمد صرهٔ هزار دینار از روزن بیرون داشت که دامن بدار، ای درویش، گفت: دامن از کجا آرم؟ که جامه ندارم. ملک را بر حال ضعیف او رقّت زیادت گشت، خلعتی برآن مزید کرد و پیشش فرستاد. درویش مرآن نقد وجنس را باندک زمان بخورد و پریشان کرد و باز آمد:

قرار بر کف آزادگان نگیرد مال　　نه صبر در دلِ عاشق، نه آب در غربال

در حالتی که ملک را پروای او نبود حال بگفتند، بهم برآمد و روی ازو درهم کشید، وازینجا گفته اند اصحابِ فطنت وخبرت که، از حدت وصولتِ پادشاهان برحذر باید بودن که غالب همت ایشان بمعظماتِ امور مملکت متعلق باشد

اک عضو کھا کے چوٹ اگر بے قرار ہو　　جو دوسرے ہیں پھر انہیں کیسے قرار ہو
اوروں کے دکھ اور درد سے ہے تجھکو بے حسی　　زیبا نہیں کہ نام رکھیں تیرا آدمی

حکایت بغداد میں ایک مقبول الدعا بزرگ آنکلا۔ حجاج بن یوسف کو اطلاع دی گئی۔ اُس نے درویش کو بلایا اور کہا کہ میرے حق میں دعای خیر کہو۔ درویش کہنے لگا اے خدا اس کی جان لے لے، حجاج نے کہا خدا کیلئے ذرا سوچو تو سہی یہ کیسی دُعا ہے۔ درویش نے کہا کہ تمہارے بلکہ سارے مسلمانوں کے حق میں یہی بہترین دُعا ہے۔

دوسروں کے ہو درپئے آزار　　گرم کب تک رہیگا یہ بازار
تیرے کس کام کے یہ تاج اور تخت　　تیرا مرنا بھلا ہے اے کم بخت !!

حکایت ایک بے انصاف بادشاہ نے کسی پارسا سے پوچھا کہ عبادتوں میں سب سے افضل عبادت کونسی ہے اُس نے جواب دیا، تیرا دوپہر کو سو جانا۔ تاکہ کم از کم ان چند لمحات میں تو تو خلقِ خدا کو نہ ستائے۔

میں نے دوپہر کے وقت ایک ظالم کو سوئے ہوئے دیکھکر کہا کہ یہ فتنہ ہے سویا ہی رہے تو بہتر۔
جس آدمی کا سوجانا اس کے جاگنے سے بہتر ہو ایسا بُرا انسان مر ہی جائے تو بہتر ہے۔

حکایت میں نے سنا کہ ایک عیاش بادشاہ نے عیش و عشرت میں رات کو دن بنا رکھا تھا۔ شراب کے نشہ میں چور ہوکر کہہ رہا تھا کہ اس سے بڑھ کر ہمارے لیے خوشی اور مسرت کا اور کونسا وقت ہوگا۔ اس وقت نہ بُرے بھلے کا کھٹکا ہے اور نہ کسی کیطرف سے کوئی اندوہ
باہر سردی میں ایک ننگا دھڑنگا درویش اونگھ رہا تھا۔ کہنے لگا
اے صاحب اقبال بادشاہ آج دنیا میں تیرا کوئی ثانی نہیں چلو مان لیا یونہی سہی مگر ؎ نہیں غم اپنا ہمارا بھی غم نہیں ؟
بادشاہ کو یہ بات پسند آئی ہزار دینار کی تھیلی جھروکے سے باہر نکال کر کہا کہ دامن پھیلاؤ۔ درویش نے کہا غریب پرور کپڑا ہی بدن پر نہیں دامن کہاں سے لاؤں، بادشاہ کو اس کی غریبی پر اور بھی ترس آیا، تھیلی کے ساتھ ایک خلعت بھی بڑھادی اور اس کے پاس بھیجی ،
فقیر چند دنوں میں اس نقد وجنس کو کھا لٹا کر پھر بادشاہ کے دروازے پہ آحاضر ہوا۔
نہ چھلنی میں پانی ٹھہر سکتا ہے اور نہ عاشق کے دل میں صبر۔ یہی حال آزاد منش لوگوں کے ہاتھ میں روپے پیسے کا ہوتا ہے۔
ایک ایسی حالت میں جبکہ بادشاہ کو اس کی قطعاً کوئی پروا نہ تھی لوگوں نے بادشاہ سے اس کا حال بیان کیا۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا اس نے نفرت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا، اسی لیے اہلِ دانش و تجربہ نے کہا ہے کہ بادشاہوں کے جلال اور دبدبے سے ڈرتے

وتحمّلِ ازدهام عوام نکنند :

حرامش بود نعمتِ پادشاه　　　که هنگام فرصت ندارد نگاه

مجالِ سخن تا نبینی ز پیش　　　به بیهوده گفتن مبر قدر خویش

گفت این گدای شوخ مبذّر را که چندان نعمت بچندین مدت برانداخت، برانید، که خزینهٔ بیت المال لقمهٔ مساکین است، نه طعمهٔ اخوان الشّیاطین ! !

ابلهی کو روز روشن شمع کافوری نهد　　　زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

یکی از وزرای ناصح گفت : ای خداوند، مصلحت آن بینم که چنین کسان را وجه کفاف بتفاریق مجری دارند، تا در نفقه اسراف نکنند، اما آنچه فرمودی از زجر و منع، مناسب سیرتِ اربابِ همت نیست. یکی را بلطف امیدوار گردانیدن و باز بنومیدی خسته کردن :

بروی خود در طماع باز نتوان کرد　　　چو باز شد، به درشتی فراز نتوان کرد

کس نبیند که تشنگان حجاز　　　بر لب آب شور گرد آیند

هر کجا چشمهٔ بود شیرین　　　مردم و مرغ و مور گرد آیند

حکایت یکی از پادشاهان پیشین در رعایت مملکت سستی کردی و لشکر را بسختی داشتی. لاجرم دشمنی صعب روی نمود، همه پشت بدادند :

چو دارند گنج از سپاهی دریغ　　　دریغ آیدش دست بُردن به تیغ

یکی را از آنان که غدر کردند با من دم دوستی بود. ملامت کردم و گفتم : دونست و بی سپاس و سفله و ناحق شناس که باندک تغیّر حال از مخدوم قدیم برگردد و حقوقِ نعمت سالها در نوردد. گفت : ار بکرم معذور داری روا باشد، که اسبم بی جو بود و نمدزین بگرو و سلطان که به زر با سپاهی بخیلی کند، با او بجان جوانمردی نتوان کرد

زر بده مرد سپاهی را، تا سر بنهد　　　وگرش زر ندهی سر بنهد در عالم

اِذَا شَبِعَ الْکَمِیُّ یَصُوْلُ بَطْشاً　　　وَخَاوِیَ الْبَطْنِ، یَبْطِشُ بِالْفِرَارِ

حکایت یکی از وزرا معزول شد و بحلقهٔ درویشان در آمد، برکتِ صحبت ایشان در وی سرایت کرد و جمعیتِ خاطرش دست داد. ملک بار دیگر برو دل خوش کرد و عمل فرمود، قبولش نیامد و گفت : معزولی به که مشغولی.

ہی رہنا چاہیے، چونکہ انکی توجہ اکثر و بیشتر سلطنت کے اہم کاموں پر مرکوز رہتی ہے اسلئے عوامی ہجوم کو برداشت نہیں کرتے۔

جو آدمی مناسب موقع کو مدنظر نہیں رکھتا وہ شاہی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔

جب تک عرض مدعا کیلئے حالات سازگار نہ پاؤ التجا کر کے اپنی ساکھ نہ گنواؤ۔

جھنجلا کر حکم دیا ایسے فضول خرچ اور گستاخ گداگر کو جس نے اتنے مال کو اتنی مدت میں اڑا دیا نکال باہر کرو۔ بیت المال مساکین کی روزی کا سہارا ہے نہ کہ شیطانی گروہ کا چٹخارہ۔

جو احمق انسان دن کو کافوری شمع جلائے گا، جلد ہی ایسا وقت آجائیگا کہ اسے رات کو چراغ جلانے کیلئے تیل بھی ہاتھ نہ آئے گا۔

ایک ناصح وزیر نے عرض کی جہاں پناہ مجھے تو مصلحت اس بات میں نظر آتی ہے کہ ایسے لوگوں کو مختصر مگر مقرر وظیفہ مرحمت ہوتا رہے تو زیادہ اچھا ہے تاکہ الٹے تللے میں نہ اڑائیں۔ جہاں تک اس کو یہاں سے سختی اور تندی سے نکال دینے کا تعلق ہے یہ فیاض لوگوں کے شایان شان نہیں کہ پہلے اپنے لطف وکرم سے کسی کے دل میں امید کی جوت جگائیں اور پھر خود ہی اسے ناامیدی کے تیر سے زخمی کریں۔

طامع اور لالچی لوگوں پر اپنا دروازہ نہ کھولو جب ایک دفعہ کھل گیا تو پھر سختی سے بند نہ ہو سکیگا۔

کسی نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ حجاز کے پیاسے کھاری پانی کے پاس جاتے ہوں۔

مگر جہاں کہیں بھی ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ ہوگا جانور، چرند، پرند اور انسان سبھی وہیں جمع ہوں گے۔

حکایت اگلے زمانے میں کوئی بادشاہ تھا جو سلطنت کے کام کاج میں سستی اور لشکریوں سے سختی کرتا۔ جب ایک طاقتور دشمن نے سر اٹھایا تو سبھی پیٹھ دکھا گئے۔

اگر سپاہی پر روپیہ پیسہ نچھاور کرنے سے ہچکچائیں تو وہ بھی تلوار اٹھانے میں بہت پس و پیش کرتا ہے

بیوفاؤں میں سے ایک کے میرے ساتھ بھی دوستانہ مراسم تھے میں نے اسے لعنت ملامت کرتے ہوئے کہا کہ جو آدمی مالک کے معمولی سے تغیر حال پر اس سے منہ موڑ لے اور سالہا سال کے احسانات و نوازشات کو بھول جائے اس سے بڑھ کر کمینہ، ناشکرا، ادنی اور نمک حرام کون ہوگا؟ کہنے لگا اس سلسلہ میں مجھے معذور سمجھو تو عین عنایت ہوگی گھوڑے بچارے کو جو بیسر تھے اور زین کا نمدہ گروی رکھا ہوا تھا۔ جو بادشاہ فوج کو تنخواہ دینے کے معاملے میں بخل دکھائے اسکی خاطر جان کی بازی کون لگائے۔

فوجی سپاہی کو روپیہ پیسہ فراوانی سے دے تاکہ وہ مسرت سے تیری خاطر اپنا سر دینے کو تیار ہو اگر تو ایسا نہیں کریگا تو پھر وہ بھی جدھر اُس کے سینگ سمائیں گے نکل جائے گا۔

دلیر و شجاع سیر ہو کر شدت سے حملہ کرتا ہے۔ خالی شکم انسان راہ فرار اختیار کرتا ہے۔

حکایت کہتے ہیں کسی بادشاہ نے اپنے ایک وزیر کو معزول کر دیا، وہ درویشوں کے حلقے میں شامل ہو گیا اور انکی صحبت کی برکت کے اثر سے اسے سکون قلب نصیب ہو گیا۔ ایک مرتبہ بادشاہ پھر اس پر خوش ہوا اور اسے وزارت کے عہدہ پر بحال کر دیا مگر اس نے قبول نہ کیا، کہنے لگا ایسے شغل سے معزولی ہی بھلی۔

آنانکه بکنج عافیت بنشستند دندان سگ و دهان مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند واز دستِ زبانِ حرف گیران رستند

ملک گفت : هر آیینه ما را خردمندی کافی باید که تدبیر مملکت را بشاید- گفت: ای بادشاه ، نشان خردمند کافی آنست که بچنین کارها تن در ندهد :

همای بر همه مرغان از آن شرف دارد که استخوان خورد و جانور نیازارد

مثل - سیاه گوش را گفتند : ترا ملازمت صحبت شیر، بچه وجه اختیار افتاد ؟ گفت : تا فضلهٔ صیدش میخورم واز شرّ دشمنان در پناهِ صولتش زندگانی میکنم- گفتند : اکنون که بظلّ حمایتش در آمدی وبشکرِ نعمتش اعتراف کردی چرا نزدیکتر نیائی ؟ تا بحلقهٔ خاصانت در آرد واز بندگان مخلصت شمارد ، گفت : از بطش او همچنان ایمن نیستم-

اگر صد سال گبر آتش فروزد بیک دم کاندرو افتد بسوزد

افتد که ، ندیم حضرت سلطان را زر بیاید و باشد که سر برود ، وحکما گفته اند : که از تلوّن طبعِ پادشاهان برحذر باید بودن- که وقتی بسلامی بر نجند و دیگر وقت بدشنامی خلعت دهند وآورده اند که ، ظرافت بسیار کردن هنرِ ندیمان است وعیبِ حکیمان -

تو بر سر قدر خویشتن باش و وقار بازی وظرافت به ندیمان بگذار

حکایت یکی از رفیقان شکایت روزگار نامساعد بنزد من آورد که ، کفاف اندک دارم وعیال بسیار و طاقت بار فاقه نمی آرم ، و بارها در دلم آمد که ، باقلیمی دگر نقل کنم تا در هر آن صورت که زندگانی کرده شود کسی را بر نیک وبدِ من اطلاع نباشد

بس گرسنه خفت وکس ندانست که کیست بس جان بلب آمد که بر وکس نگریست

باز از شماتت اعدا بر اندیشم که بطعنه در قفای من بخندند وسعی مرا در حق عیال ، بر عدم مروت حمل کنند وگویند :

مبین آن بی حمیت را که هرگز نخواهد دید روی نیک بختی
که آسانی گزیند خویشتن را زن و فرزند بگذارد بسختی

ودر علم محاسبت ، چنانکه معلوم است ، چیزی دانم ، اگر بجاه شما جهتی معین شود که موجب جمعیت خاطر باشد، بقیت عمر از عهدهٔ شکر آن بیرون آمدن نتوانم- گفتم : عمل پادشاهان ، ای برادر ، دو طرف دارد- امید وبیم ، یعنی امیدِ نان وبیمِ جان وخلاف رایِ خردمندان است بدان امید در این بیم افتادن -

کس نیاید بخانهٔ درویش که ، خراج زمین و باغ بده

جو لوگ گوشۂ عافیت میں جا بیٹھے انہوں نے سگ صفت لوگوں کا منہ بند کر دیا۔

کاغذ و قلم کو خیر باد کہہ کر اپنے اختیارات سے سبکدوش ہوئے اور نکتہ چینوں کی زبان کے زخموں سے بچ گئے۔

بادشاہ نے کہا لازمی طور پر ہمیں تو امور سلطنت کے سلجھانے کے لیے ایک باکفایت وزیر چاہیے۔ کہنے لگا بادشاہ سلامت باکفایت ہونے کی نشانی یہی ہوگی کہ وہ ایسے کاموں کا بیڑا ہرگز نہیں اٹھائے گا۔

ہُما کو سب پرندوں پہ اسی لیے فضیلت حاصل ہے کہ وہ ہڈیاں کھا کر گذر اوقات کر لیتا ہے مگر کسی جانور کو دُکھ نہیں دیتا۔

مثل بن بلاؤ سے لوگوں نے پوچھا کہ تو نے شیر کی صحبت کس لیے اختیار کی، کہنے لگا میں اسکے شکار کا بچا کھچا کھا کر گزر بسر کر لیتا ہوں اور اُس کی ہیبت کی پناہ میں دشمنوں کے شر سے محفوظ رہ کر زندگی گزارتا ہوں۔ لوگوں نے کہا اب جب تم اُس کی پناہ کے سایہ تلے آگئے اور اسکی عطا کردہ نعمتوں کا بھی اعتراف کرتے ہو تو اسکے قریب کیوں نہیں چلے جاتے تاکہ تمہیں بھی اپنے مخلص غلاموں اور خاصوں کے حلقہ میں شمار کرے۔ کہنے لگا اسکی چیرہ دستی سے بھی تو محفوظ نہیں ہوں۔

آتش پرست خواہ سو سال تک آگ کی پرستش کیوں نہ کرتا رہے اگر پل بھر کیلئے اس میں گر جائے تو اسے بھی بھسم کر کے رکھ دے۔

ہو سکتا ہے کہ درباری مسخرہ مالا مال ہو کر دربار سے لوٹے اور یا پھر گردن کٹوا بیٹھے۔ داناؤں نے کہا ہے کہ بادشاہوں کی متلون مزاجی سے ڈرتے ہی رہنا چاہیے، کبھی تو وہ سلام کرنے پر بھی رنجیدہ ہو جاتے ہیں اور کبھی گالی دینے پر خلعت بخش دیتے ہیں۔ اسی لیے داناؤں نے کہا ہے کہ تمسخر و ظرافت جلیسوں کیلئے تو یقیناً ہنر ہے مگر داناؤں کیلئے اک عیب ہے۔

تو اپنی عزت و وقار کو مدنظر رکھ اور ہنسی مذاق اور تمسخر کو ندیموں پہ چھوڑ دے۔

حکایت میرا ایک دوست ناساز گار حالات کی شکایت میرے پاس لایا اور بولا کہ آمدنی کم اور بیوی بچے زیادہ ہیں فاقے برداشت کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں، کتنی مرتبہ جی میں آیا کہ کسی دوسری ولایت میں جا نکلوں۔ جہاں جیسی بھی بن پڑے گزرے کسی کو میرے بھلے بُرے کی خبر تک نہ ہو کتنے ایسے بھی ہوتے ہیں جو بھوکے سوتے ہیں مگر کسی کو علم نہیں ہوتا کہ وہ کون ہیں۔ اور کتنے ہی اس فاقہ مستی میں مر جاتے ہیں اور اُن پر چار آنسو بہانے والا کوئی نہیں ہوتا پھر دشمنوں کی شماتت سے ڈرتا ہوں کہ میرے پیچھے وہ طنزاً مذاق اڑائیں گے اور بال بچوں کے حق میں میری ان کوششوں کو بے مروتی سے منسوب کرتے ہوئے کہیں گے۔

اس بے غیرت انسان سے دُور ہی رہو اسے کبھی نیک بختی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

اس نے اپنی آسائش کو مدنظر رکھا اور بال بچوں کو سختی و بدبختی میں جھونک دیا۔

تمہیں معلوم ہی ہے کہ بہی کھاتہ رکھنے میں مجھے تھوڑی بہت مہارت حاصل ہے اگر تمہارے اثر و رسوخ سے سرکار دربار میں کوئی نوکری مل جائے جو میری دلجمعی کا باعث ہو میں عمر بھر آپکا احسان نہ بھولوں گا۔ میں نے کہا بھائی شاہی ملازمت کے دو پہلو ہوتے ہیں امید اور خوف، یعنی نان و نفقہ کی امید اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا خوف، اتنی معمولی امید کے بدلے اتنا بڑا خطرہ مول لینا عقلمندی نہیں۔

زمین اور باغ کے ٹیکس کے تقاضا کیلئے درویش کے گھر میں کوئی نہیں آتا۔

یا به تشویش و غصه راضی شو　　　یا جگر بند پیش زاغ بنه

گفت: این موافقِ حالِ من نگفتی و جوابِ سوالِ من نیاوردی، نشنیده ای که، هر که خیانت ورزد پشتش از حساب بلرزد۔

راستی موجب رضای خدا است　　　کس ندیدم که گم شد از رهِ راست

و حکما گویند چار کس از چار کس بجان برنجند، حرامی از سلطان، و دزد از پاسبان، و فاسق از غمّاز و روسپی از محتسب و آنرا که حساب پاک است از محاسبه چه باک؟

مکن فراخ رویّ در عمل، اگر خواهی
که وقتِ رفع تو باشد مجالِ دشمن تنگ
تو پاک باش و مدار ای برادر، از کس، باک
زنند جامهٔ ناپاک گازران بر سنگ

گفتم: حکایت آن روباه مناسب حال تست، که دیدندش گریزان و بی خویشتن افتان وخیزان، کسی گفتش: چه آفت است که موجب چندین مخافت است؟ گفتا: شنیده ام که شُتر را بسخره می گیرند، گفت: ای سفیه، آخر شتر را با تو چه مناسبت است و ترا بدو چه مشابهت؟ گفت، خاموش اگر حسودان بغرض گویند، شتر است، وگرفتار آیم که غم تخلیص من دارد تا تفتیش حال من کند؟ و تا تریاق از عراق آورده شود مارگزیده مرده بود، و ترا همچنین فضل است و دیانت و تقوٰی و امانت، اما متعنتان درکمین اند و مدعیان گوشه نشین، اگر آنچه حسنِ سیرت تست بخلافِ آن تقریر کنند و در معرضِ خطابِ پادشاه آئی، در آن حالت کرا مجالِ مقالت باشد؟ پس مصلحت آن بینم که، ملکِ قناعت را حراست کنی و ترکِ ریاست گوئی۔

بدریا در منافع بیشمار است　　　وگر خواهی سلامت برکنار است

رفیق این سخن بشنید و بهم برآمد، و رویّ از حکایت من درهم کشید و سخن ها رنجش آمیز گفتن گرفت، کین چه عقل و کفایت است و فهم و درایت؟ قول حکما درست آمد که گفته اند: دوستان در زندان بکار آیند که بر سفره همه دشمنان دوست نمایند۔

دوست مشمار آنکه در نعمت زند　　　لاف یاری و برادر خواندگی
دوست دانم آنکه گیرد دستِ دوست　　　در پریشان حالی و درماندگی

دیدم که متغیر می شود و نصیحت من بغرض می شنود، بنزدیک صاحب دیوان رفتم به سابقهٔ معرفتی که درمیان ما بود

تم بھی یا تو فکرمندی و غم کو اپناؤ اور یا پھر کسی بڑے خطرے کو مول لینے کے لیے تیار رہو۔

کہنے لگا یہ بات نہ تو میرے حسب حال ہے اور نہ ہی میرے سوال کا صحیح جواب۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ جو شخص خیانت کرتا ہے وہی محاسبے سے ڈرتا ہے۔

حق و صداقت ہی میں خدا کی خوشنودی ہے۔ میں نے آج تک کسی کو سیدھی راہ سے بھٹکتے ہوئے نہیں دیکھا۔

داناؤں کا قول ہے کہ چار قسم کے آدمیوں کو ان چاروں کا مستقل دھڑکا لگا رہتا ہے۔ سرکش کو بادشاہ کا، چور کو پہریدار کا، فاسق کو چغلخور کا اور فاحشہ کو کوتوال کا۔ مگر جس کا حساب پاک اسے محاسبے سے کیا ڈر؟

اگر تم چاہتے ہو کہ ملازمت سے علیحدگی کے وقت بھی تمہارے دشمنوں کا منہ بند رہے تو ملازمت کے زمانے میں بے احتیاطی اختیار نہ کرو۔

تم خود پاک رہو اور بے باک رہو

دھوبی ہمیشہ ناپاک کپڑوں کو ہی پتھر پہ مارتے ہیں۔

میں نے کہا بھائی اس لومڑی کی حکایت تمہارے حسب حال ہے جسے لوگوں نے دیکھا کہ بدحواسی کے عالم میں گرتی پڑتی بھاگی چلی جا رہی ہے کسی نے پوچھا تم پہ کیا آفت آن پڑی جو یوں تو کے دم بھاگی جا رہی ہو۔ بولی سنا ہے کہ اونٹوں کو بیگار میں پکڑ رہے ہیں ڈر ہے کہیں مجھے بھی نہ پکڑ لیں اس نے کہا اے احمق بھلا تجھے اونٹ سے کیا مناسبت اور اونٹ میں اور تجھ میں کیا مشابہت؟ اس نے کہا چپ ہی رہیے اگر کسی حاسد نے دشمنی کی غرض سے کہہ دیا کہ یہ بھی شتر ہے اور میں پکڑی گئی تو میری رہائی کا کسے غم لاحق ہوگا کہ وہ میرے احوال کی دیکھ بھال کرتے جب تک تریاق عراق سے آئے سانپ کا ڈسا ہوا وفات پا جائے۔ پس تمہارے علم و فضل اور امانت و دیانت میں شبہ نہ سہی مگر عیب گیر تو گھات میں ہونگے اور حاسد تاک میں اگر بادشاہ کے حضور میں چغلی کھاویں اور تمہاری اچھائی کو برائی کی شکل میں پیش کریں اور تم شاہی عتاب میں گرفتار ہو جاؤ تو وہاں سفارش کرنے کی کسے مجال ہوگی۔ لہٰذا میں تو اسی میں مصلحت سمجھتا ہوں کہ قناعت کے ملک ہی پر قبضہ جماؤ اور افسری کا خیال چھوڑ دو۔

ٹھیک ہے سمندر میں بہت سے فائدے بھی ہیں۔ مگر سلامتی درکار ہو تو وہ ساحل ہی پہ ہے۔

دوست نے یہ باتیں سنیں تو برا مانا۔ منہ پھیر کر جلی کٹی سنانے لگا، کہ تم کہاں علم و حکمت کے دفتر کھول بیٹھے بھلا یہ کہاں کی دانائی ہے اور معاملہ فہمی، داناؤں نے ٹھیک ہی تو کہا ہے کہ دوست وہ جو قید خانے میں کام آئیں۔ ورنہ دسترخوان پر تو دشمن بھی دوست ہی دکھائی دیتے ہیں۔

جو بھلے دنوں میں تمہاری دوستی کا دم بھرے اور بھائی چارے کی بڑیں ہانکے اسے دوست نہ سمجھو۔

دوست وہ ہوتا ہے جو اڑی میں آڑے آئے اور برے دنوں میں ساتھ دے۔

میں نے دیکھا کہ وہ بگڑ رہا ہے اور میری نصیحت خاص غرض کے تحت سن رہا ہے۔ میں شاہی میر منشی کے پاس گیا، پرانی جان پہچان کی بنا پر

صورت حالش بیان کردم و اہلیت و استحقاقش بگفتم تا بکاری مختصرش نصب کردند۔ چندی برین برآمد۔ لطفِ طبعش را بدیدند وحسنِ تدبیرش را بپسندیدند و کارش از آن درگذشت و بمرتبتی والاتر از آن متمکن شد، ہمچنین نجم سعادتش در ترقی بُود، تا باوجِ ارادت برسید، و مقرّب حضرت سلطان و مشاراً الیه و معتمد علیه گشت بر سلامت حالش شادمانی کردم وگفتم:

زکار بسته میندیش و دل شکسته مدار　　که آب چشمهٔ حیوان درون تاریکست

اَلَا لَا تَحْزَنَنَّ اَخَا لَبَلِیَّه　　فَلِلرَّحْمٰنِ اَلْطَافٌ خَفِیَّه

منشین ترش تو از گردش ایام، که صبر　　گرچه تلخست ولیکن برِ شیرین دارد

در آن قربت مرا با طائفهٔ یاران اتفاق سفر افتاد۔ چون از زیارت مکه باز آمدم دو منزلم استقبال کرد بظاہر پریشان دیدمش و در ہیأت درویشان، گفتم چه حالت است گفت آنچنانکه تو گفتی طائفهٔ حسد بردند وبخیانتم متّہم کردند وملک دام در کشفِ حقیقت آن استقصا نفرمود ویاران قدیم ودوستان حمیم از کلمهٔ حق خاموش شدند وصحبت دیرین فراموش کردند۔

حسد بردند و بخیانتم متّہم کردند وملک　در کشفِ حقیقت آن استقصا نفرمود ویاران قدیم ودوستان حمیم از کلمهٔ حق خاموش شدند وصحبت دیرین فراموش کردند۔

در بزرگی و دار و گیرِ عمل　　ز آشنایان فراغتی دارند

روز بیچارگی و درویشی　　دردِ دل پیش دوستان آرند

ظاہر حالتش را دیدم، پریشان و در ہیأت درویشان، گفتم چه حالت است گفت آنچنانکه تو گفتی طائفهٔ حسد بردند وبخیانتم متّہم کردند وملک　در کشفِ حقیقت آن استقصا نفرمود ویاران قدیم ودوستان حمیم از کلمهٔ حق خاموش شدند وصحبت دیرین فراموش کردند۔

نه بینی؟ که پیشِ خداوند جاه　　نیایش کنان دست بر بر نہند

اگر روزگارش در آرد ز پای　　ہمه عالمش پای بر سر نہند

فی الجمله بانواع عقوبت گرفتار آمدم، تا درین ہفته، که مژدهٔ سلامت حجاج برسید، از بند گرانم خلاص کردند و ملکِ موروثم خاص، گفتم: آن نوبت اشارتِ من قبولت نیامد که گفتم: عملِ پادشاہان چون سفر دریاست، خطرناک وسودمند، یا گنج برگیری یا در طلسم بمیری۔

یا زر بہر دو دست کند خواجه در کنار　　یا موج روزی افگندش مرده بر کنار

مصلحت ندیدم ازین بیش ریشِ درونش را بملامت خراشیدن ونمک پاشیدن، بدین کلمه اختصار کردم۔

ندانستی که، بینی بند بر پای　　چو در گوشت نیامد پند مردم

دگر ره گر نداری طاقتِ نیش　　مکن انگشت در سوراخِ کژدم

حکایت تنی چند از روندگان در صحبت من بودند، ظاہر ایشان بصلاح آراسته ویکی را از بزرگان در حقِ

اُس کی سفارش کی، اس کی قابلیت اور استحقاق کا ذکر کیا اس نے اسی وقت اسے ایک معمولی نوکری پر لگا دیا۔ کچھ دن یونہی گزرے پھر اسکی حسن تدبیر اور قابلیت کو دیکھ کر اس کا عہدہ بڑھا دیا اور وہ پہلے سے ایک اعلیٰ منصب پر جا پہنچا، اسکی خوش بختی کا ستارہ بدستور ترقی پر تھا حتیٰ کہ شاہی پسندیدگی کے نقطۂ عروج پر جا پہنچا۔ بادشاہ کا خاص مقرب، معتمد اور کرتا دھرتا بن بیٹھا۔ اسے خوشحال دیکھ کر مجھے دلی مسرت ہوئی، میں نے جی میں کہا

تنگ دستی میں دل شکستہ و حیران نہ ہو، آبحیات اندھیروں ہی میں تو پوشیدہ ہے۔

اے بلاؤں میں گھرے ہوئے انسان دیکھ غمگین نہ ہو اس لیے کہ خدائے مہربان کی عنایات پوشیدہ ہی ہوتی ہیں۔

دنوں کے ہیر پھیر سے تنگ دل نہ ہو، صبر شکر سے دن گزار، صبر اگرچہ کڑوا ہے مگر اس کا پھل میٹھا ہے۔

انہی دنوں میں مجھے حاجیوں کے ایک قافلے کے ساتھ سفر حج پہ جانے کا اتفاق ہوا۔ کافی عرصے بعد زیارت بیت اللہ شریف سے واپس لوٹا تو وہی دوست دو منزلیں بڑھ کر میرے استقبال کو آیا، میں نے بھانپ لیا کہ بچارہ معزول ہو گا کیونکہ سرکاری درباری افسروں کو دوستوں سے ملنے کی فرصت جبھی ملتی ہے جب انہیں ملازمت سے جواب مل جائے۔

اپنے عروج کے زمانے میں جب اُن کے دبدبے اور صولت کی ہر سو دھاک ہوتی ہے وہ دوستوں سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

مگر جب بُرا وقت آن پڑتا ہے تو پھر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے پرانے دوستوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

میں نے اس کے ظاہری حال کو دیکھا۔ بڑا ہی پریشان تھا صورت سے غربت ٹپکتی تھی۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے؟ بولا وہی جو تو نے کہا تھا۔ آخر اک گروہ نے حسد کیا۔ مجھ پر غبن کا الزام لگایا، بادشاہ سلامت نے اس کی تحقیق و تفتیش کے لیے کوئی زحمت نہ فرمائی۔ پرانے دوستوں اور لنگوٹیوں نے بھی سچی بات کہنے کے لیے زبان تک نہ ہلائی۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جاہ و منصب کے بھلے دنوں میں لوگ جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔

گردش ایام اگر لڑکھڑا دے تو وہی لوگ پھر اس کے سر کو کچلتے ہوئے جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں پیش آئیں، بارے خدا خدا کر کے اس ہفتے حاجیوں کی سلامتی کی خوشخبری پہنچی تو میرے پاؤں کی بیڑی بھی کٹی۔ پھر وہی ورثہ میں ملا ہوا فقر و فاقہ۔ اور وہی میں۔ میں نے کہا اس وقت تمہیں میری بات پسند نہ آئی میں نے پہلے ہی تمہیں سمجھایا تھا کہ شاہی ملازمت سمندری سفر کی طرح فائدہ مند بھی ہے اور خطرناک بھی۔ یا خزانہ لے کر آؤ یا بھنور میں مر جاؤ۔

یا تو غوطہ زن موتیوں سے مٹھیاں بھر لائے یا کسی روز بپھری ہوئی لہریں اس کی لاش کو ساحل پہ پھینک دیں گی۔

اس کے اندرونی زخموں کو ملامت کے ناخنوں سے مزید چھیلنا اور ان پر نمک چھڑکنا میں نے مناسب نہ سمجھا اور بات ان دو شعروں پہ ختم کر دی:۔

جب لوگوں کی نصیحت پر کان نہیں دھرو گے تو کسی نہ کسی دن اپنے پاؤں میں بیڑیاں دیکھو گے۔

اگر ڈنگ برداشت کرنے کی ہمت نہیں تو بچھو کے سوراخ میں انگلی مت دو۔

حکایت چند مسافر میرے ساتھ سفر کر رہے تھے، اُن کی ظاہری حالت درویشانہ تھی، ایک امیر کی درویشوں کے اس گروہ کے متعلق

این طایفه حسن ظنّی بلیغ بود و ادراری معیّن کرده تا یکی از ینان حرکتی کرد نه مناسب حال درویشان، ظن آن شخص فاسد شد و بازار اینان کاسد. خواستم تا بطریقی کفافِ یاران مستخلص کنم. آهنگِ خدمتش کردم، دربانم رها نکرد و جفا کرد، معذور داشتمش که گفته اند:

در میر و وزیر و سلطان را   بی وسیلت مگرد پیرامن
سگ و دربان چو یافتند غریب   این گریبانش گیرد، آن دامن

چندانکه مقرّبان آن حضرت بر حالِ من وقوف یافتند باکرامم در آوردند و برتر مقامی معیّن کردند، اما بتواضع فروتر نشستم وگفتم:

بگذار که بندهٔ کمینم   تا در صفِ بندگان نشینم

گفت: اللّه اللّه! چه جای این سخن است؟

گر بر سر و چشمِ ما نشینی   بارت بکشم که نازنینی

فی الجمله بنشستم و از هر دری سخن پیوستم، تا حدیثِ زلّت یاران درمیان آمد وگفتم:

چه جرم دید خداوندِ سابق الانعام؟   که بنده در نظرِ خویش خوار میدارد
خدای راست مسلّم بزرگواری و حلم   که جرم بیند و نان برقرار میدارد،

حاکم این سخن را عظیم بپسندید و اسباب معاش یاران فرمود تا بر قاعدهٔ ماضی مهیّا دارند، و مؤنت ایام تعطیل وفا کنند. شکرِ نعمت بگفتم و زمینِ خدمت ببوسیدم و عذرِ جسارت بخواستم و در وقتِ برون آمدن گفتم:

چو کعبه قبلهٔ حاجت شد، از دیارِ بعید   روند خلق بدیدارش از بسی فرسنگ
ترا تحمّل امثال ما بباید کرد   که هیچکس نزند بر درختِ بی بر سنگ

حکایت ملک زاده ای گنج فراوان از پدر میراث یافت، دست کرم برگشاد و دادِ سخاوت بداد و نعمت بیدریغ بر سپاه و رعیت بریخت:

نیاساید مشام از طبلهٔ عود   بر آتش نِه، که چون عنبر ببوید
بزرگی بایدت بخشندگی کن   که دانه تا نیفشانی، نروید

یکی از جلسای بی تدبیر نصیحتش آغاز کرد که، ملوکِ پیشین مر این نعمت را بسعی اندوخته اند و برای مصلحتی نهاده. دست ازین حرکت کوتاه کن که واقعه ها در پیش است و دشمنان از پس، نباید که وقت حاجت فرومانی

بہت اچھی رائے تھی اس نے ان کا وظیفہ بھی مقرر کر رکھا تھا، اتفاقاً ایک درویش سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی جس کی درویشوں سے توقع نہیں کی جاسکتی تھی، امیر کے اعتقاد کو ٹھیس لگی اور اُنکا امدادی وظیفہ بند کر دیا، میں نے چاہا کہ کسی ترکیب سے ان درویشوں کا روزینہ کھلوا دوں۔ میں نے امیر کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا مگر دربان نے دروازے پر ہی روک لیا سختی سے پیش آیا، میں نے اسے معذور سمجھا۔ کیونکہ کہا گیا ہے کہ :-

حاکم، وزیر اور سلطان کے دروازے پر کسی وسیلے کے بغیر مت جاؤ

ورنہ اجنبی سمجھ کر دربان گریبان پکڑے گا اور کتّا دامن !!

مقربوں کو اس صورت حال کا علم ہوا تو وہ خود باہر آ کر مجھے بڑی عزت کے ساتھ اندر لے گئے اور بڑے بلند مقام پر بٹھانے لگے مگر میں انکسار سے ایک نچلی نشست پر بیٹھ کر یوں گویا ہوا۔

میں آپ کا ادنیٰ چاکر ہوں مجھے غلاموں ہی کی صف میں بیٹھنے دیجئے۔

اُس نے کہا ، اللہ اللہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

آپ ہمارے سر آنکھوں پر بھی بیٹھیں تو ہم آپ کا ہر ناز برداشت کرنے کو تیار ہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ میں بیٹھ گیا، ادھر اُدھر کی باتیں کیں اور پھر باتوں باتوں میں میں نے ان درویشوں کی لغزش کا ذکر چھیڑ کر کہا۔

انعام و اکرام سے مالا مال کرنے والے آقا نے کیا خطا دیکھی کہ یکدم ہمیں نظروں سے گرا دیا۔

سروری و بردباری فقط خدا ہی کو زیبا ہے جو جرم دیکھتا ہے اور پھر بھی روزی فرق نہیں کرتا۔

حاکم کو میری گفتگو کچھ ایسی پسند آئی کہ اس نے فوراً حسب سابق انکا وظیفہ جاری کرنے اور بندش کے زمانے کا روزینہ بھی ادا کر دینے کا حکم جاری فرما دیا۔ میں نے احسان کا شکریہ ادا کیا۔ جُھک کر آداب بجالایا اور اپنی گستاخی کی معافی چاہی۔ دروازے سے باہر نکلتے وقت یہ کہا کہ :-

کعبہ چونکہ قبلۂ حاجات ٹھہرا اس لیے دنیا کے دُور دراز کے کونے کھدروں سے لوگ ادھر کھنچے چلے آتے ہیں۔

آپ کو ہم ایسوں کے سلسلہ میں تحمّل سے کام لینا چاہیے کوئی بے ثمر پیڑ کو پتھر نہیں مارتا۔

حکایت کسی شہزادے کو ورثے میں بے بہا خزانہ ملا۔ دست کرم کھولا جی بھر کر سخاوت کی اور پھر فوج اور رعیت پر دونوں ہاتھوں سے خزانہ نچھاور کرنے لگا :-

عود سے بھری ہوئی صندوقچی سے تو مشام جان تازہ نہیں ہوتا۔ آنچ دکھائیے تاکہ وہ عنبر کی طرح خوشبو دے۔

بڑائی درکار ہے تو کرم و بخشش سے کام لو، کیونکہ جب تک بوؤ گے نہیں دانہ کیسے اُگے گا۔

ایک بے تدبیر مصاحب نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ حضور کے بزرگوں نے یہ خزانہ بڑی کوشش سے جمع کیا تھا اور کسی مصلحت ہی کی خاطر رکھ چھوڑا تھا آپ بھی ایسی بیجا سخاوت سے ہاتھ کھینچ لیجئے کہ کئی ضرورتیں آگے اور کئی دشمن پیچھے لگے ہوئے ہیں، ایسا نہ ہو کہ ضرورت کیوقت بغلیں جھانکنی پڑیں۔

اگر گنجی کنی بر عامیان بخش — رسد هر کدخدائی را برنجی
چرا نستانی از هر یک جوی سیم؟ — که گرد آید ترا هر سال گنجی

ملک را تدبیر او ناپسند آمد و زجر فرمود گفت: خداوند مرا مالک این مملکت گردانیده است تا بخورم و ببخشم، نه پاسبان که نگاه دارم.

قارون هلاک شد، که چهل خانه گنج داشت
نوشیروان نمرد که نام نکو گذاشت

حکایت آورده اند که نوشیروان عادل را در شکارگاهی صیدی کباب کردند و نمک نبود. غلامی بروستا رفت تا نمک آرد. نوشیروان گفت: نمک بقیمت بستان، تا رسمی نشود و ده خراب نگردد. گفتند ازین قدر چه خلل آید، گفت، بنیاد ظلم در جهان اول اندکی بوده است، هر که آمد برو مزیدی کرده تا بدین غایت رسیده:

اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی — بر آورند غلامانِ او درخت از بیخ
به پنج بیضه که سلطان روا دارد — زنند لشکریانش هزار مرغ بسیخ

حکایت وزیری غافل را شنیدم که، خانهٔ رعیت خراب کردی تا خزینهٔ سلطان آباد کند، بی خبر از قول حکیمان که گفته اند: هر که خدای را، عزّ وجلّ، بیازارد تا دل خلقی بدست آرد خداوند تعالیٰ همان خلق را برو گمارد تا دمار از روزگارش برآرد.

آتش سوزان نکند با سپند — آنچه کند دُودِ دِل دردمند

سر جملهٔ حیوانات گویند که شیر است وکمترین واذّلِ جانوران خر وباتفاق خر باربر به که شیر مردم در.

مسکین خر، اگرچه بی تمیز است — چون بار همی برد عزیز است
گاوان و خرانِ بار بردار — به ز آدمیانِ مردم آزار

باز آمدیم بحکایت وزیر غافل، ملک را طرفی از ذمایمِ اخلاق او بقرائن معلوم شد، تو پندار که خونریزی و پنهان ملذ در شکنجه کشید وبانواع عقوبات بکشت.

حاصل نشود رضای سلطان — تا خاطر بندگان نجوئی
خواهی که، خدای بر تو بخشد — با خلقِ خدای کن نکوئی

آورده اند که یکی از ستم دیدگان بر سرِ او بگذشت و در حالِ تباه او تأمّل کرد وگفت:

اگر آپ اپنا سارا خزانہ بانٹ بھی دیں تو مشکل سے ہر کسی کو چاول بھر ملیگا۔

اس کے برعکس آپ ہر کسی سے جَو جَو بھر اکٹھا کیوں نہیں کرتے تاکہ ہر سال ایک نیا خزانہ جمع ہو جائے۔

شہزادے کو یہ تدبیر پسند نہ آئی اس کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا خدا نے مجھے یہ سلطنت اسلیے بخشی ہے کہ خود بھی کھاؤں اور دوسروں کو بھی کھلاؤں اس لیے نہیں دی کہ مال و دولت جمع کر کے چوکیداری کیا کروں۔

قارون کو جس کے پاس ان گنت خزانے تھے آج کوئی جانتا نہیں۔

نوشیروان نے نیک نام چھوڑا اس لیے وہ مرنے کے بعد بھی زندہ ہے۔

حکایت کہتے ہیں نوشیروان عادل کے ملازمین ایک دن شکار گاہ میں شکار کیے ہوئے جانور کے کباب بنانے لگے نمک موجود نہ تھا۔ ایک غلام کو پاس کے گاؤں میں نمک لانے کیلیے بھیجا نوشیروان نے کہا، نمک قیمت دے کر لانا تاکہ رسم نہ پڑ جائے اور گاؤں برباد نہ ہو جائے۔ کہا گیا اتنی سی بات سے کیا خلل واقع ہوگا۔ نوشیروان نے کہا دنیا میں ظلم کی بنیاد اوّل اوّل تھوڑی تھی پھر جو آیا اس نے اس پہ کچھ بڑھایا۔ حتیٰ کہ نوبت یہاں تک آ پہنچی۔

کھائے جو ایک سیب رعیت کا بادشاہ — اس کے غلام باغ کو جڑ سے اکھاڑ دیں
اک انڈا بادشاہ اگر مفت چھین لے — خدّام اس کے مرغ کی بستی اجاڑ دیں

حکایت میں نے ایک کوتاہ اندیش وزیر کے بارے میں سنا کہ شاہی خزانے کو آباد کرنے کی خاطر رعیت کا خانہ خراب کرتا۔ وہ داناؤں کے اس قول سے غافل تھا کہ جو مخلوق کو خوش کرنے کیلیے خالق کا دل دکھاتا ہے خدا اسی مخلوق کو اس پر مسلط کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی زندگی برباد ہو جاتی ہے

دہکتی ہوئی آگ ہرمل کو اتنی تیزی سے نہیں جلاتی جس تیزی سے کہ مظلوم کے دل کا دُھواں ظالم کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔

لوگ شیر کو حیوانوں کا بادشاہ جانتے اور گدھے کو سب سے ذلیل گردانتے ہیں لیکن اس رائے پہ سبھی متفق ہیں کہ پھاڑ کھانے والے شیر سے بوجھ اٹھانے والا مسکین گدھا بدرجہا بہتر ہے۔

مسکین گدھا اگرچہ بہت بے تمیز ہے — لیکن وہ بوجھ اٹھاتا ہے جبھی عزیز ہے
لیکن یہاں ہیں موجبِ آزار جو بشر — ہیں وہ فضول ان سے تو بہتر ہیں گاؤ خر

ہم اس غافل وزیر کی حکایت کی طرف پھر لوٹتے ہیں، بادشاہ قرائن سے اس کی اخلاقی خرابیوں کو کسی حد تک بھانپ گیا۔ خون چھپائے کیسے چھپے گا۔ بادشاہ نے اسے شکنجے میں کس دیا اور طرح طرح کی تکلیفیں دے کر مروا دیا۔

جب تک مخلوق کے دلوں کو خوش نہیں کرو گے خالق کی رضا حاصل نہ کر سکو گے۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر — خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

کہتے ہیں کہ کسی مظلوم کا اس کے پاس سے گزر ہوا ظالم کو یوں تباہ حال دیکھ کر کہنے لگا۔

نه هر که قوت بازوی منصبی دارد | بسلطنت بخورد مال مردمان بگزاف
توان بحلق فرو بردن استخوان درشت | ولی شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف
بماند برو لعنت پایدار
نماند ستمکار بد روزگار

حکایت مردم آزاری را حکایت کنند که سنگی بر سر صالحی زد، درویش را مجال انتقام نبود، سنگ را نگاه همی داشت تا زمانی که سلطان را بر آن لشکری خشم آمد و در چاهش کرد و درویش آمد و سنگ بر سرش کوفت، گفتا، تو کیستی و مرا این سنگ چرا زدی؟ گفت، من فلانم و این همان سنگ است که تو بر من زدی در فلان تاریخ. گفت: چندین روزگار کجا بودی؟ گفت: از جاهت اندیشه همی کردم، اکنون که در چاهت دیدم فرصت غنیمت دانستم،

ناسزای را که بینی بخت یار | عاقلان تسلیم کردند اختیار
چون نداری ناخنِ درنده تیز | با بدان آن به که کم گیری ستیز
هر که با پولاد بازو پنجه کرد | ساعد مسکین خود را رنجه کرد
باش تا دستش ببندد روزگار | پس بکامِ دوستان مغزش برآر

حکایت یکی را از ملوک ماضی مرضی هائل بود که اعادت ذکر آن ناکردن اولیٰ، طایفهٔ حکمای یونان متفق شدند که مرین درد را دوای نیست، مگر زهرهٔ آدمیَ، بچندین صفت موصوف، بفرمود طلب کردن، دهقان پسری یافتند بدان صفت که، حکیمان گفته بودند. پدر و مادرش را بخواند و بنعمت بیکران خوشنود گردانید و قاضی فتوای داد که، خون یکی از احاد رعیت ریختن سلامت نفس پادشاه را روا باشد. جلاد قصد او کرد. پسر سر بسوی آسمان برآورد و تبسم کرد. ملک پرسیدش که، درین حالت چه جای خندیدن است؟ گفت: ای پادشاه ناز فرزندان بر پدر و مادر باشد و دعوی پیش قاضی برند و داد از پادشاه خواهند، اکنون پدر و مادر بعلّتِ حطام دنیا مرا بخون در سپردند و قاضی بکشتنم فتوی داد، و سلطان مصالح خویش اندر هلاکِ من همی بیند بجز خدای عزّ و جلّ پناهی نمی بینم

پیش که بر آورم ز دستت فریاد؟ | هم پیش تو از دست تو میخواهم داد

سلطان را دل ازین سخن بهم برآمد و آب در دیده بگردانید و گفت: هلاک من اولیٰ تر از خون بیگناهی ریختن، سر و چشمش ببوسید و در کنار گرفت، و نعمت بی اندازه بخشید و آزاد کرد، گویند هم در آن هفته شفا یافت.

همچنان در فکر آن بیتم که گفت | پیلبانی بر لب دریای نیل

جو زور بازو اور منصب رکھتا ہے اسے لوگوں کے مال میں لوٹ گھسوٹ نہیں مچانی چاہیے۔

نگلنے کو تو سخت ہڈی نگلی جا سکتی ہے مگر ناف میں پھنس جائے تو پیٹ پھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔

بدبخت ظالم خود تو سدا نہیں رہتا لیکن اس پہ ظلم کی لعنت رہتی دنیا تک باقی رہتی ہے۔

حکایت ایک مردم آزار کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس نے ایک پرہیزگار کے سر پر پتھر دے مارا، بچارے درویش میں بدلہ لینے کی طاقت نہ تھی، اس نے وہ پتھر سنبھال کر رکھ لیا، ایک وقت ایسا آیا کہ اس لشکری سے ناراض ہو کر بادشاہ نے اسے ایک اندھے کنوئیں میں قید کر دیا، درویش کو پتہ چلا آیا اور وہی پتھر اس کے سر پر دے مارا، چیخ کر کہنے لگا تم کون ہو اور مجھے یہ پتھر کیوں مارا۔ درویش نے جواب دیا کہ میں فلاں آدمی ہوں اور یہ وہی پتھر ہے جو فلاں تاریخ کو تم نے میرے سر پر مارا تھا، ظالم نے کہا اتنے دنوں تم کہاں رہے۔ بولا تمہارے مرتبے سے ڈرتا تھا اب جبکہ تمہیں اس کنوئیں میں دیکھا تو میں نے موقع کو غنیمت سمجھا۔

نااہل کے بخت کو اوج پر دیکھ کر دانا چپ سادھ لیتے ہیں۔

اگر پھاڑ دینے والے تیز ناخن نہ ہوں تو بدوں کے ساتھ پنجہ آزمائی نہ کرو

جس کسی نے فولادی بازو والے کے ساتھ پنجہ آزمائی کی اپنی ناتواں کلائیوں کو اذیت دی۔ اگر بدلہ لینے کی مجال نہ ہو تو اس وقت کا انتظار کرو جب زمانہ اسے شکنجے میں کس دے پس پھر اپنے احباب کی عین خواہشات کے مطابق اس کے دماغ کا بھیجا نکال کے رکھ دو۔

حکایت ایک بادشاہ ایک ایسے ہولناک مرض میں مبتلا تھا جس کے ذکر کا اعادہ نہ ہی کرنا بھلا۔ سب یونانی طبیب مل جل کر اس فیصلے پر پہنچے کہ اس مرض کا علاج سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بادشاہ اس آدمی کا پتہ کھائے جس میں یہ چند خاص صفتیں ہوں۔ بادشاہ نے تلاش کرنیکا حکم دیا۔ آخر ایک دہقان کا بیٹا ہاتھ لگا جس میں وہ صفتیں موجود تھیں، بادشاہ نے اس کے ماں باپ کو بلایا اور بے شمار مال و دولت دیکر انہیں راضی کر لیا، قاضی نے بھی فتویٰ دیدیا کہ ظل الٰہی کی سلامتی کیلئے رعیت کے ایک فرد کا خون جائز ہے۔ جلاد تلوار سونت کر آگے بڑھا۔ لڑکا آسمان کیطرف دیکھکر مسکرایا۔ بادشاہ نے پوچھا اس حال میں تمہارے ہنسنے کا بھلا کیا مقام؟ لڑکے نے عرض کی: جہاں پناہ اولاد کو ماں باپ پر ناز ہوتا ہے، غلط فیصلے کا دعویٰ قاضی کی عدالت میں دائر کرتے ہیں اور بادشاہ کے حضور عدل و انصاف کی دہائی دیتے ہیں۔ ماں باپ دنیاوی ایندھن کے لالچ میں میرے قتل پر راضی ہو گئے، قاضی نے قتل کا فتویٰ دیدیا اور حضور کو اپنی سلامتی بھی میری ہلاکت ہی میں نظر آتی ہے۔ لہٰذا اب سوائے خدا کی ذات کے کوئی پناہ گاہ نظر نہیں آتی۔

اے بادشاہ تیرے خلاف کس سے فریاد کروں، میں حضور کے خلاف حضور ہی سے داد مانگتا ہوں۔

ان باتوں سے بادشاہ کا دل بھر آیا، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ کہنے لگا ایک بیگناہ معصوم کا خون بہانے سے تو میرا ہی مر جانا بہتر ہے۔ لڑکے کو پیار سے گلے لگایا، اس کے سر اور آنکھوں کو چوما اور بے شمار انعام و اکرام دیکر آزاد کر دیا، کہتے ہیں اسی ہفتے میں اس نے شفا پائی۔

کیا پتے کی بات تھی کہتا تھا جو فیلبان اک برلبِ دریائے نیل

زیر پایت گر، ندانی حال مور　　　همچو حال تست زیر پای پیل

یکی از بندگان عمرو لیث گریخته بود. کسان در عقبش برفتند و باز آوردند، وزیر را با وی غرضی بود. اشارت بکشتن فرمود، تا دگر بندگان چنین فعل روا ندارند. بنده مسکین پیش عمرو سر بر زمین نهاد و گفت:

هر چه رود بر سرم، چون تو پسندی رواست
بنده چه دعوی کند؟ حکم خداوند راست

اما بموجب آنکه پرورده نعمت این خاندانم نخواهم که در قیامت بخون من گرفتار آیی، اگر بی گمان این بنده را بخواهی کشت بتأویلی شرعی بکش تا در قیامت ماخوذ نباشی. عمرو گفت تأویل چگونه است؟ گفت: اجازت فرمای تا وزیر را بکشم آنگاه بقصاص او بفرمای خون مرا ریختن تا بحق کشته باشی. ملک را خنده گرفت. وزیر را گفت چگونه مصلحت می بینی؟ گفت، ای خداوند جهان از بهر خدای این شوخ دیده را بصدقات گور پدر آزاد کن، تا مرا در بلای نیفگند. گناه از من است و قول حکما معتبر که گفته اند:

چو کردی با کلوخ انداز پیکار　　　سرِ خود را بنادانی شکستی
چو تیر انداختی در روی دشمن　　　حذر کن، کاندر آماجش نشستی

حکایت ملک زوزن را خواجه ای بود، کریم النفس، نیک محضر که همگنان را در مواجهه خدمت کردی و در غیبت نکوئی گفتی، اتفاقاً ازو حرکتی در نظر سلطان ناپسند آمد، مصادره فرمود و عقوبت کرد، سرهنگان ملک بسوابق نعمت او معترف بودند و بشکر آن مرتهن، لاجرم در مدت توکیل او رفق و ملاطفت کردندی و زجر و معاقبت روا نداشتندی

صلح با دشمن، اگر خواهی، هر گه که ترا　　　در قفا عیب کند، در نظرش تحسین کن
سخن آخر بدهن میگذرد موذی را　　　سخنش تلخ نخواهی دهنش شیرین کن

آنچه مضمون خطاب ملک بود از عهده بعضی بدر آمد و به بقیتی در زندان بماند. یکی از ملوک نواحی در خفیه پیامش فرستاد که، ملوک آن طرف قدر چنان بزرگواری ندانستند و بی عزتی کردند، و بر ما گران آمد، اگر رای عزیز فلان اَحسَنَ اللهُ خَلاصَهُ بجانب ما التفاتی کند در رعایت خاطرش هر چه تمام تر سعی کرده شود و اعیان این مملکت بدیدار او مفتقرند و جواب این حروف را منتظر، خواجه برین وقوف یافت و از خطر اندیشید در حال جوابی نبشت که، اگر پیش از بلاغ کشف کنند از مواخذت ایمن باشد یکی از متعلقان واقف شد و ملک را اعلام کرد که، فلان را که حبس فرمودی، با ملوک نواحی مراسله دارد، ملک بهم برآمد و کشف این خبر فرمود، قاصد را بگرفتند، و رسالت را بخواندند نبشته بود که: حسن ظن بزرگان بیش از

حال چیونٹی کا تیرے پاؤں تلے ہے وہی جو تیرا زیر پائے فیل

عمرو لیث کے غلاموں میں سے ایک بھاگ گیا نوکر چاکروں نے اس کا تعاقب کیا اور پکڑ لائے وزیر کو اس سے پرخاش تھی، اس نے اسکی گردن اڑا دینے کا حکم دیدیا تاکہ دوسرے غلاموں کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو مسکین غلام نے بادشاہ کے سامنے ادب سے گردن جھکا کر عرض کی،

میرے سر پر جو کچھ بھی بیت جائے اگر آپ کو پسند ہے تو بالکل روا ہے۔

آپ کا حکم حرف آخر ہے مجھے چون وچرا کی کیا مجال ؟

لیکن میں نے چونکہ حضور ہی کے خاندان کا نمک کھایا ہے میں نے نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن حضور میرے خونِ ناحق میں گرفتار ہوں۔ اگر ضرور مجھے مارنا ہی ہے تو کسی شرعی تاویل سے قتل کیجیئے تاکہ قیامت کے دن آپ کو پکڑ نہ ہو۔ عمرو لیث نے پوچھا شرعی تاویل بھی تمہی بتاؤ، کہنے لگا مجھے اجازت بخشیئے کہ پہلے وزیر صاحب کو قتل کروں اس کے بعد خون کے بدلے میں میرا خون بہا دیجئے یہ از روئے حق سزائے موت ہوگی۔ حضور پر کوئی حرف نہ آئے گا۔ بادشاہ کو ہنسی آگئی وزیر کیطرف دیکھ کر پوچھا کہو مصلحت کس بات میں ہے۔ وزیر نے کہا جہاں پناہ خدا کے لیے اس شوخ چشم کو اپنے باپ کی قبر کے صدقے میں آزاد فرما دیجئے گا تاکہ کہیں مجھے مصیبت میں مبتلا نہ کر دے، قصور میرا ہی ہے داناؤں نے سچ ہی تو کہا ہے :

کلوخ انداز سے کی جب لڑائی سمجھ لے تو کہ تیری شامت آئی

جو دشمن پر چلایا تیر تو نے تو خود بھی اس کی زد میں ہے سمجھ لے

حکایت زوزن کے بادشاہ کا ایک وزیر تھا شریف النفس اور نیکدل ہر کسی کے روبرو بہت اچھا سلوک کرتا تھا اور عدم موجودگی میں بھی نیکی سے یاد کرتا۔ اتفاقاً اس سے ایسی حرکت سرزد ہوگئی جو بادشاہ کو ناگوار گزری، بادشاہ نے اسے جرمانہ کی سزا دیکر قید کر دیا۔ سپاہی اس کے گذشتہ فضل وکرم کے معترف اور اس کے احسانات کے مرہون تھے، لہذا قید کے دنوں میں اسکے ساتھ بڑی نرمی اور شفقت کرتے رہے اور کبھی بے ادبی وسختی سے پیش نہ آئے۔

دشمن سے اگر صلح منظور ہو تو پیٹھ پیچھے اس کی عیب گیری کے باوجود بھی اسے نیکی سے یاد کرو۔

کڑوی کسیلی باتیں سننا نہیں چاہتے تو اس کا منہ مٹھاس سے بھر دو آخر بات ہر موذی کے منہ ہی سے نکلتی ہے۔

جن باتوں پہ بادشاہ ناراض ہوا تھا کچھ عرصے بعد ان میں سے بعض کی تو صفائی ہوگئی باقی ماندہ کے لیے وہ ہنوز جیل ہی میں تھا۔ ہمسایہ ریاستوں میں سے کسی بادشاہ نے چوری چھپے اسے ایک خط بھیجا کہ آپ کے حاکم نے آپ جیسے بزرگ کی قدر نہ کی آپ کی بے عزتی کی ہمیں دکھ ہوا۔ خدا آپ کو بطریق احسن رہائی عطا کرے اگر وہ محترم ہمارے یہاں آنا پسند کریں تو آپ کی قدر و عزت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے گا، اس سلطنت کے سب سردار آپکے دیدار کے مشتاق اور جواب کے منتظر ہیں۔ وزیر کو اس کا پتہ چلا تو خطرے سے اس کا ماتھا ٹھنکا فوراً اسی خط کی پشت پر ایک ایسا مناسب جواب لکھا کہ اگر خط پکڑا بھی جائے تو وہ پوچھ گچھ سے محفوظ رہے کسی ملازم نے بادشاہ کو اطلاع دے دی کہ فلاں وزیر جسے حضور نے قید کر رکھا ہے نواحی رئیسوں سے خط وکتابت کر رہا ہے بادشاہ کو غصہ آیا، تفتیش کا حکم دیا، قاصد کو گرفتار کر لیا گیا اور خط پڑھا گیا لکھا یہ تھا کہ آپکا نیک گمان میری

فضیلت ماست و تشریف قبولی که فرمودند، بنده را امکان اجابت نیست، بحکم آنکه پروردهٔ نعمت این خاندانست و باندک مایه تغیّر خاطر باولیٔ نعمت بیوفائی نتوان کرد. چنانکه گفته اند:

آنرا که بجای تست هر دم کرمی　　　عذرش بنه، ار کند بعمری ستمی

ملک را سیرت حق شناسی ازو پسند آمد و خلعت و نعمت بخشید و عذرخواست که، خطا کردم که ترا بی جرم و خطا بیازردم گفت: ای پادشاه روی زمین، بنده درین حالت مر خداوند را خطای نمی بیند، بلکه تقدیر خداوند تعالیٰ بود که مرین این بنده را مکروهی برسد، پس بدست تو اولیٰ تر، که سوابق نعمت براین بنده داری وایادیٔ منّت وحکما گفته اند:

گر گزندت رسد ز خلق، مرنج　　　که نه راحت رسد زخلق، نه رنج

از خدا دان خلاف دشمن و دوست　　　که دل هر دو در تصرّف اوست

گرچه تیر از کمان همی گذرد　　　از کماندار بیند اهل خرد

حکایت یکی از ملوک عرب متعلقان دیوان را فرمود که، مرسوم فلان را چندانکه هست، مضاعف کنید، که ملازم درگاهست و مترصّدِ فرمان و دیگران بلهو ولعب مشغول اند و در ادایٔ خدمت متهاون. صاحبدلی بشنید فریاد از نهادش برآمد پرسیدندش چه دیدی؟ گفت: مراتب بندگان بدرگاه خداوند تعالیٰ همین مثال دارد.

دو بامداد گر آید کسی بخدمت شاه　　　سیم هر آینه دروی کند بلطف نگاه

امید هست پرستندگان مخلص را　　　که نا امید نگردند از آستان اله

مهتری در قبول فرمان است　　　ترک فرمان دلیل حرمان است

هر که سیمای راستان دارد　　　سرِ خدمت بر آستان دارد

حکایت ظالمی را حکایت کنند که هیزم درویشان خریدی بحیف و توانگران رادادی بطرح صاحبدلی براو گذر کرد و گفت:

ماری تو، که هر کرا بینی بزنی　　　یا بوم که هر کجا نشینی بکنی

زورت ار پیش می رود با ما　　　با خداوندِ غیب دان نرود

زور مندی مکن بر اهلِ زمین　　　تا دعای بر آسمان نرود

قابلیت سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے جس کے لیے دلی شکریہ، لیکن ملازمت کا جو ارشاد ہُوا ہے یہ خاکسار اسے منظور نہیں کر سکتا، کیونکہ میں اس خاندان کا پروردہ ہُوں اور ذرا سی خفگی پر اپنے پُرانے آقا اور مخدوم سے آنکھیں پھیر لینا اور بے وفائی کرنا میں ہرگز مناسب نہیں سمجھتا جیسا کہ کہا گیا ہے :-

جس نے عمر بھر تجھ پہ لُطف و کرم کیا ہو اگر اس سے کبھی سختی بھی ہو جائے تو نظر انداز کر دو۔

بادشاہ کو وزیر کی نمک حلالی اور نیک خیالی اسقدر پسند آئی کہ فوراً رہا کر کے نہ فقط خلعت اور انعام و اکرام سے نوازا، بلکہ عذر خواہی بھی کی کہ تم جیسے خیر خواہ اور بیگناہ شخص کو ستانے میں مُجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔ اس نے جواباً کہا:- جہاں پناہ اس سلسلے میں آپکی کوئی تقصیر نہیں میرا مقدر یونہی تھا کہ مجھے تکلیف پہنچے کسی اور کے ہاتھوں پہنچنے کے بجائے اگر حضور کے ہاتھوں پہنچ گئی تو اور بھی اچھا ہُوا کہ میں آپکا زیر بار احسان ہوں۔ داناؤں کا قول ہے کہ :

اگر لوگوں کے ہاتھوں سے کوئی گزند پہنچے تو رنجیدہ نہ ہو۔ کیونکہ راحت اور رنج آدمی کے بس میں نہیں۔

دشمن اور دوست کیطرف سے آنے والی مخالفت کو خدا ہی کیطرف سے سمجھ اس لیے کہ ان دونوں کے دل اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

اگرچہ تیر ہمیشہ کمان سے نکلتا ہے لیکن دانا اُسے ہمیشہ کمان دار ہی سے منسوب کرتے ہیں۔

حکایت سرزمین عرب کے ایک بادشاہ نے اپنے اہلکاروں کو حکم دیا کہ فلاں ملازم کی موجودہ تنخواہ کو بڑھا کر دُگنی کر دو کیونکہ وہ خیر خواہ مستعد فرمانبردار اور باوفا ہے حالانکہ دوسرے ملازم اکثر کھیل کُود میں لگے رہتے ہیں اور حق خدمت ادا کرنے میں سُستی برتتے ہیں ایک صاحب دل نے سُن پایا اُس کے دِل کی گہرائیوں سے اک آہ نکلی۔ لوگوں نے پوچھا تمہیں کیا نظر آیا۔ کہنے لگا درگاہ الٰہی میں بندوں کے مراتب کا بھی بعینہٖ یہی حال ہے۔

اگر کوئی آدمی لگاتار دو دن شاہی سلام کیلئے جائے تو یقیناً تیسرے دن بادشاہ اُسے لطف و کرم کی نگاہ سے دیکھیگا۔

تو جو عمر بھر اپنے خالق کی دل و جان سے اطاعت اور عبادت کرتے ہیں انہیں وہ اپنے لطف و کرم سے کیوں محروم کریگا۔

فرمانبرداری ہی میں سرداری ہے۔ حکم عدولی تو بدنصیبی کی علامت ہے۔

راست رفتار اصحاب کی پیشانی ہمیشہ آستانۂ خدمت پہ جُھکی رہتی ہے۔

حکایت ایک ستمگر کے بارے میں کہتے ہیں کہ غریبوں سے بیگار میں لکڑیاں منگا کر امیروں کے ہاتھ مہنگے داموں بیچتا، ایک بزرگ کا ادھر سے گزر ہوا تو دیکھکر فرمایا۔

کیا تم سانپ ہو کہ جسے دیکھتے ہو اُسی کو ڈس لیتے ہو یا اُلو ہو کہ جہاں جاتے ہو ویران کر دیتے ہو۔

ٹھیک ہے ہم کمزوروں کے ساتھ تمہارا زور چل سکتا ہے مگر غیب کے جاننے والے خدا کے سامنے تو یہ زور نہیں چل سکتا۔

غریب مخلوق کا دِل اسقدر نہ ستا۔ مبادا دُعا آسمان پر پہنچے۔

حاکم از گفتن او برنجید، و روی از نصیحت او درهم کشید و بر او التفات نکرد، تا شبی آتش مطبخ در انبار هیزمش افتاد و سائر املاکش بسوخت و از بستر نرمش بخاکستر گرم نشاند، اتفاقاً همان شخص بر او بگذشت دیدش که با یاران همی گفت، ندانم این آتش از کجا در سرای من افتاد؟ گفت: از دود دلِ درویشان

حذر کن ز دودِ درون های ریش ... که ریشِ درون عاقبت سر کند
بهم بر مکن تا توانی دلی ... که آهی جهانی بهم بر کند

آورده اند که بر تاج کیخسرو نبشته بود:

چه سالهای فراوان و عمرهای دراز! ... که خلق بر سر ما در زمین بخواهد رفت
چنانکه دست بدست آمدست ملک بما ... بدستهای دگر همچنین، بخواهد رفت

حکایت یکی در صنعت کشتی گرفتن سر آمده بود، سه صد و شصت بند فاخر بدانستی، و هر روز بنوعی از آن کشتی گرفتی، مگر گوشهٔ خاطرش با جمال یکی از شاگردان خویش میلی داشت، سه صد و پنجاه و نه بندش درآموخت، مگر یک بند که در تعلیم آن دفع انداختی و تاخیر کردی، فی الجمله پسر در قوت و صنعت سر آمد چنانکه کسی را با او امکان مقاومت نبود. تا بحدی که پیش ملک آن روزگار گفته بود: استاد را فضیلتی که بر من است از روی بزرگیست و حق تربیت وگرنه بقوت از و کمتر نیستم و بصنعت با او برابرم. ملک را این سخن دشوار آمد، فرمود، تا مصارعت کنند. مقامی متسع ترتیب کردند و ارکانِ دولت و اعیانِ حضرت و زور آورانِ رویَ زمین حاضر شدند. پسر چون پیلِ مست اندر آمد، بصدمتی که اگر کوهِ روئین بودی از جای برکندی. استاد دانست که جوان بقوت از و برتر است. بدان بند غریب که از وی نهان داشته بود با او در آویخت. پسر دفع آن ندانست. استاد بدو دست از زمینش بالای سر برد و فرو کوفت، غریو از خلق برخاست ملک فرمود استاد را خلعت و نعمت دادن و پسر را زجر و ملامت کرد، که با پرورندهٔ خویش دعوی مقاومت کردی و بسر نبردی. گفت ای پادشاه رویَ زمین بزور آوری بر من دست نیافت، بلکه مرا از علم کُشتی دقیقه ای مانده بود و از من دریغ همی داشت، امروز بدان دقیقه بر من غالب آمد، استاد گفت: بلی از بهر چنین روزی که زیرکان گفته اند دوست را چندان قوّت مده که اگر دشمنی کند، تواند، نشنیده ای که چه گفت آنکه از پروریدهٔ خویش جفا دید؟

یا وفا خود نه بود در عالم ... یا مگر کس درین زمانه نکرد
کس نیاموخت علمِ تیر از من ... که مرا عاقبت نشانه نکرد

حاکم نے اس کی ان نصیحت آمیز باتوں کا بُرا مانا اور نصیحت کو ان سنی کر دیا۔ اتفاق کی بات ایک رات باورچی خانے سے آگ کی ایک چنگاری لکڑیوں کے انبار میں جا پڑی جس نے جملہ املاک کو جلا ڈالا اور نرم نرم بستروں کی بجائے گرم و نرم راکھ پہ لا بٹھایا۔ اتفاق سے اسی بزرگ کا ادھر سے گزر ہوا کیا دیکھتا ہے کہ اپنے دوستوں سے کہہ رہا تھا نہ جانے یہ آگ میرے گھر میں کہاں سے آن پڑی۔ درویش نے کہا غریبوں کے دل کے دھوئیں سے۔

خستہ و شکستہ دلوں کی آہ سے ڈر، کیونکہ اندر کا زخم ایک نہ ایک دن باہر نمودار ہو جاتا ہے۔

جہاں تک ممکن ہو کسی کا دل نہ دکھا، ایک آہ تو ایک جہان کو ویران کر دیتی ہے۔

کہتے ہیں کیخسرو کے تاج پر لکھا ہوا تھا کہ:۔

ہمارے مرنے کے بعد خلق خدا سینکڑوں ہزاروں سالوں تک ہماری خاک گور کو پامال کرتی رہے گی۔

جس طرح ملک دست بدست ہم تک پہنچا اسی طرح دست بدست آگے چلا جائے گا۔

حکایت ایک پہلوان کو کشتی لڑنے کے فن میں کمال حاصل تھا وہ تین سو ساٹھ عجیب و غریب داؤ جانتا تھا، اور ہر روز اک نئے داؤ سے پنجہ لڑاتا، شاگردوں میں سے ایک پٹھے کے جوہر پر اس کی خاص نظر عنایت تھی یہاں تک کہ اسے تین سو انسٹھ داؤ سکھا دیئے صرف ایک پیچ باقی رہ گیا تھا جسکے سکھانے میں وہ ہمیشہ ٹال مٹول کرتا اور تاخیر کرتا رہا۔ قصہ کوتاہ وہ نوجوان پہلوانی کے فن میں یہاں تک طاق ہو گیا کہ کسی کو اس کے ساتھ زور آزمائی کی جرأت نہ رہی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایکدن بادشاہ وقت سے کہنے لگا، جہاں پناہ استاد کو مجھ پر ایک تو عمر میں بڑا ہونے کی فضیلت ہے دوسرے حق استادی کی۔ ورنہ قوت میں میں اس سے کم نہیں ہوں اور فن پہلوانی میں اسکا جوڑ ہوں یہ بڑا بول بادشاہ کو ناگوار گزرا۔ حکم دیا کہ دونوں کا دنگل کرایا جائے۔ کشتی کیلئے ایک وسیع میدان کا انتظام کیا گیا، جہاں امیر وزیروں کے علاوہ دور و نزدیک سے تمام پہلوان بھی جمع ہوئے۔ نوجوان پہلوان اکھاڑے میں مست ہاتھی کی طرح اس دھمکے سے داخل ہوا جیسے راہ میں آنے والے آہنی پہاڑ کو اکھاڑ پھینکے گا، استاد خوب سمجھتا تھا کہ جوان قوت میں اس سے زیادہ ہے۔ اس لیے اس نے اسی نادر داؤ کے ساتھ جو اس سے چھپا رکھا تھا گتھ گیا۔ جوان اس کا توڑ نہ جانتا تھا، گھبرا گیا استاد نے اسے دونوں ہاتھوں سے سر کے اوپر اٹھا کر دھڑام سے زمین پر دے پٹخا اکھاڑے میں ہر سو دنگل برس گیا اور وہ مارا کا شور برپا ہوا بادشاہ نے استاد کو خلعت و انعام دیا اور شاگرد کو ڈانٹ ڈپٹ پلاتے ہوئے کہا تو اپنے مربی کے مقابلے پر آگیا اور پھر کھائی مُنہ کی۔ جوان نے عرض کی۔ استاد نے مجھ پر زور و قوت کے بل بوتے پر فتح نہیں پائی بلکہ مجھے پہلوانی کے فن میں فقط اک داؤ کی کسر باقی رہ گئی۔ جس کے سکھانے سے وہ ہمیشہ کنی کتراتا رہا اور آج اسی داؤ کی بدولت مجھے دے پٹخا۔ استاد نے کہا ہاں ہاں میں نے وہ داؤ اسی دن کے لیے بچا رکھا تھا کیونکہ داناؤں کا قول ہے کہ دوست کو اتنی قوت نہ دو کہ جب دشمنی کرنا چاہے تو کر سکے۔ کیا تم نے وہ قول نہیں سنا جو اپنے ہی پروردہ کے ہاتھوں زک اٹھانے پہ کسی نے کہا تھا'

یا تو زمانے میں وفا تھی ہی نہیں اور یا یہ کہ اس زمانے میں کسی نے کی ہی نہیں۔

میں نے آج تک ایسا شاگرد نہیں دیکھا جسے میں نے علم تیر اندازی سکھایا ہو اور پھر آخر کار اس نے مجھی کو نشانہ نہ بنایا ہو۔

حکایت درویشی مجرّد بگوشهٔ صحرائی نشسته بود - پادشاهی برو بگذشت - درویش از آنجا که فراغِ ملک قناعت است ، سر برنیاورد ، سلطان از آنجا که سطوتِ سلطنت است ، برنجید وگفت : این طائفهٔ خرقه پوشان بر مثال حیوان اند ، و اهلیت و آدمیت ندارند - وزیر نزدیکش آمد وگفت : ای جوانمرد ، سلطان روی زمین بر تو گذر کرد ، چرا خدمتی نکردی ، و شرطِ ادب بجا نیاوردی ؟ گفت : سلطان را بگو : توقع خدمت از کسی دار که توقع نعمت از تو دارد ، و دیگر بدان که ملوک از بهر پاس رعیت اند ، نه رعیت از بهر طاعت ملوک ،

پادشاه پاسبانِ درویش است گرچه رامش بفرِّ دولت اوست
گوسپند از برای چوپان نیست بلکه چوپان برای خدمت اوست

یکی امروز کامران بینی دیگری را دل از مجاهده ریش
روز کی چند باش تا بخورد خاک مغزِ سرِ خیال اندیش
فرقِ شاهی و بندگی برخاست چون قضای نبشته آمد پیش
گر کسی خاکِ مرده باز کند نشناسد توانگر از درویش

ملک را گفتِ درویش استوار آمد ، گفت : از من چیزی بخواه گفت آن همی خواهم که دگر باره زحمت من ندهی ، گفت : مرا پندی بده ، گفت :

دریاب ، کنون که نعمتت هست بدست کین نعمت و ملک میرود دست بدست

حکایت یکی از وزراء پیش ذوالنّون مصری رح رفت و همّت خواست که روز و شب بخدمت سلطان مشغولم و هنوز از عقوبتش ترسان - ذوالنّون رح بگریست وگفت : اگر من خدای را عزّوجلّ ، چنین پرستیدمی که تو سلطان را از جملهٔ صدیقان بودمی -

گر نبودی امید راحت و رنج پای درویش برفلک بودی
گر وزیر از خدا بترسیدی همچنان کز مَلِک مَلَک بودی

حکایت پادشاهی بکشتن بیگناهی فرمان داد - گفت ، ای ملک ، بموجب خشمی که ترا بر من است آزار خود مجوی ، که این عقوبت بر من بیک نفس برآید و بزهٔ آن بر تو جاوید بماند

دوران بقا ، چو بادِ صحرا بگذشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

حکایت ایک درویش کسی جنگل میں تن تنہا بیٹھا ہوا تھا کسی بادشاہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ قناعت کی دولت سے مالا مال درویش نے اس کی طرف دھیان تک نہ کیا، سلطنت کے نشہ سے سرشار بادشاہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری، کہنے لگا یہ گدڑی پوش قلندروں کا گروہ بھی حیوانوں سے ملتا جلتا ہے ان میں اہلیت اور آدمیت ہوتی ہی نہیں۔ وزیر خود درویش کے قریب گیا اور پوچھا بندۂ خدا یہ کیا حرکت ہے بادشاہِ وقت تمہارے پاس سے گزرا تم نے سلام کیوں نہ کیا اور آداب کیوں نہ بجا لائے۔ درویش نے کہا وزیر صاحب بادشاہ سے کہہ دو کہ سلام کی امید اُس سے رکھے جو اس سے انعام کی توقع رکھتا ہو ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لے کہ بادشاہ رعایا کی دیکھ بھال کیلئے ہوتے ہیں رعایا بادشاہوں کی اطاعت کیلئے نہیں

بادشاہ خواہ کتنا ہی کرّوفر کا مالک کیوں نہ ہو اس کا کام درویشوں اور غریبوں کی پاسبانی کرنا ہے۔

بھیڑ چرواہے کی خدمت کے لیے نہیں ہوتی بلکہ خود گڈریا اس کی خدمت گزاری کے لیے ہوتا ہے۔

ایک آدمی کو آج تم ترقی کے اوج پر دیکھتے ہو اور دوسرے کو بختی و بدبختی کے ہاتھوں شکستہ دل و تباہ حال۔

چند دنوں کی بات ہے تھوڑا انتظار کرو تا کہ قبر کی مٹی سرِ پُرغرور کو چاٹ لے۔

جب موت آتی ہے تو آقا اور غلام کا فرق اُٹھ جاتا ہے۔

اگر کوئی قبروں کو اکھاڑ کر دیکھے تو امیر اور غریب، میں کبھی پہچان نہ کر سکے۔

بادشاہ کو قلندر کی بات پسند آئی۔ کہنے لگا، میاں درویش مانگو جو مانگتے ہو درویش نے کہا بس یہی خواہش ہے کہ دوبارہ مجھے زحمت نہ دیجئے بادشاہ نے کہا کوئی نصیحت ہی فرمایئے، درویش نے کہا۔

آج جبکہ تم نعمتوں سے مالا مال ہو کچھ کر لو اور نیکی کما لو ورنہ یہ حکومت اور مایا تو ڈھلتی پھرتی چھایا ہے۔

حکایت کسی وزیر نے حضرت ذوالنون مصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضرت میرے حق میں بھی دعا فرمایئے۔ میں رات دن بادشاہ کی خدمت بجا لاتا ہوں پھر بھی اُس کی سزا کے خوف سے ہر دم لرزتا کانپتا رہتا ہوں۔ ذوالنون مصری رو دیئے اور فرمایا اگر میں خدا کی اطاعت اسطرح کرتا جس طرح کہ تو اپنے بادشاہ کی کرتا ہے تو یقیناً صدیقوں کے مقام پر پہنچ گیا ہوتا۔ اگر راحت و غم اور امید و بیم کے خیالات سے بے نیاز ہو جاتا تو درویش کا قدم آسمان پر ہوتا۔

وزیر جتنا اپنے بادشاہ سے ڈرتا ہے اپنے خدا سے ڈرتا تو فرشتوں کا رتبہ پا لیتا۔

حکایت ایک بادشاہ نے کسی بیگناہ کے قتل کا حکم دیا تو بچارے نے کہا اے بادشاہ سلامت مجھ پر بلاوجہ غصّے ہو کر اپنا نقصان تو نہ کیجئے کیونکہ آپ کا عتاب تو مجھ پر لمحہ بھر میں گزر جائے گا مگر اس ظلم کا عذاب آپ پر ہمیشہ سوار رہیگا۔

دنیا کے تلخ و شیریں اور رنج و راحت کو ہوا کا جھونکا سمجھو۔

پنداشت ستمگر که، جفا بر ما کرد — در گردن او بماند و بر ما بگذشت

ملک را نصیحت او سودمند آمد و از سرِ خونِ او درگذشت.

حکایت وزرای نوشیروان در مهمّی از مصالح مملکت اندیشه همی کردند و هر یک رای همی زدند، و ملک همچنین تدبیری اندیشه کرد. بوزرجمهر را رایِ ملک اختیار آمد، وزیران در نهانش گفتند: رای ملک را چه مزیّت دیدی بر فکر چندین حکیم؟ گفت: بموجب آنکه انجام کار معلوم نیست و رای همگنان در مشیت است که صواب آید یا خطا، پس موافقت رای ملک اولیتراست، تا اگر خلافِ صواب آید بعلّت متابعت او از معاتبت ایمن باشم.

خلاف رایِ سلطان رایِ جُستن — بخون خویش باشد دست شستن

اگر شه روز را گوید: شب است این — بباید گفت آنک ماه و پروین

حکایت شیّادی گیسوان بافت، بصورت علویان و با قافلهٔ حجاج بشهری درآمد، در هیئات حاجیان، وقصیده‌ای پیش ملک برد که من گفتم. نعمت بسیارش فرمود و اکرام کرد، یکی از ندمای حضرت پادشاه، که در آن سال از سفر دریا آمده بود، گفت: من او را این عید اضحیٰ در بصره دیدم، حاجی چگونه باشد؟ دیگری گفتا: پدرش نصرانی بود در ملاطیه، پس او شریف چگونه باشد؟ و شعرش را به دیوان انوری دریافتند. ملک فرمود بزنندش ونفی کنند، تا چندین دروغ درهم چرا گفت؟ گفت، ای خداوند رویِ زمین، یک سخنیست دیگر در خدمت بگویم اگر راست نباشد بهر عقوبت، که فرمائی، سزاوارم، گفت: بگو تا آن چیست؟ گفت:

غریبی گرت ماست پیش آورد — دو پیمانهٔ آبست و یک چمچه دوغ

گر از بنده لغوی شنیدی به بخش — جهاندیده بسیار گوید دروغ

ملک را خنده گرفت، گفت: ازین راست‌تر سخن در عمر خود نگفته بفرمود تا آنچه مأمول اوست مهیا دارند و بخوشی برود.

حکایت یکی از وزراء بزیردستان رحم آوردی و صلاح همگنان بخیر توسط نمودی، اتفاقاً روزی بخطاب ملک گرفتار آمد. همگنان در استخلاص او سعی کردند و موکلان در معاقبتش ملاطفت نمودند و بزرگان ذکر سیرت خوبش بافواه بگفتند، تا ملک از سرِ عتاب او درگذشت، صاحبدلی برین حال اطلاع یافت وگفت:

تا دلِ دوستان بدست آری — بوستانِ پدر فروخته به

پختن دیگِ نیک خواهان را — هر چه رختِ سراست سوخته به

ظالم یہ سمجھتا ہے کہ اس نے ہمیں سزا دی حالانکہ اسی کے وبال میں وہ خود تا ابد مبتلا رہتا ہے۔
بادشاہ کے لیے یہ نصیحت مفید ثابت ہوئی چنانچہ اس کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔

حکایت نوشیروان کے وزیر سلطنت کے کسی اہم معاملے پہ غور وخوض کرتے ہوئے اپنی اپنی رائے پیش کر رہے تھے کہ بادشاہ نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا، بزرجمہر نے فوراً اس کی تائید کر دی۔ وزیروں نے تنہائی میں بوذرجمہر سے پوچھا کہ آخر بادشاہ کی رائے میں کونسی ایسی خوبی تھی جو تم نے اتنے داناؤں کی رائے پر اسے فوقیت دی۔ بوذرجمہر نے کہا بات یہ ہے کہ انسان کسی معاملے کے انجام سے تو واقف نہیں ہوتا۔ انسان کی سب تدبیریں تو تقدیر الٰہی کے تابع ہوتی ہیں۔ ممکن ہے ہماری تدبیر کا تیر نشانے پہ بیٹھے یا چوک جائے، پس بادشاہ کی رائے سے موافقت ہی میں بھلائی ہے تاکہ اگر تدبیر کارگر نہ ہو تو اس کی ہاں میں ہاں ملانے کی وجہ سے اسکے عتاب سے تو بچے رہیں گے۔

بادشاہ کی رائے سے اختلاف کرنا گویا اپنی جان سے ہاتھ دھونا ہے۔
بادشاہ اگر دن کو رات بتلائے تو کہیے بالکل بجا فرمایا آپ نے، وہ رہے چاند تارے۔

حکایت ایک مرد مکار نے اپنی زلفوں کو علویوں کی طرح گوندھا ہوا تھا۔ حاجیوں کے ایک قافلے کے ساتھ ایک شہر میں حاجیوں کے حلیہ میں داخل ہوا۔ وہاں کے بادشاہ کے حضور میں ایک قصیدہ پڑھا کہ یہ میرا ہے۔ جس پر بادشاہ نے اسے خوب انعام واکرام عطا کیا۔ شاہی مصاحبوں میں سے ایک جو اسی سال سمندری سفر سے واپس آیا تھا، کہنے لگا میں نے بقر عید کے دن اس شخص کو بصرے میں دیکھا یہ حاجی کیسے بن بیٹھا۔ ایک دوسرے مصاحب نے کہا اس کا باپ تو ملطیہ کا رہنے والا ایک عیسائی تھا یہ علوی کیسے ہو سکتا ہے۔ قصیدے کو دیوان انوری سے ڈھونڈ نکالا، بادشاہ نے کہا اسے کوڑے لگاؤ اور شہر بدر کر دو اس نے یوں جھوٹ پہ جھوٹ کیوں بولا۔ مکار نے عرض کی جہاں پناہ! اجازت ہو تو ایک بات اور عرض کروں، اگر وہ بھی سچ نہ ہو تو جو سزا بھی آپ میرے لیے تجویز کریں بجا ہوگی۔ بادشاہ نے کہا۔ چلو وہ بھی کہو،

کوئی اجنبی اگر آپ کی خدمت میں چھاچھ پیش کرے تو اس میں چمچہ بھر دہی ہوگا اور دو پیمانہ بھر پانی۔
اگر اس مسکین سیاح سے آپ نے کوئی لغو بات سن لی تو معذور سمجھئے کیونکہ جو جتنا جہاندیدہ ہوگا اتنا ہی زیادہ جھوٹ بولیگا۔
بادشاہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔ واقعی اس نے عمر بھر اس سے بڑھکر سچی بات نہ کہی ہوگی پھر حکم دیا اس کی آرزو پوری کر دو تاکہ خوشی خوشی جائے۔

حکایت ایک وزیر اپنے ماتحتوں پر بڑا رحم کرتا اور ہر کسی کے بھلے کی سوچتا۔ اتفاق کی بات ایک دن بچارہ شاہی عتاب میں آگیا ہر کسی نے اس کی رہائی کے لیے کوشش کی۔ پہریداروں نے بھی نرمی برتی، اس کے حسن سیرت کا تذکرہ ہر بزرگ کی زبان پر تھا حتیٰ کہ بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ ایک صاحب دل کو اس معاملے کا علم ہوا تو فرمایا کہ :۔

باپ سے ترکے میں ملا ہوا باغ بیچ کر بھی اگر دوستوں کی دلی خوشنودی حاصل کر سکو تو مہنگا سودا نہیں۔
نیک منش لوگوں کی دیگ کے پکانے کے لیے گھر کا اسباب بھی بطور ایندھن مصرف میں لانا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

با بد اندیش هم نکوئی کن   دهنِ سگ به لقمه دوخته به

حکایت یکی از پسران هارون الرشید پیش پدر آمد، خشم آلود که، فلان سرهنگ زاده مرا دشنام مادر داد، هارون ارکان دولت را گفت : جزای چنین کس چه باشد؟ یکی اشارت بکشتن کرد و دیگری بزبان بریدن و دیگری بمصادره ونفی- هارون گفت : ای پسر، کرم، آنست که عفو کنی وگر نتوانی تو نیزش دشنام مادر ده، نه چندانکه انتقام از حد در گذرد، پس آنگه ظلم از طرف ما باشد و دعوی از قبل خصم :

نه مرد است آن، بنزدیک خردمند   که با پیل دمان پیکار جوید
بلی، مرد آنکس است از روی تحقیق   که چون خشم آیدش باطل نگوید

یکی را زشت خوئی داد دشنام   تحمّل کرد و گفت : ای نیک فرجام
بتر زانم، که خواهی گفت: آنی   که دانم عیب من چون من ندانی

حکایت با طائفهٔ بزرگان بکشتی درنشسته بودم- زورقی در پی ما غرق شد، دو برادر بگردابی در افتادند - یکی از بزرگان گفت ملاح را : که بگیر این هر دوانرا که بهر یک پنجاه دینارت دهم- ملاح در آب رفت و تا یکی را برهانید آن دیگر هلاک شد- گفتم، بقیّت عمرش نمانده بود، ازین سبب درگرفتن این یکی تاخیر کرد و در آن دیگر تعجیل- ملاح بخندید وگفت: آنچه تو گفتی یقین است و دیگر میل خاطر من برهانیدن این یکی بیشتر بود، که وقتی در بیابانی مانده بودم، مرا بر شتر نشاند و از دست آن دیگر تازیانه ای خورده بودم، در طفلی- گفتم صَدَقَ اللّٰهُ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْهَا

تا توانی درونِ کس مخراش   کاندرین راه خارها باشد
کارِ درویش مستمند بر آر   که ترا نیز کارها باشد

حکایت دو برادر بودند، یکی خدمت سلطان کردی و دیگری بزور بازو خوردی- باری توانگر گفت درویش را که، چرا خدمت نکنی، تا از مشقت کار کردن برهی؟ گفت : تو چرا کار نکنی تا از مذلت خدمت رهائی یابی؟ که خردمندان گفته اند نان خود خوردن و نشستن به که کمر زرّین بخدمت بستن-

بُروں کے ساتھ بھی نیک سلوک کر، کتے کا منہ ٹکڑا ڈال کر بند کر دینا ہی بہتر ہے۔

حکایت ہارون الرشید کا ایک بیٹا غصے میں بھرا ہوا باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ فلاں سپاہی زادے نے مجھے ماں کی گالی دی ہے ہارون الرشید نے مصاحبوں کی طرف دیکھکر پوچھا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہو کسی نے قتل کا مشورہ دیا، کسی نے زبان کاٹ دینے کا۔ کسی نے جائداد کی ضبطی کا اور کسی نے شہر بدر کر دینے کا۔ ہارون الرشید نے شہزادے سے کہا بیٹا بزرگی کا تقاضا تو یہ ہے کہ بخش دو اگر بخشنے کی ہمت نہیں تو تم بھی اسے ماں کی گالی دے دو تاکہ انتقام حد سے نہ گزر جائے، اُس صورت میں ہم ظالم ہوں گے اور قیامت کے دن دعویدار وہ ہو گا۔

داناؤں کے نزدیک وہ آدمی دلیر نہیں جو مست دینگھاڑتے ہاتھی سے اُلجھ پڑے۔

درحقیقت جوانمرد وہ ہے جو طیش میں بھی خوفِ خدا سے غافل نہ ہو۔

کسی کو ایک بد خو انسان نے گالی دی۔ اس نے صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے کہا اے نیک انجام بھائی۔

تم مجھے جتنا بُرا بھی کہو گے میں اُس سے بھی زیادہ بُرا ہوں۔ کیونکہ میرے عیب اور میری برائیوں کو تم مجھ سے بہتر نہیں سمجھ سکتے۔

حکایت ایک دفعہ بزرگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ میں کشتی میں سفر کر رہا تھا کہ ہمارے پیچھے ایک ڈونگا ڈوب گیا اور اس میں سوار دو بھائی بچارے بھنور میں پھنس گئے۔ کشتی میں سوار ایک بزرگ نے ملاح سے کہا اگر ان دونوں کو پکڑ لاؤ تو ایک کے بدلے میں تمہیں پچاس دینار دونگا ملاح پانی میں کودپڑا ایک کو وہ بچا لایا اور دوسرا ڈوب گیا، میں نے کہا اس غریب کی عمر ہی ختم ہو چکی تھی جو تم نے اس کو پکڑنے میں عجلت کی اور اسکو پکڑنے میں دیر ہو گئی۔ ملاح نے ہنس کر کہا یوں تو جو کچھ آپنے فرمایا اس میں شک کی کیا گنجائش، مگر ایک بات اور بھی ہے اسے بچانے کیلئے میرا دل بہت مائل تھا۔ ایک مرتبہ میں بیابان میں تھک کر چُور ہو چکا تھا یہ پاس سے گزرا تو اس نے مجھے اونٹ پر بٹھا لیا تھا اور ڈوبنے والے کے ہاتھوں لڑکپن میں ایک دفعہ میں نے کوڑا کھایا تھا۔ میں نے کہا خدا نے سچ فرمایا ہے کہ جو بھلائی کرتا ہے اُسکا ثواب بھی اسی کی ذات کیلئے ہے اور جو برائی کرتا ہے اسکا عذاب بھی اسی کیواسطے ہے۔

جہاں تک ہو سکے کسی کا دل نہ دکھا کیونکہ یہ کانٹوں میں اُلجھی ہوئی پگڈنڈی ہے

حاجتمند لوگوں کے کام آ۔ کل تجھے بھی کام آ پڑیں گے۔

حکایت دو بھائی تھے ایک تو بادشاہ کی نوکری کرتا اور دوسرا گاڑھے پسینے کی کمائی سے بسر اوقات کرتا۔ ایک دفعہ دولتمند بھائی نے اپنے غریب بھائی سے کہا تم نوکری کیوں نہیں کر لیتے تاکہ کام کرنے کی مشقت سے چھوٹ جاؤ۔ غریب نے کہا تم نوکری کیوں نہیں چھوڑ دیتے تاکہ خدمتگاری کی ذلت سے بچ جاؤ کہ محنت سے کمائی ہوئی روٹی کھا کے بیٹھ رہنا سنہری پٹی باندھ کر حاکم کی خدمت میں کھڑے رہنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

بدست آهک تفته کردن خمیر   به از دست بر سینه پیش امیر

عمر گرانمایه درین صرف شد   تا چه خورم صیف و چه پوشم شتا
ای شکم خیره بتائی بساز   تا نکنی پشت بخدمت دوتا

کسی مژده پیش نوشیروان عادل آورد که، شنیدم فلان دشمن ترا خدای عزّ و جلّ برداشت، گفت: هیچ شنیدی که مرا خواهد گذشت؟

اگر بمرد عدو جای شادمانی نیست   که زندگانی ما نیز جاودانی نیست

حکایت گروهی حکما درحضرت کسرای بمصلحتی درسخن همی گفتند و بزرگمهر که مهتر ایشان بود، خاموش، گفتندش: که چرا با ما درین بحث سخن نگوئی؟ گفت: وزیران بر مثال اطبا اند و طبیب دارو ندهد جز سقیم را، چون بینم که رای شما بر صواب است مرا بر سر آن سخن گفتن حکمت نباشد،

چو کاری بی فضول من بر آید   مرا در وی سخن گفتن نشاید
وگر بینم که نابینا و چاه است   اگر خاموش بنشینم گناه است

حکایت هارون الرشید را چون ملک مصر مسلّم شد، گفت: بخلاف آن طاغی که بغرور ملک مصر دعوی خدائی کرد، نبخشم این مملکت را مگر بخسیس ترین بندگان، سیاهی داشت نام او خصیب، ملک مصر بوی ارزانی داشت، گویند: عقل و درایت او تا بجائی بود که طائفهٔ حراث مصر شکایت آوردندش که، پنبه کاشته بودیم باران بی وقت آمد و تلف شد، گفت، پشم بایستی کاشتن!

اگر دانش بروزی در فزودی   ز نادان تنگ روزی تر نبودی
بنادانان چنان روزی رساند   که دانا اندر آن عاجز بماند

بخت و دولت بکاردانی نیست   جز بتائید آسمانی نیست
اوفتاده است در جهان بسیار   بی تمیز ارجمند و عاقل خوار
کیمیا گر بغصه مرده و رنج   ابله اندر خرابه یافته گنج

اپنے ہاتھوں سے گرم گرم چونے کو گوندھنا کسی امیر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے ہزار درجے بہتر ہے۔

افسوس عمرِ عزیز اسی اُدھیڑ بُن میں گزر گئی کہ گرمیوں میں کیا کھائیں گے اور سردیوں میں کیا پہنیں گے۔
اے پیٹو انسان ایک آدھ روٹی ہی پہ قناعت کرے تا کہ دوسروں کی خدمت میں تجھے اپنی پشت کو جھکانا نہ پڑے۔
کوئی شخص نوشیروان عادل کے پاس یہ خوشخبری لایا کہ آج حضور کے فلاں دشمن کو خدا نے اس جہان سے اٹھالیا ہے۔ نوشیروان نے کہا کیا کہیں یہ بھی سنا ہے کہ مجھے چھوڑ دے گا۔

اگر دشمن مر گیا تو یہ کوئی خوشی کا محل نہیں کیونکہ ہماری زندگی بھی تو دائمی نہیں۔

حکایت نوشیروان کے دربار میں داناؤں کا ایک گروہ کسی اہم معاملہ پر گفتگو کر رہا تھا۔ بوذرجمہر جو اُن سب کا سردار تھا خاموش تھا ایک نے کہا آپ کیوں بحث میں حصہ نہیں لے رہے۔ اُس نے کہا وزیر حضرات طبیبوں کی مانند ہیں اور طبیب بیمار کے سوا کسی کو دوا نہیں دیتا، پس جب مجھے یہ نظر آرہا ہو کہ تم صحیح رائے دے رہے ہو میں بولوں تو یہ قرین حکمت نہیں۔

جو کام میرے دخل دیئے بغیر سرے لگ سکتا ہو مجھے اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت !
البتہ اگر میں یہ دیکھوں کہ رہرو اندھا ہے اور سامنے کنواں ہے پھر اگر میں چُپ سادھ رکھوں تو یہ بہت بڑا جرم ہے۔

حکایت ہارون الرشید نے جب مصر فتح کیا تو محض اس خیال سے کہ فرعون نے اس ملک کی بادشاہت پر مغرور ہو کر خدائی کا دعوٰی کردیا تھا ارادہ ظاہر کیا کہ میں اسکی حکومت حقیر ترین آدمی کے سوا کسی اور کو نہ سونپوں گا۔ اسکے پاس خصیب نامی حبشی غلام تھا اسے مصر کا حاکم بنا دیا۔ اس کی عقل و دانائی کا یہ حال تھا کہ ایک سال مصر کے کاشتکاروں کا ایک وفد اس کے پاس یہ عرضداشت لے کر گیا کہ ہم نے روئی بوئی تھی جو بے وقت بارش سے برباد ہوگئی۔ اس نے کہا : پشم کاشت کرنی چاہیئے تھی۔

اگر روزی کا انحصار عقل و دانش پر ہوتا تو بچارے نادان بھوک کے مر جاتے۔
مگر نادانوں کو خدا اس طرح رزق دیتا ہے کہ بچارہ دانا بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔

بخت و دولت کا انحصار لیاقت و تجربہ پہ نہیں یہ تو تائید یزدانی کے کرشمے ہیں۔
دنیا میں جدھر نظر دوڑاؤ تمہیں بے ہنر مال دار اور دانا ذلیل و خوار نظر آئیں گے۔
کیمیا گر تو غم و اندوہ میں کُڑھ کُڑھ کر مر گیا اور احمق کو کھنڈر سے مفت میں خزانہ مل گیا۔

حکایت یکی را از ملوک کنیزکی چینی آوردند۔ خواست در حالت مستی باوی جمع آید، کنیزک ممانعت کرد، ملک در خشم رفت، و مراو را بسیاهی بخشید که، لب زبرینش از پره بینی درگذشته بود و زیرینش بگریبان فروهشته، هیکلی که صخره جنی از طلعتش برمیدی، و عین القطر از بغلش بگندیدی

تو گوئی تا قیامت زشت روئی — بر و ختم است و بر یوسف نکوئی

شخصی نه چنان کریه منظر — کز زشتی او خبر توان داد
وانگه بغلی، نعوذ باللّٰه — مُردار بآفتاب مرداد

آورده اند که، سیاه را درآن مدت نفس طالب بود و شهوت غالب، مهرش بجنبید و مُهرش برداشت، بامدادان که ملک کنیزک راجست و نیافت۔ حکایت بگفتند، خشم گرفت و فرمود تا سیاه را با کنیزک استوار ببندند واز بام جوسق بقعرِ خندق در اندازند، یکی از وزرائے نیک محضر روئے شفاعت برزمین نهاد و گفت: جهان بکام خداوند باد واقبال و دولت غلام سیاه بیچاره را درین خطای نیست، که سائر بندگان و خدمت گزاران بنوازش خداوندی متعوّد اند، گفت: اگر در مفاوضهٔ او شبی تاخیر کردی چه شدی ؟ که من او را افزون از قیمت کنیزک دلداری کردمی، گفت، ای خداوند روی زمین راست فرمودی ولیکن :۔

تشنهٔ سوخته در چشمهٔ روشن چو رسید — تو مپندار که از پیلِ دمان اندیشد
ملحد گرسنه در خانهٔ خالی بر خوان — عقل باور نکند کز رمضان اندیشد

ملک را این لطیفه پسند آمد و گفت اکنون سیاه را ترا بخشیدم، کنیزک را چه کنم ؟ گفت کنیزک، سیاه را بخش که نیم خوردهٔ او ہم او را شاید :

هرگز آن را بدوستی مپسند — که رود جای ناپسندیده
تشنه را دل نخواهد آب زلال — نیم خورده دهانِ گندیده

حکایت اسکندر رومی را پرسیدند: دیارِ مشرق و مغرب را بچه گرفتی ؟ که ملوک پیشین را خزائن و عمر و ملک بیش ازین بود و چنین فتحی میسر نشد، گفتا: بعون خدای عزَّوجَلَّ، هر مملکتی را که بگرفتم رعیتش را نیازردم و نام پادشاهان جز بنکوئی نبردم :۔

بزرگش نخوانند اہلِ خرد — که نامِ بزرگان بزشتی برد

حکایت کسی بادشاہ کو ایک چینی کنیز پیش کی گئی، بادشاہ نے مستی کے عالم میں اس سے ہمکنار ہونا چاہا تو کنیز نے منع کیا، بادشاہ کو طیش آیا، اس نے اسے ایک ایسے حبشی غلام کے حوالے کر دیا جس کا اوپر کا ہونٹ ناک کے نتھنوں سے اُوپر چڑھا ہوا تھا اور نچلا گریبان تک لٹک آیا تھا ڈیل ڈول ایسی کہ صخرہ جن بھی اسے دیکھ کر دم دبا کر بھاگ نکلے۔ بغل گند کا یہ حال کہ کول تار کی بدبو بھی مات۔

دیکھنے والا پکار اُٹھے کہ قیامت تک خوبصورتی میں یوسف علیہ السلام اور بدصورتی میں اس کا کوئی ثانی نہ ہوگا۔

اُس کی بدصورتی کا یہ عالم تھا کہ اُسے لفظوں کا جامہ پہنانا مشکل ہے۔

اور اس پہ بغل گند، جیسے ساون کی دھوپ میں کسی مردار سے بدبُو کے بھبھوکے اٹھتے ہیں۔

کہتے ہیں ان دنوں حبشی غلام کی تمنا جوان تھی اور نفس غالب محبت کے جذبات نے انگڑائی لی اور اس کی دوشیزگی کا پردہ چاک کر دیا۔ صبحدم بادشاہ نے کنیز کو ڈھونڈا مگر کہیں نہ پایا، صحیح صورتِ حال بتائی گئی تو مارے غصے کے لال پیلا ہو کر حکم دیا کہ حبشی اور کنیز کو باہم جکڑ کر محل کی چھت پر سے نیچے خندق کی گہرائیوں میں گرا دیا جائے ایک نیکدل وزیر نے ادب سے جُھک کر سفارش کرتے ہوئے کہا۔ گردش دوران آپ کی خواہشات کیمطابق اور اقبال و نصیبہ یاور رہے۔ بچارے حبشی غلام کی اس میں کیا خطا؟ حضور کے سب نوکر چاکر اور غلام شاہی عنایات اور نوازشات کے عادی ہیں بادشاہ نے کہا اگر کنیز سے ملاقات کے باب میں ایک رات تاخیر کر دیتا تو کیا طوفان آجاتا۔ میں کنیز کی قیمت سے بڑھ کر اس کی حوصلہ افزائی کرتا۔ وزیر نے کہا بادشاہ عالم جو کچھ فرمایا بجا ہے لیکن :-

پیاس کا مارا جس کی زبان سوکھ کر کانٹا ہو رہی ہو صاف شفاف شیریں چشمے کے کنارے پہنچکر چنگھاڑتے ہوئے مست ہاتھی سے بھی نہیں ڈرتا۔

بُھوک اور فاقہ کے مارے ہوئے ملحد کو اگر کسی خالی گھر میں خوان نعمت مل جائے تو عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی کہ ماہِ رمضان کے احترام میں کھانے سے چوک جائیگا۔

بادشاہ کو یہ دقیق بات پسند آئی، کہنے لگا، اچھا حبشی کو میں نے تمہیں بخشا۔ اب یہ کہو کہ کنیز کو کیا کروں۔ وزیر نے کہا کنیز کو حبشی کے حوالے کر دیں کہ اس کا بچا کھچا کھانا بھی اسی کو زیب دیتا ہے۔

جو آدمی ناپسندیدہ جگہ جانے کا عادی ہو اسے دوستی کیلئے انتخاب نہ کر۔

ایک گندہ دہن انسان کا بچا ہوا پانی خواہ کتنا ہی صاف اور شفاف کیوں نہ ہو پیاسا آدمی اس کی طرف کبھی رجوع نہیں کریگا۔

حکایت لوگوں نے اسکندر رومی سے پُوچھا کہ مشرق و مغرب کے اتنے علاقوں کو تونے کیسے فتح کیا۔ حالانکہ تم سے پہلے بادشاہ تم سے مال و دولت، عمر اور سلطنت کے لحاظ سے بڑے تھے لیکن انہیں ایسی فتوحات کبھی نصیب نہ ہوئیں۔ اس نے جواب دیا، میں نے ان علاقوں کو تائید ربانی کے بل بوتے پر فتح کیا، جس ریاست پر قبضہ کیا وہاں کی رعیت کا کبھی دل نہ دکھایا، اور وہاں کے بادشاہوں کو ہمیشہ نیکی سے یاد کیا۔

جو کوئی بزرگوں کو بُرائی سے یاد کرتا ہے دانا اسے کبھی بزرگ نہیں کہتے۔

باب دوم
در
اخلاق درویشان

حکایت یکی از بزرگان گفت پارسائی را، چگوئی در حقِ فلان عابد که دیگران در وی بطعنه سخن ها گفته اند؟ گفت: بر ظاهرش عیب نمی بینم، و در باطنش غیب نمیدانم.

هر که را جامه پارسا بینی   پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی که در نهانش چیست   محتسب را درون خانه چه کار؟

حکایت درویشی را دیدم که، سر بر آستان کعبه همی مالید و میگفت: یا غفور و یا رحیم، تو دانی که از ظلوم وجهول چه آید؟

عذر تقصیر خدمت آوردم   که ندارم بطاعت استظهار
عاصیان از گناه توبه کنند   عارفان از عبادت استغفار

عابدان جزای طاعت خواهند و بازرگانان بهای بضاعت، من بنده امید آورده ام نه طاعت، و بدریوزه آمده ام، نه به تجارت، اِصْنَعْ بِی مَا اَنْتَ اَهْلُهُ

گر کُشی ور جرم بخشی، روی و سر بر آستانم
بنده را فرمان نباشد، هرچه فرمائی بر آنم

بر درِ کعبه سائلی دیدم   که همی گفت و میگرستی خوش
من نگویم که، طاعتم بپذیر   قلمِ عفو بر گناهم کش

حکایت عبدالقادر گیلانی رح را دیدند در حرم کعبه روی بر حصا نهاده، همی گفت: ای خداوند به بخشای وگر هر آیینه مستوجب عقوبتم در روز قیامتم نابینا بر انگیز، تا در روی نیکان شرمسار نشوم.

روی بر خاکِ عجز میگویم   هر سحرگه که باد می آید:
ای که هرگز فرامشت نکنم   هیچت از بنده یاد می آید؟

دوسرا باب
درویشوں کے اخلاق کے بارے میں

حکایت کسی بزرگ نے ایک پارسا سے پوچھا کہ فلاں عابد کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے دوسرے تو اس کے متعلق بڑی الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں۔ اس نے کہا، ظاہر میں تو مجھے کوئی عیب نظر نہیں ہوتا اور باطن کے متعلق غیب کا علم میں جانتا نہیں۔

نیک کہنا نیک جس کو دیکھنا
تم کو تفتیش دروں سے کیا غرض

حکایت میں نے ایک درویش کو دیکھا کہ کعبہ کی دہلیز پر ماتھا رگڑ رہا تھا اور پکار پکار کر کہہ رہا تھا اے خدا تو غفور الرحیم ہے تو خوب جانتا ہے کہ ظالم و جاہل انسان سے کیا بھلائی ہو سکتی ہے۔ مجھے اطاعت و عبادت کا کوئی سہارا نہیں ہے تو تیرے حضور میں اپنے گناہوں پر عذر خواہی کو آیا ہوں۔

عام لوگ تو گناہوں پہ توبہ کرتے ہیں مگر اہل اللہ اپنی عبادت پہ بھی استغفار کرتے ہیں۔

عابد اپنی عبادت کا صلہ مانگتے ہیں اور تاجر اپنے مال و اسباب کی قیمت، میں اطاعت نہیں امید لے کر آیا ہوں میں تیرے در پہ بھیک مانگنے آیا ہوں سوداگری کرنے نہیں آیا۔ میرے ساتھ تو وہی سلوک کر جو تیری شان کے شایان ہو۔

میں تیرے در پہ آپڑا ہوں خواہ سزا دے یا جزا،
میں بالکل بے بس اور بے اختیار ہوں مجھے جو بھی حکم ہے میرا سر تسلیم خم ہے۔
میں نے بیت اللہ شریف کے دروازے پہ ایک سائل کو دیکھا جو پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔
میں نہیں کہتا کہ میری اطاعت قبول کرے۔ میرا سوال تو یہ ہے کہ میرے گناہوں کو معاف کر دے۔

حکایت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو لوگوں نے دیکھا کہ حرم کعبہ میں سنگریزوں پر پیشانی ٹیک کر یہ دعا مانگ رہے تھے کہ اے خدا مجھے بخش دینا اور اگر لازمی طور پر میں سزا کا مستحق ٹھہروں تو قیامت کے دن مجھے اندھا اٹھانا تاکہ نیکوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

صبح سویرے نور کے تڑکے جب ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے ہیں تو میں سر بسجود ہو کر بڑی عاجزی سے پوچھتا ہوں۔
کہ میں تو تمہیں لمحہ بھر کے لیے بھی نہیں بھول سکتا کیا کبھی تم بھی مجھے یاد کرتے ہو۔

حکایت دزدی بخانهٔ پارسائی درآمد، چندانکه جست چیزی نیافت. دلتنگ شد، پارسارا خبر شد. گلیمی که برآن خفته بود در راه دزد انداخت تا محروم نشود.

شنیدم که مردانِ راهِ خدا دلِ دشمنان را نکردند تنگ
ترا کی میسّر شود این مقام؟ که با دوستانت خلافست و جنگ

مودّتِ اهلِ صفا چه در رویِ و چه درقفا، نه چنانکه ازپست عیب گیرند و درپیشت میرند

در برابر چو گوسپندِ سلیم در قفا، همچو گرگِ مردم خوار
هرکه عیبِ دگران پیشِ تو آورد و شمرد
بیگمان عیبِ تو پیشِ دگران خواهد برد

حکایت تنی چند از روندگان متفق سیاحت بودند و شریکِ رنج و راحت، خواستم تا مرافقت کنم، موافقت نکردند، گفتم: از کرمِ اخلاقِ بزرگان بدیع است روی از مصاحبتِ مسکینان تافتن وفائده و برکت دریغ داشتن، که من درنفسِ خویش این قدر قوت و سرعت همی بینم که درخدمتِ مردان یارِ شاطر باشم، نه بارِ خاطر.

ان لم اکن راکب المواشی اسعیٰ لکم حامل الغواشی

یکی ازان میان گفت: ازین سخن، که شنیدی دل تنگ مدار، که درین روزها دزدی بصورتِ درویشان برآمد وخودرا درسلکِ صحبت ما منتظم کرد.

چه دانند مردم که در جامه کیست؟ نویسنده داند که در نامه چیست؟

وازانجا که سلامتِ حالِ درویشان است گمانِ فضولش نبردند و بیاری قبولش کردند.

صورتِ حالِ عارفان دلق است این قدر بس، چو رویَ در خلق است
درعمل کوش وهرچه خواهی پوش تاج بر سر بنه و علم بر دوش
ترکِ دنیا و شهوت است و هوس پارسائی، نه ترکِ جامه و بس
درکزاگند مرد باید بود بر مخنث سلاحِ جنگ چه سود؟

روزی تابشب رفته بودیم وشبانگه بپای حصاری خفته که دزدِ بی توفیق ابریق برداشت که، بطهارت میرود و بغارت میرفت.

پارسا بین که، خرقه در بر کرد جامهٔ کعبه را جُلِ خر کرد

چندان که از نظرِ درویشان غایب شد، ببرجی بر رفت و درجی بدزدید، تا روز روشن شد درآن تاریک مبلغی راه رفته بود و رفیقان بیگناه خفته، بامدادان همه را بقلعه درآوردند و بزدند و بزندان کردند. از آن تاریخ ترکِ صحبت

حکایت ایک چور کسی درویش کے گھر جا گھسا بہت ڈھونڈا لیکن کچھ نہ پایا۔ بہت آزردہ ہوا پارسا کو پتہ چلا اس نے وہ گودڑی چور کے راستے میں پھینک دی جس میں وہ سو رہا تھا تاکہ چور خالی ہاتھ نہ جائے۔

سنا ہے پیارے خدا کے جو تھے — نہ کرتے تھے وہ دشمنوں کو بھی تنگ
تجھے کیسے حاصل ہو یہ مرتبہ — کہ ہے دوستوں سے بھی پرخاش و جنگ

صاف دل لوگوں کو دوستی میں سامنے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ کبھی ایسا نہیں کرتے کہ سامنے تو بلائیں لیں اور پیٹھ پیچھے عیب نکالیں۔

سامنے تو بکری کی طرح تابع اور پسِ پشت پھاڑ دینے والا بھیڑیا

دوسروں کے عیب لے آتا ہے تیرے پاس جو
عیب لے جائیگا تیرے دوسروں کے رُو برو

حکایت چند درویش ایک دوسرے کے دُکھ سکھ میں شریک سیر و سیاحت کر رہے تھے، میں نے بھی چاہا کہ اُن کا ساتھی بن جاؤں۔ لیکن وہ راضی نہ ہوئے میں نے کہا صاحبو غریبوں کی صحبت سے جی چرانا، اور انہیں اپنے فیضِ صحبت سے محروم رکھنا درویشوں کے اخلاق و مروت سے بعید ہے۔ پھر مجھے اپنی ذات پہ یہ اعتماد بھی ہے کہ شریکِ سفر بنا لیتے تو یار شاطر ثابت ہوتا کبھی بارِ خاطر نہ بنتا۔

اگرچہ میرے پاس سواری کا کوئی جانور نہیں تاہم میں کوشش کرتا اور آپ کا حاشیہ بردار بن کر آپ کے نمدِ زین پوش کو اپنے کندھوں پہ اٹھائے پھرتا۔

ان میں سے ایک نے کہا ہماری بات کا بُرا نہ مانو ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے ایک درویش صورت چور آیا اور ہماری جماعت میں شامل ہو گیا۔

کسی کو کیا خبر کہ فقر کے ظاہری لباس میں کس قماش کا انسان ہے۔ یہ تو صرف لکھنے والا ہی جانتا ہے کہ ملفوف مکتوب میں کیا کچھ لکھا ہے۔

اس کی درویشانہ ہیئت سے کوئی بدگمانی نہ ہوئی۔ ہم نے اسے ہمسفر بنا لیا۔

عام دیکھنے میں تو فقر کا ظاہر لباس فقیرانہ گودڑی ہی ہے اور عام دیکھنے والے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

اپنے اعمال کو پاک رکھ اور جونسی پوشاک جی چاہے پہن لے، اگر سر پر تاج ہوتے ہوئے درویشانہ جھنڈا ہو تو کیا مضائقہ۔

پارسائی تو نفسانی خواہشات کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ پوشاک اور ملبوسات چھوڑنے کا نام نہیں۔

سُچے ریشم سے گندھے ہوئے لباس میں کسی جوانمرد کا ہونا ضروری ہے، ہیجڑا ہتھیار بند ہو کر بھی نکلے تو کیا فائدہ؟

ایک دن ہم لوگ صبح سے شام تک پیدل منزلیں مارنے کے بعد رات کو ایک قلعے کی فصیل تلے سو رہے تھے کہ وہی بدبخت چور یاروں کا لوٹا اٹھا کر طہارت کے بہانے ایک طرف چل دیا دراصل وہ جا رہا تھا چوری کرنے۔

ذرا اس پارسا کو دیکھو کہ گودڑی پہن رکھی ہے جیسے گدھے پر غلافِ کعبہ کا جھول ہو۔

حتیٰ کہ وہ درویشوں کی نظر سے اوجھل ہو گیا۔ قلعے کے بُرج پر چڑھ گیا اور وہاں سے جواہرات کا ڈبہ نکال کر چمپت ہوا۔ دن چڑھا، ہر طرف روشنی پھیلی مگر اس وقت تک وہ کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ ادھر اس کے بیگناہ ساتھی ابھی پڑے سو رہے تھے، صبح کیوقت سب کو (شبہیں) دھر لیا گیا۔ قلعہ کے اندر لے جا کر خوب پیٹا

گفتیم و طریقِ عزلت گرفتیم - والسلامة فی الوحدة

چو از قومی یکی بیدانشی کرد — نه که را منزلت ماند، نه مِه را
شنیدستی که، گاوی در علف زار — بیالاید همه گاوانِ ده را

گفتم: سپاس و منّت خدای عزّوجلّ را که از برکهٔ درویشان محروم نماندم، گرچه بصورت از صحبت وحید افتادم بدین حکایت که شنیدم مستفید گشتم و امثال مرا همهٔ عمر این نصیحت بکار آید.

بیک نا تراشیده در مجلسی — برنجد دِل هوشمندان بسی
اگر برکهٔ پُر کنند از گلاب — سگی در وی افتد، شود منجلاب

حکایت زاهدی مهمان پادشاهی بود، چون بخوان بنشستند کمتر از آن خورد که ارادت او بود و چون بنماز برخاستند بیش از آن کرد که عادت او، تا ظنّ صلاحیت در حق او زیادت کنند

ترسم نرسی بکعبه، ای اعرابی — کین ره که تو میروی بترکستانست

چون بمقام خویش آمد سفره خواست تا تناولِ کند! پسری صاحب فراست داشت، گفت ای پدر باری بمجلس سُلطان در طعام نخوردی؟ گفت: در نظر ایشان چیزی نخوردم که بکار آید، گفت: نماز را هم قضا کن، که چیزی نکردی که بکار آید.

ای هنرها نهاده بر کف دست — عیبها را گرفته زیر بغل
تا چه خواهی خریدن ای مغرور — روز درماندگی بسیم دغل

حکایت یاد دارم که در ایّامِ طفولیت متعبّد بودمی و شب خیز و مولع زهد و پرهیز، شبی در خدمت پدر رحمة‌الله علیه نشسته بودم و همه شب دیده برهم نبسته و مصحفِ عزیز برکنار گرفته و طائفه ای گرد ما خفته، پدر را گفتم: ازینان یکی سر بر نمیدارد که دوگانهَ بگزارد، چنان خوابِ غفلت بُرده اند که گوئی نخفته که مرده اند گفت: جانِ پدر، تو نیز اگر بخفتی به از آن که در پوستین خلق افتی.

نه بیند مدعی جز خویشتن را — که دارد پردهٔ پندار در پیش
گرت چشمِ خدا بینی به بخشند — نبینی هیچکس عاجز تر از خویش

حکایت یکی را از بزرگان به محفلی اندر همی ستودند و در اوصاف جمیلش مبالغه میکردند، سر برآورد و گفت:

اور پھر قید خانے میں ٹھونس دیا۔ اس دن سے ہم نے یار باشی سے توبہ کرلی اور تنہائی کی راہ اختیار کرلی ہے اس لیے کہ سلامتی تنہائی ہی میں ہے۔

قوم میں سے کوئی ایک آدھ بھی اگر حماقت کر بیٹھے تو پھر نہ کسی ایسے کی عزت باقی رہتی ہے نہ ویسے کی۔

تم نے سنا ہوگا کہ ایک لتھڑا ہوا بیل چراگاہ میں سارے گاؤں کے بیلوں کو آلودہ کر دیتا ہے۔

میں نے کہا خدا کا ہزار شکر ہے کہ اس نے اب بھی مجھے درویشوں کے فیض سے محروم نہ رکھا۔ بظاہر مجھے آپ کی صحبت میسر نہ آسکی مگر اس داستان نے میری معلومات میں ضرور اضافہ کیا، اور مجھ ایسے لوگوں کے لیے یہ نصیحت عمر بھر کام آئے گی۔

ایک کندۂ ناتراش کسی محفل میں آجائے تو بہت سے عقلمندوں کا دل دکھا دیتا ہے۔

حوض عرقِ گلاب سے کیوں نہ بھرا ہوا ہو ایک کتا اس میں گھس کر اسے ناپاک و پلید کر دے گا۔

حکایت ایک زاہد کو کسی بادشاہ نے دعوت پر بلایا۔ جب دسترخوان پر بیٹھے تو زاہد نے طلب سے بہت کم کھایا اور جب نماز کے لیے اٹھے تو معمول سے زیادہ پڑھی، تاکہ اس کے بارے میں بادشاہ کا حسن ظن اور بڑھے۔

اے بدوی مجھے ڈر ہے کہ تو کعبے تک نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ جو راہ تو نے اختیار کر رکھی ہے وہ تو ترکستان کو جاتی ہے۔

دعوت سے فارغ ہو کر حضرت زاہد گھر پہنچے تو دسترخوان کا مطالبہ کیا تاکہ کچھ کھائے۔ اس کا ایک بیٹا تھا جو بڑا ذہین اور باہوش تھا۔ اس نے کہا ابا جان آپ تو شاہی مہمان تھے کیا وہاں کھانا نہیں کھایا زاہد نے کہا بیٹا کوئی چیز ایسی نہیں کھائی جس سے کام چل جاتا۔ لڑکے نے کہا نماز بھی دوبارہ قضا پڑھ لیجئے وہ بھی ایسی نہ پڑھی ہوگی جو کام دے جائے۔

اپنے عیبوں کو چھپانے والا اور علم و ہنر کی جا بجا نمائش کرنے والا
فریب خوردہ بھلا اپنی بیکسی و بے بسی کے دنوں میں کھوٹے داموں سے کیا خریدے گا۔

حکایت مجھے خوب یاد ہے کہ بچپن میں میں بڑا عبادت گزار تھا اور شب زندہ دار، طبیعت زہد و پرہیز کی طرف بہت مائل تھی۔ ایک رات میں اپنے والد بزرگوار (خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے) کی صحبت میں عبادت کیلئے بیٹھا ہوا تھا۔ ساری رات آنکھ تک نہ جھپکی۔ قرآن حکیم کو گود میں لیے رکھا رات آنکھوں میں کاٹ دی۔ کچھ لوگ ہمارے اِردگرد سو رہے تھے۔ میں نے کہا ان میں سے کسی کو سر اٹھانے اور دوگانہ پڑھنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی۔ یوں لمبی تان کر سوئے ہیں کہ گمان گزرتا ہے کہ سوئے نہیں بلکہ مر گئے ہیں۔ باپ نے کہا اے فرزند دلبند ان کی بال کی کھال ادھیڑنے کی بجائے تو بھی اگر سویا رہتا تو بہتر ہوتا۔

خود بین کو اپنے سوا کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔ آنکھوں پر تعلی کا پردہ پڑا ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بس میں ہی میں ہوں۔

اگر تجھے چشم خدا بین مل جائے تو تو اپنے سے بڑھ کر کسی اور کو عاجز نہ پائے۔

حکایت کسی محفل میں ایک بزرگ کی تعریف ہو رہی تھی۔ ان کی نیک صفات کے بیان میں بہت مبالغہ آرائی ہو رہی تھی۔ بزرگ نے

من آنم که من دانم -

کفیت اذی یا من یعد محاسنی

علانیتی هذا ولـم تدر ما بطن

شخصم بچشم عالمیان خوب منظر است — وز خبث باطنم سر خجلت فتاده پیش
طاوس را به نقش و نگاری که هست خلق — تحسین کنند او خجل از پای زشت خویش

حکایت یکی از صلحای لبنان، که مقامات او در دیار عرب مذکور بود و کرامات مشهور، بجامع دمشق درآمد و برکنار برکه کلاسه طهارت همی ساخت - پایش بلغزید و بحوض درافتاد و بمشقت از آن جایگه رهائی یافت - چون از نماز بپرداختند یکی از اصحاب گفت: مرا مشکلی هست اگر اجازهٔ پرسیدن است؟ گفت: آن چیست؟ گفت: یاد دارم که شیخ بروی دریای مغرب برفت و قدمش تر نشد، امروز چه حالت بود که درین قامتی آب از هلاک چیزی نماند؟ شیخ اندرین فکرت زمانی فرو رفت و پس از تأمل بسیار سر برآورد و گفت: نشنیده که سیّد عالم صلی اللّٰه علیه وآله وسلم گفت: لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل، و نگفت: علی الدّوام، وقتی چنین که فرمود به جبرائیل ومیکائیل نپرداختی ودیگر وقت با حفصه وزینب درساختی مشاهدة الابرار بین التجلی والاستتار می‌نمایند و می‌ربایند

دیدار می‌نمائی و پرهیز می‌کنی — بازار خویش و آتش ما تیز می‌کنی

حکایت یکی پرسید از آن گم کرده فرزند — که ای روشن روان پیر خردمند
ز مصرش بوی پیراهن شنیدی — چرا در چاه کنعانش ندیدی؟
بگفت احوال ما برق جهان است — دمی پیدا و دیگر دم نهانست
گهی بر طارم اعلیٰ نشینیم — گهی بر پشت پای خود نه بینیم
اگر درویش در حالی بماندی — سر دست از دو عالم برفشاندی

حکایت در جامع بعلبک وقتی کلمهٔ چند همی گفتم، بطریق وعظ، با جماعتی افسرده دل مرده، راه از عالم صورت بعالم معنی نبرده - دیدم، که نفسم درنمی‌گیرد، و آتشم در هیزم تر اثر نمیکند - دریغ آمدم تربیت ستوران و آئینه داری در محلت کوران، ولیکن در معنی باز بود و سلسلهٔ سخن دراز، در معنی این آیت که وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ

سر اوپر اٹھایا اور فرمایا صاحبو! میں جو کچھ ہوں میں ہی جانتا ہوں۔

میری نیکیوں کو شمار کرنے والے خدا تمہیں ہر آفت سے محفوظ رکھے،

میرا ظاہری حال تو یہی ہے جو تمہارے سامنے ہے مگر میرے باطن کا تمہیں علم نہیں۔

میری ظاہری شخصیت اور حسن و جمال لوگوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں لیکن میں اپنی باطنی خباثت پہ نادم اور سرافگندہ ہوں۔

لوگ مور کے پر و بال کے نقش و نگار پر تحسین و آفرین کرتے ہیں اور وہ بچارہ اپنے پاؤں کی بدصورتی پہ مارے شرم کے ڈوبا جاتا ہے۔

حکایت لبنان کے صالحین میں سے ایک شخص جس کے زہد و تقدس اور کرامات کا سرزمین عرب میں ہر سو چرچا تھا دمشق کی جامع مسجد میں آیا۔ حوض کلاسہ کے کنارے وضو کر رہا تھا کہ پاؤں پھسلا اور وہ حوض میں گر گیا اور بڑی مشکل سے باہر نکلا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک صاحب نے کہا مجھے ایک مشکل درپیش ہے اگر اجازت ہو تو پوچھوں۔ شیخ نے فرمایا کہو کیا مشکل ہے اس نے کہا مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک وہ وقت تھا کہ شیخ دریائے مغرب کی سطح پر چلتا رہا مگر پاؤں تر نہ ہوئے۔ آج یہ کیا کیفیت تھی کہ اس تھوڑے سے پانی میں مر مر کے بچے۔ شیخ گھڑی دو گھڑی کیلئے مراقبے میں کھو گیا، اور پھر کافی سوچ بچار کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا، کیا آپ نے حضور سرورِ کائنات کا یہ فرمان نہیں سنا مجھے اپنے خدا کیساتھ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ جہاں مقرب فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں اور جہاں کسی پیغمبر کا بھی گزر نہیں ہوتا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیفیت ہمیشہ رہتی ہے بلکہ یہ فرمایا کہ گاہے یوں ہوتا ہے کہ جبرائیل و میکائیل سے بھی بے نیاز ہوتا ہوں اور گاہے بی بی حفصہ و زینب کی صحبت میں وقت گزرتا ہے پاکانِ حق کا مشاہدہ ظہور و خفا کے بین بین ہوتا ہے کبھی جلوہ دکھاتے ہیں اور کبھی چھپ جاتے ہیں۔

سامنے آتے بھی ہو اور پھر پسِ پردہ چلے جاتے ہو۔ اپنے بازار کی رونق بڑھاتے ہو اور ہماری آتشِ شوق کو بھڑکاتے ہو۔

حکایت کسی نے پیرِ روشن ضمیر حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ:۔

آپ نے مصر سے پیراہن یوسف کی خوشبو تو سونگھ لی لیکن کنعان سے چند میل کے فاصلے پر اپنے فرزند دلبند کو کنوئیں میں کیوں نہ دیکھ سکے۔

فرمایا ہماری کیفیت کوندنے والی بجلی کی مانند ہے جو یکدم چمکتی ہے اور دوسرے لمحے میں غائب ہو جاتی ہے۔

کبھی ہماری بالا نشینی کا یہ عالم کہ کبھی سدرۃ المنتہی پہ پہنچ جاتے ہیں اور کبھی پاؤں کی پشت کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔

اگر یکساں رہے درویش کا حال   تو ہو دونوں جہاں سے فارغ البال

حکایت ایک دفعہ میں بعلبک کی جامع مسجد میں لوگوں کے ایک گروہ کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا۔ حاضرین کے دل مردہ نہیں تو پژمردہ ضرور تھے، اس عالم رنگ و بو میں کھوئے ہوئے انسان عالم معنی سے یکسر ناآشنا تھے، میں نے محسوس کیا کہ میری آتش بیانی بے اثر ثابت ہو رہی ہے اور میری نوا کا شعلہ گیلے ایندھن پر اثر انداز نہیں ہوتا میں جی ہی جی میں کڑھ رہا تھا کہ یہ تو بھینس کے آگے بین بجانے اور اندھے کو شیشہ دکھانے والی بات ہے لیکن حقیقت کے دروازے ابھی وا تھے

سخن بجایی رسانیده بودم که:

دوست نزدیکتر از من بمن است ... وینت مشکل که من از وی دورم!
چه کنم؟ با که توان گفت که، دوست ... در کنار من و من مهجورم

من از شراب این سخن سرمست و فضالهٔ قدح در دست، که رونده‌ای برکنارِ مجلس گذر کرد و دورِ آخر درو اثر کرد و نعره‌ای چنان زد که دیگران بموافقت او در خروش آمدند و خامانِ مجلس بجوش، گفتم، سبحان الله! دورانِ باخبر در حضور و نزدیکانِ بی‌بصر دور.

فهم و سخن چون نکند مستمع ... قوّتِ طبع از متکلّم مجوی
فسحتِ میدانِ ارادت بیار ... تا بزند مردِ سخنگوی، گوی

حکایت شبی در بیابان مکه از بیخوابی پای رفتنم نماند. سر بنهادم و شتربان را گفتم، دست از من بدار،

پای مسکین پیاده چند رود؟ ... کز تحمل ستوده شد، بختی
تا شود جسم فربهی لاغر ... لاغری مرده باشد از سختی

گفت: ای برادر، حرم در پیش است و حرامی از پس، اگر رفتی بردی و گر خفتی مُردی

خوش است زیر مغیلان براه بادیه خفت ... شبِ رحیل، ولی ترکِ جان بباید گفت

حکایت پارسایی را دیدم برکنار دریا که زخمِ پلنگ داشت و بهیچ دارو به نمی‌شد، مدت‌ها در آن رنجور بود و همچنان شکر خدای عزّوجلّ میگفت، پرسیدندش که شکر چه میگویی؟ گفت: شکر آنکه بمصیبتی گرفتارم، نه بمعصیتی.

گر مرا زار بکشتن دهد آن یارِ عزیز ... تا نگویی که در آن دم غمِ جانم باشد
گویم: از بندهٔ مسکین چه گنه صادر شد ... کو دلِ آزرده شد از من غمِ آنم باشد

حکایت درویشی را ضرورتی پیش آمد. گلیمی از خانهٔ یاری بدزدید. حاکم فرمود تا، دستش ببرند. صاحب گلیم شفاعت کرد، که، من او را بحل کردم، گفتا بشفاعت تو حدّ شرع فرو نگذارم. گفت: آنچه فرمودی، راست گفتی ولیکن هر که از مال وقف چیزی بدزدد قطعش لازم نیاید والفقیر لا یملك. هر چه درویشان راست وقف محتاجان است، حاکم دست ازو بداشت و ملامت کردن گرفت که، جهان بر تو تنگ آمده بود که دزدی نکردی الّا از خانهٔ چنین یاری؟ گفت: ای خداوند نشنیده‌ای

اور وعظ ونصیحت کا سلسلہ چل رہا تھا اور میں قرآن حکیم کی اس آیت کی تفسیر کر رہا تھا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہُوں
جب میں یہاں تک پہنچا کہ ؎ ہمیں ہیں رہے ہم میں ستو ہو کر بہت پاس نکلے بہت دُور ہو کر
میں کیا کروں اور کس سے کہوں کہ وہ میرے پہلو میں ہے اور میں فرقت زدہ ہُوں۔

میں اس گفتگو کی شراب سے سرمست تھا اور پیالے کا بچا کھچا ابھی ہاتھ میں تھا کہ کوئی راہی ادھر سے گزرا۔ تقریر کے آخری الفاظ اس کے دل میں اتر گئے اس نے یوں نعرۂ مستانہ مارا کہ دوسروں میں جوش وخروش کی اِک لہر دوڑ گئی، خام کار بھی تڑپ اُٹھے میں نے کہا واہ سُبحان اللہ !!

سننے والے جب نہ سمجھیں اُسکی بات تو مقرر کی زباں ہوتی ہے لال
لا کہیں سے ڈھونڈ کر ذوقِ سلیم تا دکھائے وعظ کا اپنے کمال

حکایت ایک رات مکے کے جنگل میں بےخوابی کے باعث میرے پاؤں چلنے سے رہ گئے تھے میں نے لمبی تان کر اونٹ والے سے کہا، تم جاؤ مجھے یہیں چھوڑ دو۔" جہاں بختی اونٹ بھی تھک ہار کر گر پڑے وہاں بھلا انسان بچارے کی کیا مجال۔
جہاں موٹے تازے تھک کر نڈھال ہو جائیں وہاں نڈھال تو سختی سے مر مٹیں گے۔
اس نے کہا بھائی جان، کعبہ آگے ہے اور ڈاکو پیچھے، آگے بڑھو گے تو بچو گے اور پڑ رہو گے تو مرو گے۔
کوچ کی رات لق ودق بیاباں کی راہ میں ببول کے سایہ تلے نیند خوب آتی ہے مگر جان پر وبال بھی لاتی ہے۔

حکایت میں نے سمندر کے کنارے ایک پارسا کو دیکھا جسے چیتے نے زخمی کر دیا تھا۔ زخم کسی دوا دارو سے مندمل نہ ہو رہا تھا۔ مدتوں اتنی تکلیف میں رہا مگر اس بندۂ خدا کی زبان سے حمد وشکر کے ترانے پھوٹتے رہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا شکر کاہے کا ادا کر رہے ہو۔ بولا شکر اس بات کا ہے کہ میں بلا میں گرفتار ہوں کسی گناہ میں مبتلا نہیں۔ وہ جانِ جاں اگر مجھے گردن زدنی قرار دے دے تو یہ نہ سمجھنا کہ مجھے اپنی جان جانے کا غم ہو گا۔
میں دمِ آخرین بھی یہی کہوں گا کہ مجھ مسکین سے کیا گناہ سرزد ہوا کہ وہ مجھ سے آزردہ خاطر ہوا۔

حکایت کسی درویش کو ضرورت پیش آئی ایک دوست کے ہاں سے گدڑی چرا لی۔ حاکم شرع نے حکم دیا کہ اسکا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ گدڑی والے دوست نے سفارش کی کہ میں نے اسے معاف کیا۔ حاکم نے کہا اب تمہارے کہنے پر شرعی حد کو کیسے نظر انداز کروں۔ بولا آپنے جو کچھ فرمایا بجا فرمایا مگر جو شخص وقف مال سے کوئی چیز چرائے اس پر "قطع وبرید" کی حد عائد نہیں ہوتی فقیر کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اس کے ہاں جو کچھ ہو وہ مسکینوں کیلئے وقف ہوتا ہے۔ حاکم نے اسے چھوڑ تو دیا مگر ساتھ ہی لعنت ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اور دنیا تھوڑی تھی جو تو چوری کیلئے ایسے سچے اور مخلص دوست کے گھر جا گھسا، کہنے لگا جہاں پناہ کیا آپنے

گفته‌اند: خانهٔ دوستان بروب و درِ دشمنان مکوب

چون بسختی در بمانی تن بعجز اندر مده
دشمنان را پوست برکن، دوستان را پوستین

پادشاهی پارسائی را گفت: هیچت از ما یاد می‌آید؟ گفت، بلی، هر گه که خدا را فراموش میکنم -

هر سو دود آنکش ز برِ خویش براند
و آن را که بخواند بدرِ کس ندواند

حکایت یکی از صالحان بخواب دید پادشاهی را در بهشت و پارسائی را در دوزخ پرسید که موجب درجات این چیست و سبب درکاتِ آن چه؟ که مردم بخلاف این همی پنداشتند ندا آمد که، این پادشاه بارادت درویشان به بهشت اندر است و این پارسا بتقریب پادشاهان در دوزخ -

دلقت بچه کار آید و تسبیح و مرقع
خود را ز عمل های نکوهیده بری دار

حاجت بکلاه برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاه تتری دار

حکایت پیاده‌ای سر و پا برهنه با کاروان حجاز از کوفه بدر آمد و همراه ما شد و معلومی نداشت، خرامان همی رفت و میگفت:

نه با شتر بر سوارم نه چو خر بزیر بارم
نه خداوند رعیت، نه غلام شهریارم

غمِ موجود و پریشانیِ معدوم ندارم
نفسی میزنم آسوده و عمری میگذارم

اُشتر سواری گفتش: ای درویش، کجا میروی؟ برگرد که، بسختی بمیری - نشنید و قدم در بیابان نهاد و برفت چون بنخلهٔ محمود در رسیدم، توانگر را اجل فرا رسیده، درویش ببالینش فراز آمد، و گفت ما بسختی نمردیم و تو بر بختی بمُردی -

شخصی همه شب بر سر بیمار گریست
چون روز آمد بمرد و بیمار بزیست

ای بسا اسپ تیز رو که بماند
که خرِ لنگ جان بمنزل بُرد

بس که در خاک تندرستان را
دفن کردیم و زخم خورده نمرد،

حکایت عابدی را پادشاهی طلب کرد، اندیشید که، داروی بخورم تا ضعیف شوم، مگر اعتقادی که دارد در حق من زیادت کند، آورده اند که، داروی قاتل بود بخورد و بمرد -

آنکه چون پسته دیدمش همه مغز
پوست بر پوست بود هم چو پیاز

یہ قول نہیں سنا کہ دوستوں کے گھر کا صفایا کرے مگر دشمن کے دروازے پر دستک نہ دے۔

سختی خدا دکھائے تو غم سے نہ ہو نڈھال
کپڑے اتار دوستوں کے دشمنوں کی کھال

کسی بادشاہ نے ایک پارسا سے پوچھا، حضرت کبھی ہمیں بھی یاد کرتے ہو۔ کہا، کیوں نہیں۔ جب خدا کو بھلاتا ہوں۔

جسے وہ اپنے دَر سے دھتکار دے وہ در بدر مارا مارا پھرتا ہے۔
مگر جسے وہ سہارا دے وہ دنیا کے سب سہاروں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

حکایت کسی پرہیز گار نے خواب میں ایک بادشاہ کو بہشت میں اور ایک پارسا کو دوزخ میں دیکھا، اس نے پوچھا کہ بادشاہ کی ان بلندیوں اور پارسا کی ان پستیوں کا کیا سبب ہے عوام کا قیاس تو اس کے برعکس تھا۔ ندا آئی کہ یہ بادشاہ درویشوں سے عقیدت کے باعث بہشت میں ہے اور یہ پارسا بادشاہوں کے تقرب کی بنا پر دوزخ میں۔ اپنے آپ کو بُرے عملوں سے بچاؤ ورنہ یہ تسبیح و گودڑی کس کام کی؟

سب یہ تسبیح اور قبا داری ہے فقط ظاہری دکاں داری
صاف دل ہو تو کیا ہے اندیشہ سر پہ گو ہو کلاہِ تاتاری

حکایت ایک درویش جو ننگے پاؤں، ننگے سر تھا، حاجیوں کے قافلے کے ساتھ شہر کوفہ سے نکلا اور ہمارے ساتھ ہولیا۔ پلّے کچھ نہ تھا۔ ٹہلتا ٹہلتا جا رہا تھا اور یہ گنگنا رہا تھا۔

پا پیادہ ہوں گو سوار نہیں میرے شانوں پہ بھی تو بار نہیں

ٹھیک ہے نہ شاہ ہوں نہ شہریار پر کسی شاہ کا دربان و چوبدار بھی نہیں۔ نہ غربت و افلاس کا رونا اور نہ چور اور رہزن کا کھٹکا، کتنی آسودگی سے دن گزر رہے ہیں۔
ایک سانڈنی سوار نے کہا درویش بابا! کہاں جاتے ہو۔ لوٹ جاؤ، ناحق سختی میں جان گنوا بیٹھو گے، درویش نے اسکی بات پر کان نہ دھرا، بیابان میں داخل ہوا اور چلتا گیا۔ جب ہم نخلۂ بنی محمود میں پہنچے تو قضا نے دولتمند سانڈنی سوار کو آلیا۔ درویش اسکی میت کے سرہانے کھڑا ہو کر کہنے لگا ہم تو اتنی مشقت اٹھا کر بھی نہ مرے تجھے تو بختی اونٹ اٹھائے ہوئے تھا تو مر گیا۔

ایک شخص رات بھر بیمار کے سرہانے روتا رہا۔ دن چڑھا تو تندرست مر گیا اور بیمار جیتا رہا۔
کتنے تیز رفتار گھوڑے تو راہ ہی میں دم توڑ گئے اور لنگڑے گدھے منزل پہ جا پہنچے۔
چنگے بھلے تندرست تو مر گئے لیکن زخمی موت کے پنجے سے بچ گئے۔

حکایت ایک عابد کو کسی بادشاہ نے طلب کیا۔ اس نے سوچا کہ کوئی ایسا دارو پی لوں جس سے ذرا نقاہت آجائے شاید بادشاہ کی عقیدت اور بھی بڑھ جائے۔ کہتے ہیں دارو زہر یلا تھا۔ پیتے ہی مر گیا۔

میں جسے مغز سے بھرا ہوا پستہ سمجھا وہ نکلا تہ بہ تہ زہر یلا پیاز۔

پارسایان روی در مخلوق   پشت بر قبله میکنند نماز

چون بنده خدای خویش خواند   باید که بجز خدا نداند

حکایت کاروانی درزمین یونان بزدند و نعمت بی قیاس ببردند. بازرگانان گریه و زاری کردند و خدا و پیغمبر شفیع آوردند، فایده نبود.

چو پیروز شد دزد تیره روان   چه غم دارد از گریهٔ کاروان؟

لقمان حکیم اندر آن کاروان بود. یکی گفتش از کاروانیان: مگر اینان را نصیحتی کنی وموعظه ای گوئی تا طرفی از مال ما دست بدارند، که دریغ باشد که چندین نعمت ضایع شود گفت: دریغ کلمهٔ حکمت باشد با ایشان گفتن.

آهنی را که موریانه بخورد   نتوان برد ازو بصیقل زنگ
با سیه دل چه سود گفتن وعظ؟   نرود میخ آهنین در سنگ

بروزگار سلامت شکستگان دریاب   که جبر خاطر مسکین بلا گرداند
چو سائل از تو بزاری طلب کند چیزی   بده، وگرنه ستمگر بزور بستاند

حکایت چندانکه مرا شیخ اجلّ ابوالفرج بن جوزی رحمة الله علیه، ترکِ سماع فرمودی وبخلوت وعزلت اشارت کردی. عنفوانِ شبابم غالب آمدی و هوا و هوس طالب. ناچار بخلاف رایِ مربّی قدمی برفتمی واز سماع و مجالست حظی برگرفتمی وچون نصیحت شیخم یاد آمدی، گفتمی:

قاضی ار با ما نشیند بر فشاند دست را   محتسب گر می خورد معذور دارد مست را

همچنین تا شبی بجمع قومی برسیدم که در آن میان مطربی دیدم.

گوئی رگِ جان می گسلد زخمهٔ ناسازش   ناخوش تر از آوازهٔ مرگ پدر آوازش

گاهی انگشت حریفان ازاو در گوش وگهی برلب که خاموش.

نهاج الی صوت الاغانی لطیبها   وانت مغن ان سکت نطیب
نه بیند کسی در سماعت خوشی   مگر وقتِ رفتن، که دم درکشی

وہ پارسا جن کے پیش نظر خالق کی بجائے مخلوق ہو نماز پڑھتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ کعبہ سامنے ہے یا پیچھے۔

جب کوئی آدمی اپنے مولا کو پکارتا ہے تو اسے ماسوا اللہ سے بے نیاز ہو جانا چاہیے۔

حکایت ملک یونان میں ایک قافلے پر ڈاکو آ پڑے، اور بیشمار مال و دولت اڑا لے گئے، بچارے سوداگران نے رو رو کر بہتیرے خدا و رسول کے واسطے دیئے مگر بے رحموں نے ایک نہ سُنی۔

سیاہ دل ڈاکو جب اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں تو قافلے والوں کی چیخ و پکار سے قطعاً بے پرواہ ہوتے ہیں۔

لقمان حکیم بھی اسی قافلے میں تھا۔ قافلے میں سے ایک نے اسے کہا میاں تم ہی انہیں کوئی نصیحت کرو۔ کچھ وعظ و تلقین کرو تاکہ مال کا کچھ حصہ تو چھوڑ جائیں۔ اتنے مال و دولت کا اکارت جانا کس قدر افسوسناک ہوگا۔ لقمان نے کہا ان اندھوں کے سامنے حکمت کے موتی بکھیرنا اس سے بھی زیادہ افسوسناک ہوگا۔

جب لوہے کو زنگار چاٹ چکا ہو تو صیقل کرنے سے اس کا زنگ دُور نہیں کیا جا سکتا۔

ایک سیاہ دل کو وعظ و نصیحت سے کیا فائدہ، کبھی پتھر میں بھی میخ ٹھونکی جا سکتی ہے۔

سلامتی کے دنوں میں شکستہ حال لوگوں کی دلجوئی کر۔ یہ وہ نیک عمل ہے جو سب بلائیں ٹال دیتا ہے۔

سائل زاری کر کے سوال کرے تو کچھ دے دے ورنہ ظالم زور سے چھین لے جائیگا۔

حکایت مرشد کامل شیخ ابوالفرج ابن جوزی پر خدا کی رحمت کے پھول برسیں مجھے راگ رنگ سُننے سے بہت روکتے اور گوشۂ تنہائی میں زندگی بسر کرنے کی تاکید کرتے، آغاز شباب میں جوش جوانی غالب تھا اور ہوا و ہوس کی تمنا جوان تھی۔ بے قابو ہو کر اپنے مرشد کی رائے کے خلاف چلتا رہا۔ راگ و رنگ کی محفلوں سے لطف اٹھاتا اور جب مرشد کی نصیحت یاد آتی تو پکار اٹھتا:۔

قاضی اگر ہمارے ساتھ شریک محفل ہو تو مارے خوشی کے تالیاں بجانے لگے اور محتسب بھی اگر چند گھونٹ پی لے تو مست کو معذور سمجھے۔

دن یونہی گزرتے گئے، ایک رات میں ایک گروہ میں پہنچا جس میں ایک گویا بھی تھا۔

ساز بجاتا تو اس کی واہی تباہی جھنکار دل پہ سخت ناگوار گزرتی اور گاتا تو آواز اتنی ناگوار تھی کہ باپ کی موت کی خبر بھی اتنی ناگوار نہیں ہوتی۔

سننے والے کبھی انگلیاں کانوں میں ٹھونستے اور کبھی لب پر رکھ کر اشارہ کرتے کہ ایسے گانے سے چپ ہی بھلی۔

ہم گانوں کی آواز کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں اس کی دلآویزی کی وجہ سے مگر تو وہ گویا ہے کہ جب چُپ ہوتا ہے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے۔

سننے والے تمہارے گانے میں خوشی اور مسرت صرف اس وقت محسوس کرتے ہیں جب تم چپ سادھ لیتے ہو۔

چون در آواز آمد آن بربط سرای | که خدا را گفتم: از بهر خدا
زیبقم در گوش کن، تا نشنوم | یا درم بگشای، تا بیرون روم

فی الجمله پاسِ خاطرِ یاران راموافقت کردم وشبی بچند مجاهده بروز آوردم -

مؤذّن بانگ بی هنگام برداشت | نمی داند که چند از شب گذشتست
درازیّ شب از مژگان من پرس | که یکدم خواب درچشمم نگشتست

بامدادان بحکم تبرک دستاری از سر و دیناری ازکمر بگشادم و پیش مغنّی بنهادم و در کنارش گرفتم وبسی شکر گفتم، یاران ارادت من درحقّ او خلاف عادت دیدند و برخفّتِ عقل من حمل کردند - یکی زآن میان زبانِ تعرّض دراز کرد و ملامت کردن آغاز که، این حرکت مناسب رایِ خردمندان نکردی، خرقهٔ مشایخ بچنین مطربی دادن که درهمه عمرش درمی بر کف نبوده است وقراضهٔ ای در دف -

مطربی، دور ازین خجسته سرای | کس دو بارش ندیده دریک جایَ
راست چون بانگش از دهن برخاست | خلق را موی بر بدن برخاست
مرغ ایوان ز هول او بپرید | مغز ما برد و حلق خود بدرید

گفتم، زبان تعرّض مصلحت آن است که کوتاه کنی که مرا کرامت این شخص ظاهر شد - گفت مرا برکیفیت آن واقف گردانی، تا منش هم تقرب کنم و برمطایبتی که کردم استغفار گویم - گفتم، بی بعلّت آنکه شیخ اجلّم بارها بترکِ سماع فرموده است وموعظه های بلیغ گفته و در سمع قبول من نیامده، امشبم طالع میمون وبخت همایون بدین بقعه رهبری کرد، تا بدست این توبه کردم که بقیّت زندگانی گرد سماع و مخالطت نگردم

آواز خوش از کام ودهان ولب شیرین | گر نغمه کند ور نکند دل بفریبد
ور پردهٔ عشاق وخراسان وحجازیست | از حنجرهٔ مطرب مکروه نزیبد

حکایت لقمان راگفتند: ادب ازکه آموختی؟ گفت: از بی ادبان، هرچه از ایشان در نظرم ناپسند آمد از فعلِ آن پرهیز کردم -

نگویند از سرِ بازیچه حرفی | کز آن پندی نگیرد صاحب هوش
وگر صد بابِ حکمت پیش نادان | بخوانند آیدش بازیچه در گوش

ادھر اس بے تال اور بے سرے نے گانا شروع کیا ادھر میں نے میر مجلس سے کہا خدا کے لیے۔

یا تو میرے کانوں میں پارہ ڈال دو اور یا دروازہ کھول دو تاکہ میں رفو چکر ہو جاؤں۔

بہر کیف محض دوستوں کی خاطر جوں توں کر کے وہ رات کاٹی،

موذن نے بے وقت اذان دے دی اسے کیا خبر کہ رات کتنی گزر چکی اور کتنی باقی ہے۔

یہ رات کتنی طوالانی تھی میری پلکوں سے پوچھو، جنہیں میں نے جھپک کر نہیں دیکھا۔

صبح ہوتے ہی میں نے سر سے دستار اور کمر سے دینار کھول کر تبرک کے طور پر اس گویّے کے سامنے ڈھیر کر دیئے، اس سے بغل گیر ہوا اس کا بہت شکریہ ادا کیا، یار دوستوں نے مجھے خلاف معمول اظہار عقیدت کرتے دیکھا، تو کسی نے اسے میری کم عقلی سے منسوب کیا، ایک نے چھیڑ چھاڑ کے لیے زبان کھولی وہ لعنت ملامت کرنے لگا کہ یہ حرکت عقلمندوں کی رائے کے مطابق نہیں کہ بزرگوں کا خرقہ ایک ایسے گویّے کو عطا کر دیا جسے عمر بھر کسی نے پھوٹی کوڑی تک نہ دی تھی اور جس کی دف میں پائی تک نہ ہوتی تھی

خدا اسے ہمیشہ ہم سے اور ہماری مبارک منزل سے دور ہی رکھے، کسی نے دوبارہ اسے اس کے پہلے مقام پر نہیں دیکھا،

جونہی اس کے گلے سے آواز نکلتی لوگوں کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔

آواز کی ہیبت سے اردگرد کے پرندے اڑ جاتے، رات بھر اس نے اپنا گلا پھاڑا اور ہمارا مغز چاٹا۔

میں نے کہا طعن و تشنیع کی زبان ذرا سنبھالیے مجھ پہ تو اس کی کرامت ظاہر ہو گئی۔ کہنے لگا تو پھر مجھے بھی اس کرامت کی کیفیت سے آگاہ کیجیے۔ میں بھی اسکا لوہا مان جاؤں اور اپنی چھیڑ چھاڑ سے توبہ کروں۔ میں نے کہا، سبب یہ ہے کہ مجھے میرے مرشد نے بارہا راگ سننے سے منع کیا تھا، اور اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا سنا مگر میں نے کبھی ان کی بات پہ کان نہ دھرا، آج رات میرا ستارہ عروج پر تھا، میرا نصیبہ یاور تھا جو مجھے اس نواح میں لے آیا اور اس گویّے کے ہاتھ پہ میں نے توبہ کر لی کہ اب عمر بھر کبھی سماع اور راگ رنگ کی رنگین محفلوں کے پاس نہ پھٹکوں گا۔

ایک حسین و جمیل گویّے کی آواز میں نغمگی ہو یا نہ ہو کشش ضرور ہوتی ہے۔ دل کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔

کریہہ منظر گویّے کے گلے سے خواہ "عشاق" خراسان اور حجاز جیسی دھنیں کیوں نہ برآمد ہو رہی ہوں بھلی نہیں لگتیں۔

حکایت لقمان حکیم سے لوگوں نے پوچھا "آپ نے ادب کس سے سیکھا" فرمایا "بے ادبوں سے" پوچھا "کیونکر" لقمان نے جواب دیا۔ اُن کی جو حرکت مجھے بُری لگی میں نے اس سے پرہیز کیا۔

ہنسی مذاق کی بھی کوئی بات ایسی نہیں ہوتی جس سے صاحب ہوش آدمی کوئی سبق نہ سیکھتا ہو۔

مگر نادان کے سامنے اگر حکمت کے سو باب کیوں نہ پڑھ دیئے جائیں تو وہ انہیں ہنسی مذاق ہی سمجھے گا۔

حکایت عابدی را حکایت کنند که، شبی ده من طعام بخوردی و تا سحر ختمی بکردی. صاحبدلی شنید و گفت: اگر نیم نانی بخوردی و بخفتی بسیار ازین فاضلتر بودی،

اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی
تهی از حکمتی، بعلت آن که پُری از طعام تا بینی

حکایت بخشایش الٰهی گمشده ای را در مناهی چراغ توفیق فرا راه داشت، تا بحلقهٔ اهل تحقیق در آمد، بیمن قدم درویشان و صدق نفس ایشان ذمائم اخلاقش بحامد مبدّل گشت. دست از هوا و هوس کوتاه کرد، وزبان طاعنان در حق او همچنان دراز، که بر قاعدهٔ اول است و زهد و طاعتش نا معوّل.

بعذر توبه توان رستن از عذاب خدا ولیک می نتوان از زبان مردم رست

طاقت جور زبانها نیاورد و شکایت پیش پیر طریقت برد. جوابش داد که، شکر این نعمت چگونه گزاری؟ که بهتر از آنی که همی پندارندت.

چند گوئی که بد اندیش و حسود عیب گویان من مسکینند؟
گه بخون ریختنم بر خیزند گه به بد خواستنم بنشینند
نیک باشی و بدت گوید خلق به که بد باشی و نیکت بینند

لیکن مرا که حسن ظنّ همگنان در حقّ من بکمالست و من در عین نقصان، روا باشد اندیشه بردن و تیمار خوردن،

گر آنها که می گفتمی کردمی نکو سیرت و پارسا بودمی

انّی لمستتر من عین جیرانی والله یعلم اسراری واعلانی

در بسته بروی خود ز مردم تا عیب نگسترند ما را
در بسته چه سود عالم الغیب دانای نهان و آشکارا

حکایت پیش یکی از مشایخ گله کردم که، فلان بفساد من گواهی داده است، گفتا: بصلاحش خجل کن.

تو نیکو روش باش، تا بد سگال بنقص تو گفتن نیابد مجال
چو آهنگ بربط بود مستقیم کی از دست مطرب خورد گوشمال؟

حکایت کہتے ہیں ایک عابد رات کو ٹھونس کر کھانا کھاتا اور صبح تک ختم قرآن کرتا۔ کسی صاحب دل نے سُنا تو فرمایا اگر آدھی روٹی کھاتا اور سو رہتا تو اس سے بہت بہتر ہوتا۔

پیٹ خالی رکھو جو ہو منظور دیکھنا اس میں معرفت کا نور
اس میں حکمت کی ہو سمائی کہاں ہو جو کھانے سے ناک تک بھرپور

حکایت گناہوں کی اندھیری وادی میں بھٹکے ہوئے ایک گمراہ کو خدا کی بخششوں نے ہدایت کی روشنی دکھائی اور وہ اہل اللہ کے حلقے میں آشامل ہوا۔ درویشوں کے قدم کی برکت اور ان کے نفس کی سچائی سے اس کی سب برائیاں اچھائیوں میں بدل گئیں، نفسانی خواہشات سے ہاتھ کھینچ لیا۔ مگر طعنہ دینے والوں کی زبانیں ویسی کی ویسی دراز تھیں کہ وہ اپنی پہلی روش ہی پہ ہے اس کے زہد و تقویٰ کا کوئی بھروسہ نہیں۔
توبہ و استغفار سے عذاب الٰہی سے تو چھوٹ سکتے ہیں مگر لوگوں کی زبانوں سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ ع (مولوی صاحب بخشیں گے خدا گو بخشدے)
لوگوں کی جلی کٹی سننے کی تاب نہ رہی تو اپنے مرشد کے پاس جا کر شکایت کی۔ مرشد نے جواب دیا، تم خدا کی اس نعمت کا شکر کیسے ادا کرو گے کہ جیسا وہ تمہیں سمجھتے ہیں تم اس سے بہتر ہو۔

حاسدوں اور بدخواہوں کا کب تک رونا روتے رہو گے کہ وہ مجھ عاجز کی عیب گوئی کرتے ہیں۔
کبھی وہ میرے خلاف سازش کے لیے سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی میرا خون بہانے کی غرض سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔
تم بد ہو اور لوگ تمہیں نیک کہیں اس سے ہزار درجے بہتر ہے کہ تم واقعی نیک ہو اور لوگ تمہیں بُرا کہیں۔
میں اس سلسلہ میں اگر فکر مند ہوں اور کڑھوں تو جائز ہے۔ کیونکہ میرے متعلق سب کا انتہائی گمان ہے اور میں اس سے بہت کم درجے پہ ہوں۔

جو میں کہتا ہوں اگر وہی کر دکھاتا تو میں نیک سیرت و پارسا ہوتا

بیشک میں اپنے ہمسایوں کی نظروں سے بہت حد تک پوشیدہ ہوں، مگر خدا تو میرے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا ہے۔
ہم نے لوگوں پر اپنا دروازہ بند کر دیا تاکہ ہمارے عیبوں کا چرچا نہ کریں،
مگر اس دربندی کا کیا فائدہ جبکہ غیب کے جاننے والا خدا ہمارے ظاہری اور باطنی سب عملوں کو دیکھتا اور جانتا ہے۔

حکایت میں نے ایک بزرگ سے شکایت کی کہ فلاں شخص نے مجھے خراب کرنے کیلئے میرے خلاف گواہی دی ہے۔ بزرگ نے فرمایا، تم اسے حسن سلوک سے شرمندہ کرو۔
تو خود نیک اور نیک رفتار بن۔ دشمن کو تیرے خلاف بات کہنے کا موقع ہی نہ ملے۔
سارنگی اگر صحیح سُر تان توڑے تو گویا کاہے کو اُس کے کان مروڑے۔

حکایت یکی از مشایخِ شام پرسیدند که، حقیقت تصوّف چیست؟ گفت، ازین پیش طائفه ای در جهان بودند. بصورت پراگنده و بمعنی جمع. اکنون قومی هستند بصورت جمع و بمعنی پراگنده

چو هر ساعت از تو بجایی رود دل   بتنهائی اندر، صفائی نبینی
ورت جاه و مال است و زرع و تجارت   چو دل با خدایست خلوت نشینی

حکایت یاد دارم که شبی در کاروانی همه شب رفته بودیم و سحر بر کنار بیشه ای خفته، شوریده ای در آن سفر همراه ما بود نعره ای برآورد و راه بیابان گرفت و یک نفس آرام نیافت، چون روز شد، گفتمش، آن چه حالت بود؟ گفت: بلبلان را دیدم که بنالش درآمده بودند از درخت و کبکان از کوه، و غوکان در آب، و بهائم از بیشه. اندیشه کردم که، مروّت نباشد همه در ذکر و تسبیح و من بغفلت خفته:

دوش مرغی بصبح می نالید   عقل و صبرم ببرد و طاقت و هوش
یکی از دوستان مخلص را   مگر آواز من رسید بگوش
گفت، باور نداشتم که ترا   بانگ مرغی چنین کند مدهوش
گفتم، این شرطِ آدمیت نیست   مرغ تسبیح گوی و من خاموش

حکایت وقتی در سفرِ حجاز طائفه جوانان صاحبدل همدم من بودند و همقدم، وقتها زمزمه بکردندی، و بیتی محققانه بگفتندی. عابدی در سبیل منکرِ حالِ درویشان بود و بیخبر از دردِ ایشان، تا برسیدیم بخیلِ بنی هلال. کودکی سیاه از حیّ عرب بدر آمد و آوازی برآورد که مرغ از هوا درآورد، اشتر عابد را دیدم که برقص اندر آمد و عابد را بینداخت، و راهِ بیابان گرفت و برفت، گفتم: ای شیخ درحیوانی اثر کرد و ترا همچنان تفاوت نمیکند.

دانی چه گفت مرا آن بلبل سحری؟   تو خود چه آدمیَ کز عشق بیخبری؟
اشتر بشعر عرب درحالتست و طرب   گر ذوق نیست ترا کژ طبع جانوری

بذکرش هرچه بینی در خروش است   ولی دریابد این معنی که گوش است
نه بلبل بر گلش تسبیح خوانیست   که هر خاری بتسبیحش زبانیست

حکایت لوگوں نے ملک شام کے ایک بزرگ سے تصوف کی حقیقت پوچھی، اس نے فرمایا اس سے پہلے ظاہر میں پریشان اور باطن میں مطمئن لوگوں کا گروہ صوفی کہلاتا تھا، لیکن آج اُن کا ظاہر مطمئن اور باطن پریشان ہے۔

جب دِل ہر لحظہ اک نیا دروازہ کھٹکھٹائے تو پھر گوشہ نشینی اور خلوت بیکار ہیں۔

خدا سے دِل لگاؤ خلوت یہی ہے پھر خواہ افسری کرو خواہ زراعت یا تجارت۔

حکایت مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ میں رات بھر ایک قافلے کے ساتھ چلتا رہا، پچھلے پہر ایک جنگل کے سرے پر آنکھ لگ گئی۔ اس سفر میں ایک شوریدہ سر آدمی بھی ہمارے ہمراہ تھا، اس نے اک نعرۂ مستانہ مارا اور جنگل کی راہ لی اور دم بھر کے لیے چین نہ لیا، جب دن چڑھا میں نے اس سے پوچھا آخر وہ کیا کیفیت تھی؟ کہنے لگا میں نے دیکھا کہ درختوں پر بلبلیں، پہاڑوں پر چکوریں، پانی میں مینڈک، اور جنگل میں وحشی جانور سب اس کی یاد میں روتے ہیں میں نے سوچا کہ یہ مروت سے بہت دُور ہے کہ سب اس کی تسبیح میں مصروف ہوں اور میں پاؤں پسارے سوتا رہوں۔

کل سویرے نور کے تڑکے مرغ حق کے ہُو حق کے شور سے میرے ہاتھ سے عقل و ہمت اور صبر و ہوش کا دامن چھوٹ گیا۔

ایک مخلص دوست کے کانوں میں میرے ہا و ہُو کی آواز پہنچی تو کہنے لگا۔

مجھے تو یقین نہیں تھا کہ کسی پرندے کی آواز تمہیں اسقدر سرمست کر ڈالے گی۔

میں نے کہا یہ انسانیت سے بہت بعید ہے کہ ؎ طائر تو سب یاد کریں اور ہم غفلت میں رہیں اسیر۔

حکایت ایک دفعہ سفر حجاز پہ جاتے ہوئے صاحب دِل نوجوانوں کا ایک ہمدرد گروہ میرے ساتھ ہمسفر تھا۔ وہ نوجوان کبھی رسیلے گیت گنگناتے اور کبھی معرفت و حقیقت والے اشعار پڑھتے۔ ایک عابد بھی ہمارے ہمراہ تھا جو درویشوں کے حال و قال سے یکسر منکر اور اُن کے درد دِل سے بالکل بے خبر تھا۔ چلتے چلتے بنی ہلال کے نخلستان تک جا پہنچے۔ اس قبیلے کا ایک چھوٹا سا کالا کلوٹا بچہ باہر نکلا، اور ایسے لحن داؤدی سے گانے لگا کہ اڑتے ہوئے پنچھی بھی رُک گئے۔ میں نے دیکھا عابد کی سانڈنی بھی وجد میں آکر کودنے لگی اور عابد کو زمین پہ دے پٹکا اور خود بیابان کی سمت بھاگ نکلی۔ میں نے کہا یا شیخ! ایک حیوان کے جذبات میں تو ہلچل مچگئی مگر آپ ٹس سے مس نہ ہوئے

جانتے ہو صبح کے پرندے نے میرے کان میں جھک کے کیا بات کہی کہ ؎ درد سے آشنا نہ ہو جب تک
آدمی کام کا نہیں ہوتا

بدوی کے شعر کو سن کر اونٹ پر مستی چھا گئی، تمہیں ذوق شعر نہیں تو تم جانور ہو اور جانور بھی وہ جو سلیم الطبع نہیں۔

کائنات کی ہر چیز اس کی حمد کے ترانے گا رہی ہے مگر ان گنگناہٹوں کو وہی سن سکتا ہے جس کے کان حقیقت آشنا ہوں۔

فقط بلبل ہی پھول کی ٹہنی پہ اس کی تسبیح خواں نہیں۔ بلکہ ہر کانٹا بھی زبان حال سے اسی کی تسبیح الاپ رہا ہے۔

حکایت یکی را از ملوک مدت عمر سپری شد و قائم مقامی نداشت. وصیت کرد که بامدادان نخستین کسی که از شهر اندر آید تاجِ شاهی بر سر وی نهند و تفویضِ مملکت بدو کنند. اتفاقاً اول کسیکه در آمد گدائی بود، همه عمر لقمه اندوخته و رقعه دوخته ارکانِ دولت و اعیانِ حضرت وصیتِ ملک بجایَ آوردند و تسلیمِ مفاتیحِ قلاع و خزاینَ بدو کردند مدتی ملک راند ۶ طلوه بخورد آنگه همه عمر نان ندید. سببی برنیامد که بعضی امرای دولت گردن از اطاعت او بپیچانیدند و ملوک از هر طرف بمنازعت خاستن گرفتند و بمقاومت لشکر آراستن، فی الجمله سپاه و رعیت بهم برآمد و برخی طرف بلاد از قبض تصرف او بدر رفت درویش ازین واقعات خسته خاطر همی بود، تا یکی از دوستان قدیمش، که هنوز قرین بینوائی بود از سفر باز آمد و در چنان مرتبه دیدش. گفت منّت خدایَ را عزّ و جلّ. که گُلت از خار برآمد و خار از پای بدر آمد و بخت بلندت رهبری کرد و اقبال و سعادت یاوری، تا بدین پایه برسیدی. اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

شکوفه گاه شگفت است و گاه خوشیده درخت وقت برهنه است و وقت پوشیده

گفت: ای یار عزیز، تعزیتم کن، که جای تهنیّت نیست. آنگه که تو دیدی غم نانی داشتم و امروز تشویش جهانی،

اگر دنیا نباشد، درد مندیم وگر باشد، بمهرش پایَ بندیم
بلایَ زین جهان آشوب تر نیست که رنج خاطر است ار هست وگر نیست

مطلب، گر توانگری خواهی جز قناعت، که دولتی است هنی
گر غنی زر بدامن افشاند تا نظر در ثواب او نکنی
کز بزرگان شنیده ام بسیار صبرِ درویش به که بذل غنی

اگر بریان کند بهرام، گوری نه چون پایَ ملخ باشد زموری

حکایت یکی را دوستی بود که عملِ دیوان کردی، مدتی اتفاقِ دیدنش نیفتاد، کسی گفت: که فلان را دیر شد که ندیدی. گفت، من او را نخواهم که ببینم: قضا را یکی از کسان او حاضر بود. گفت: چه خطا کرده است که از دیدن او ملولی؟ گفت هیچ ملالی نیست، اما دوستان دیوانی را وقتی توان دید که معزول باشند و مرا راحت خویش در رنج او می باید.

در بزرگی و دارو گیرِ عمل ز آشنایان فراغتی دارند
روزِ درماندگی و معزولی دردِ دل پیشِ دوستان آرند

حکایت ایک بادشاہ کی عمر کے دن پورے ہو گئے۔ اسکا کوئی وارث نہ تھا۔ اس نے وصیت کی کہ صبح سویرے جو شخص سب سے پہلے شہر کے دروازے میں داخل ہو اسی کے سر پر تاج رکھ کو سلطنت اسی کو سونپ دیں۔ اتفاق کی بات سب سے پہلے داخل ہونے والا ایک ایسا فقیر تھا جس کی ساری عمر لقمہ لقمہ مانگتے اور چیتھڑے پہ چیتھڑا ٹانکتے گزری تھی۔ سلطنت کے امیروں، وزیروں نے بادشاہ کی وصیت کے مطابق قلعوں اور خزانوں کی کنجیاں اسی کے سپرد کر دیں۔ وہ کچھ مدت تک حکومت کا کام چلاتا رہا۔ عمر بھر روکھی روٹی کو ترسنے والا حلوہ کھاتا رہا۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ بعض امیروں نے اس کی اطاعت سے منہ پھیر لیا، اردگرد کے بادشاہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے چھیڑ خوانی شروع کر دی اور جنگ کی خاطر لاؤ لشکر تیار کرنے لگے۔ قصہ مختصر یہ کہ فوج اور رعایا کی بغاوت سے ملک کا کچھ حصہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ بچارے کا ان واقعات سے دل ٹوٹ گیا، انہی دنوں میں اسکا ایک پرانا یار جو ابھی تک قلاش تھا سفر سے لوٹ کر اُدھر آنکلا۔ اسے اس ٹھاٹھ باٹھ میں دیکھا تو بڑا خوش ہوا۔ کہنے لگا خدا کا ہزار شکر ہے کہ تیرا پھول کانٹے سے اور کانٹا پاؤں سے نکل گیا، بلند نصیبے نے ساتھ دیا اور اقبال نے یاوری کی اور تمہیں اس مرتبہ پر پہنچا دیا۔ یقیناً ہر دکھ کے بعد سکھ ہے۔

کلی کا منہ کبھی بند اور کبھی کھلا ہوتا ہے۔ ویسے درخت کبھی سوکھے اور کبھی ہرے بھرے ہوتے ہیں۔

کہنے لگا اے دوست تعزیت کا مقام ہے تہنیت کا نہیں۔ جن دنوں کی تم بات کرتے ہو ان دنوں مجھے صرف ایک نان کی فکر تھی اور اب ایک جہان کی۔

دولت نہ ہو تو ہم چلاتے ہیں اور اگر ہو تو ننانوے کے پھیر میں آجاتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اور کونسی چیز تکلیف دہ ہو سکتی ہے کہ ہو تو مصیبت اور نہ ہو تو مصیبت در مصیبت۔

اگر دولت ہی کے طلبگار ہو تو خدا سے قناعت کی دولت مانگو جس سے بڑھ کر کوئی شے لذیذ و گوارا نہیں۔

اگر دولت مند جھولیاں بھر کر دولت لٹائے تو اس کے ثواب پہ نہ جا،

میں نے بزرگوں سے بارہا سنا ہے کہ دولت مند کی سخاوت سے درویش کا صبر بہتر ہے۔

بہرام اگر گورخر بھون کر بخش دے تو اس کی حیثیت ملخ کے اس پاؤں کے برابر نہیں جو چیونٹی کی طرف سے ملے۔

حکایت کسی آدمی کا ایک دوست سرکار دربار میں ملازم تھا۔ مدت گزر گئی پر اس سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ کسی نے کہا کہ مدت ہوئی فلاں دوست تم سے نہیں ملا۔ کہنے لگا میں خود اس سے ملنا ہی نہیں چاہتا، اتفاق سے اسکا ایک ملازم بھی موجود تھا وہ کہنے لگا آخر اس سے کیا خطا سرزد ہوئی جو تم اسے ملنے سے بیزار ہو۔ کہنے لگا خطا تو کوئی نہیں البتہ سرکاری درباری ملازموں کو تم انہی دنوں میں مل سکتے ہو جب وہ ملازمت سے معزول ہوں اور میں اس کے دکھ میں اپنے سکھ کا خواہشمند نہیں۔ اپنے عروج کے زمانے میں جب انکے دبدبے اور صولت کی ہر سو دھاک ہوتی ہے وہ دوستوں سے بے نیاز ہوتے ہیں مگر جب برا وقت آن پڑتا ہے تو پھر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے پرانے دوستوں کیطرف رجوع کرتے ہیں۔

حکایت ابوهریره رضی الله عنه - هر روز بخدمت مصطفی آمدی صلی الله علیه وسلم، گفت: یا اباهریرهؓ زرنی غبا تزدد حبا یعنی: هر روز میا، تا محبت زیاده شود - صاحبدلی را گفتند: بدین خوبی که آفتاب است نشنیده ایم که کسی اورا دوست گرفت است وعشق آورده، گفت: برای آنکه هر روز می توان دید، مگر در زمستان، که محجوب است ومحبوب

بدیدارِ مردم شدن عیب نیست ... ولیکن نه چندانکه گویند بس
اگر خویشتن را ملامت کنی ... ملامت نباید شنیده ز کس

حکایت یکی را ازبزرگان بادی مخالف در، شکم پیچیدن گرفت، وطاقت ضبط آن نیاورد، فی الجمله بی اختیار ازو صادر شد، گفت: ای دوستان، مرا در آنچه کردم اختیاری نبود وبزه برمن ننوشتند وراحتی بوجود من رسید، شما هم بکرم معذور دارید -

شکم زندان بادست، ای خردمند ... ندارد هیچ عاقل باد در بند
چو باد اندر شکم پیچد فرو هل ... که باد اندر شکم باریست بر دل

حریف ترشروی ناسازگار ... چو خواهد شدن دست پیشش مدار

حکایت از صحبت یاران دمشقم ملالتی پدید آمده بود، سر در بیابان قدس نهادم وباحیوانات انس گرفتم تا بوقتی که اسیرِ فرنگ شدم، در خندقِ طرابلس باجهودانم بکار گل بداشتند یکی از رؤسای حلب، که سابقهٔ معرفتی میانِ ما بود، گذر کرد وبشناخت وگفت: این چه حالتست؟ گفتم: چگویم؟

همی گریختم از مردمان بکوه و بدشت ... که از خدای نبودم بآدمی پرداخت
قیاس کن، که چه حالم بود درین ساعت؟ ... که در طویلهٔ نامردمم بباید ساخت

پای در زنجیر پیشِ دوستان ... به که با بیگانگان در بوستان

برحالت من رحمت آورد، وبده دینارم از قید خلاص کرد، وباخود بحلب برد، و دختری، که داشت، بنکاح من در آورد، بکابین صد دینار، مدتی برآمد، دختری بدخوی ستیزه روی نافرمان بود زبان درازی کردن گرفت وعیشِ مرا منغص داشتن -

حکایت حضرت ابو ہریرہؓ ہر روز بلا ناغہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے، حضور پاکؐ نے فرمایا یا ابو ہریرہؓ ایک دن چھوڑ کر مجھ سے ملا کرو اسطرح محبت میں اضافہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ ہر روز نہ آؤ تاکہ محبت بڑھے۔ لوگوں نے ایک صاحبدل سے پوچھا کہ سورج کی خوبصورتی اور روشنی کے سامنے تو دنیا بھر کے حسن ماند ہیں پھر بھی کسی کو اس سے محبت کرتے نہیں دیکھا گیا، اس نے جواب دیا، اسے ہر روز دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر جاڑوں میں جب بادل کے پردوں میں چھپا رہتا ہے تو سب کو پیارا لگتا ہے۔

لوگوں کی ملاقات کو جانا تو نہیں عیب — اتنا بھی نہ جاؤ کہ وہ کہدیں کہ نہ آؤ

اگر تم خود اپنے آپ کو ملامت کرتے رہا کرو تو دوسروں سے ملامت سننے کی کبھی نوبت نہ آئے۔

حکایت ایک بزرگ کے پیٹ میں نفخ ہوا، مروڑ اٹھا، اسے ضبط کی طاقت نہ رہی اور بے اختیار ہوا بلند آواز سے خارج ہو گئی۔ کہنے لگا اے دوستو مجھ سے جو کچھ ہوا میرے بس کی بات نہ تھی اور نہ ہی میرے کھاتے میں کوئی گناہ لکھا گیا۔ البتہ میرے وجود کو ضرور اس عمل سے راحت نصیب ہوئی لہذا براہ کرم مجھے معاف رکھیے گا۔

ہوا کے لیے پیٹ ایک قید خانہ ہے اور کوئی عقلمند آدمی ہوا کو قید و بند میں نہیں رکھنا چاہتا۔

پیٹ میں ہوا اگر بل کھانے لگے تو اسے نکال باہر کرو کیونکہ ہوا جو پیٹ میں ہے وہ دل کے لیے بوجھ بن جاتی ہے۔

ترش اور ناساز گار حریف جب جانے لگے تو اسے مت روک۔

حکایت دمشقی دوستوں کی صحبت سے میرا جی اکتا گیا۔ میں یروشلم کے بیابان میں جا رہا تھا۔ انسانوں کی بجائے حیوانوں سے دوستی کر لی، ایک ایسا وقت آیا کہ عیسائیوں کا قیدی بنا۔ طرابلس میں یہودیوں کے ساتھ خندق کھودنے کی بیگار میں مجھے لگا دیا گیا، حلب کا ایک رئیس جس سے میری شناسائی تھی، ادھر سے گزرا اس نے مجھے پہچان لیا پوچھا میاں کس حال میں ہو۔ میں نے کہا کیا بتاؤں

آدمیوں سے گھبرا کر کوہ و بیابان میں پناہ لی تاکہ انسانوں سے دور خدا سے لو لگا سکوں۔

اس گھڑی میرا کیا حال ہوگا کہ مجھے انسان نما حیوانوں کے طویلے سے موافقت پیدا کرنی پڑ رہی ہے۔

بیگانوں کے ساتھ باغ میں گلگشت کرنے سے دوستوں کے سامنے پابہ زنجیر ہونا بہت بہتر ہے۔

اسے میرے حال پر رحم آیا۔ دس دینار فدیہ دے کر مجھے آزاد کرایا اور اپنے ساتھ حلب لے آیا۔ اس کی ایک بیٹی تھی سو دینار حق مہر مقرر کر کے اس سے میرا نکاح کر دیا۔ کچھ عرصہ تو جوں توں کر کے گزرا مگر لڑکی تھی سخت بدمزاج، جھگڑالو اور نافرمان، زبان درازی کرنے لگی۔ میرا جینا حرام کر ڈالا۔

زنِ بد در سرای مردِ نکو　　هم درین عالمست دوزخِ او
زینهار از قرینِ بد زنهار!　　وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

باری زبانِ تعنّت دراز کرده همی گفت: تو آن نیستی که پدرِ من ترا از قیدِ فرنگ به ده دینار خلاص کرد؟ گفتم: بلی، به ده دینارم خلاص کرد و بصد دینار در دستِ تو گرفتار.

شنیدم گوسپندی را بزرگی　　رهانید از دهان و دستِ گرگی
شبانگه کارد بر حلقش بمالید　　روانِ گوسپند از وی بنالید
که، از چنگالِ گرگم در ربودی　　چو دیدم عاقبت گرگم تو بودی

حکایت یکی از پادشاهان عابدی را پرسید که، اوقاتِ عزیزت چگونه می گذرد؟ گفت: همه شب در مناجات و سحر در دعای حاجات و همه روز در بندِ اخراجات. ملک را مضمونِ اشارتِ عابد معلوم شد، فرمود تا وجهِ کفافِ وی معیّن دارند، تا بارِ عیال از دلِ او برخیزد.

ای گرفتار و پای بندِ عیال　　دگر آزادگی مبند خیال
غمِ فرزند و نان و جامه و قُوت　　بازت آرد ز سیر در ملکوت
همه روز اتفاق می سازم　　که، بشب با خدای پردازم
شب چو عقدِ نماز می بندم　　چه خورد بامداد فرزندم؟

حکایت یکی از متعبّدانِ شام، در بیشه زندگانی کردی و برگِ درختان خوردی. پادشاهی بحکمِ زیارت بنزدیکِ وی رفت. گفت: اگر مصلحت بینی بشهر اندر برای تو مقامی بسازم، که فراغِ عبادت ازین به دست دهد و دیگران هم ببرکتِ انفاسِ شما مستفید گردند، و بصالحِ اعمالِ شما اقتدا کنند. زاهد قبول نکرد، یکی از وزیران گفتش: پاسِ خاطرِ ملک را روا باشد که چند روزی بشهر اندر آئی، و کیفیت معلوم کنی. پس اگر صفای وقتِ عزیزان را از صحبتِ اغیار کدورتی باشد اختیار باقیست، عابد بشهر در آمد و بستانِ سرای خاصِ ملک را بدو بپرداختند، مقامی دلگشای روان آسای.

گلِ سرخش چو عارضِ خوبان　　سُنبلش همچو زلفِ محبوبان
همچنان از نهیبِ بردِ عجوز　　شیر ناخورده طفلِ دایه هنوز
وَ اَفَانِیْنُ عَلَیْهَا جُلَّنَارُ　　عُلِّقَتْ بِالشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارُ

شریف آدمی کو جھگڑالو بیوی سے واسطہ پڑ جائے تو دنیا ہی میں دوزخ کا عذاب نظر آتا ہے۔

خدا بدمزاج شریکِ حیات سے بچائے، اے خدا مجھے دوزخ کے عذاب سے بچائیو۔

ایک روز زبان طعنہ درازی کرکے کیا تم وہی نہیں جسے میرے باپ نے دس دینار فدیہ دے کر عیسائیوں کی قید سے چھڑایا تھا، میں نے کہا ہاں بالکل وہی ہوں جسے تمہارے باپ نے دس دینار دے کر چھڑایا تھا اور سو دینار کے بدلے تمہارے پنجے میں پھنسا دیا۔

میں نے سنا ایک بزرگ ایک بھیڑ کو بھیڑیئے کے پنجے سے چھڑا لائے۔

رات ہوئی تو چھری اس کی گردن پر رکھ دی، بیکسی کے عالم میں بکری کی رُوح نے فریاد کی،

ٹھیک ہے آپ مجھے بھیڑیئے کے پنجے سے تو بچا لائے مگر غور کیا تو پتہ چلا کہ میرا بھیڑیا آپ ہی تھے۔

حکایت ایک بادشاہ نے کسی عابد سے پوچھا کہ آپ کے قیمتی اوقات کیسے گزرتے ہیں۔ عابد نے کہا رات مناجات میں کٹ جاتی ہے صبح دعائے حاجات میں اور دن بھر فکرِ اخراجات میں۔ بادشاہ اس کے لطیف اشارے کو سمجھ گیا، اور اس کا روزینہ مقرر کر دیا تاکہ اہل و عیال کا بوجھ اس کے دل سے اتر جائے۔

اہل و عیال کی بیڑیاں پاؤں میں پڑ جائیں تو آزادی و آسائش کے خیال دماغ سے نکال دے۔

بیوی بچوں کی خوراک اور پوشاک کی فکر تمہیں عالمِ بالا کی سیر نہ کرنے دے گی۔

دن بھر دل میں یہی خیال رہتا ہے کہ رات جی بھر کر خدا سے لو لگائیں گے،

مگر جب رات کو نماز کی نیت باندھتا ہوں خیال آتا ہے صبح بال بچے کیا کھائیں گے گھر میں تو بجز نامِ خدا کچھ بھی نہیں۔

حکایت ملکِ شام کا ایک عبادت گزار آدمی جنگل میں زندگی گزارتا، اور درختوں کے پتے کھا کر گزر اوقات کرتا، بادشاہ اس کی زیارت کیلئے اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اگر آپ پسند کریں تو آپ کیلئے شہر میں رہائش گاہ بنواؤں جہاں دلی سکون کے ساتھ عبادت کرنے کے اس سے بہتر مواقع ہوں دوسرے لوگ بھی آپکے پاک نفس سے فیض حاصل کر سکیں اور آپکے نیک اعمال کی پیروی کریں۔ زاہد نے بادشاہ کی پیشکش کو قبول نہ کیا۔ ایک وزیر نے کہا۔ بادشاہ کی دلی خواہش کا احترام کرتے ہوئے چند دنوں کیلئے شہر میں اٹھ آئیں۔ چند دنوں میں ادھر کی کیفیت کا پتہ چل جائیگا، اگر غیروں کی صحبت سے آپکا قیمتی وقت تلف ہوتا نظر آئے تو واپس اُٹھ جانے کا اختیار آپکے ہاتھوں میں ہوگا۔ عابد شہر میں اٹھ آیا۔ بادشاہ نے اپنا ایک خاص محل رہنے کیلئے دیدیا۔ چار باغ کے اندر یہ نہایت ہی دلکشا اور فرحت فزا مقام تھا۔ جیکے سُرخ پھول محبوبوں کے لال گلابی گالوں کی طرح دمکتے تھے، جیکے سنبل پر حسینوں کی زلفوں کا گمان گزرتا۔

اس معصوم بچے کی طرح جس نے ابھی دایہ کا دُودھ بھی نہ چکھا ہو۔ چمن کے یہ نونہال سردی اور خزاں کی دستبرد سے محفوظ تھے۔

شاخوں پر انار کے سُرخ پھُول اس کثرت سے تھے کہ معلوم ہوتا تھا سرسبز درخت میں آگ لگی ہوئی ہے۔

ملک درحال کنیزکی خوبروی پیشش فرستاد.

ازین مه پاره‌ای، عابد فریبی — ملائک صورتی، طاوس زیبی
که بعد از دیدنش صورت نبندد — وجود پارسایان را شکیبی

همچنین در عقبش غلامی بدیع الجمال لطیف الاعتدال.

هَلَكَ النَّاسُ حَوْلَهُ عَطَشًا — وَهُوَ سَاقٍ يَرَى وَلَا يَسْقِي
دیده از دیدنش نگشتی سیر — همچنان کز فرات مستسقی

عابد طعامهای لذیذ خوردن گرفت، وکسوتهای لطیف پوشیدن، واز فواکه ومشموم وحلاوات تمتع یافتن و درجمال غلام وکنیزک نگریستن و خردمندان گفته اند: زلف خوبان زنجیر پای عقلست ودام مرغ زیرک:

در سر کار تو کردم دل ودین، باهمه دانش — مرغ زیرک بحقیقت منم امروز تو دامی

فی الجمله دولت وقت مجموع بزوال آمد، چنانکه گفته اند:

هر که هست از فقیه و پیر و مرید — وز زبان آوران پاک نفس
چون بدنیای دون فرود آمد — بعسل در بماند پای مگس.

بار دیگر، ملک بدیدن او رغبت کرد، عابد را دید از هیئت نخستین بگردیده، وسرخ وسپید وفربه شده و بر بالش دیبا تکیه زده وغلام پری پیکر بامروحهٔ طاوسی بالای سرش ایستاده. برسلامت حالش شادمانی کرد واز هر دری سخن گفتند، تا ملک بانجام سخن گفت: من این دو طایفه را درجهان دوست میدارم یکی علماء دیگر زهّاد را. وزیر فیلسوف جهاندیده حاضر بود. گفت: ای خداوند شرط دوستی آنست که با هر دو طائفه نکوئی کنی، عالمان را زر بده تا علم بیشتر بخوانند وزاهدان را چیزی مده تا زاهد بمانند

خاتون خوبصورت وپاکیزه روی را — نقش ونگار وخاتم پیروزه گو مباش
درویش نیک سیرت وفرخنده رای را — نان رباط ولقمهٔ دریوزه گو مباش

تا مرا هست و دیگرم باید — گر نخوانند زاهدم، شاید

حکایت مطابق این سخن پادشاهی را مهمی پیش آمد، گفت: اگر انجام این حالت بمراد من برآید چندین درهم دهم زاهدان را. چون حاجتش برآمد وتشویش خاطرش برفت، وفای نذرش بوجود شرط لازم آمد. یکی را از بندگان خاص کیسهٔ درم

بادشاہ نے فوراً ایک خوبصورت کنیز بھی عابد کی خدمت میں بھیج دی۔

جس کے حسن میں فرشتوں کی جھلکیاں تھیں۔

اور جس کے حسن وجمال کو دیکھکر بڑے بڑے زاہدوں کے ہاتھ سے صبر وشکیب کا دامن چھوٹ جائے۔

اسی طرح پھر اس کنیز کے بعد ایک یوسف جمال غلام بھیجا، جس کے حُسن میں قوس وقزح کے تمام رنگ تھے، جس کے اعضا میں تناسب تھا۔

لوگ اس کے اردگرد پیاس کی شدت سے دم توڑ رہے تھے اور اس ساقی کے شیشے میں مے باقی ہے لیکن پیاسوں کو سیراب نہیں کرتا۔

جسطرح استسقا کا مریض دریائے فرات کو پی کر بھی سیر نہیں ہوتا اسیطرح اسکو دیکھنے سے آنکھیں سیر نہیں ہوتیں۔ اسکے حسن کا تقاضا تھا کہ دیکھ تو دیکھتا ہی رہ۔

حضرت زاہد کو اب کھانے کیلئے لذیذ اور پرتکلف کھانے، تازہ پھل اور میوے پہننے کو عمدہ پوشاکیں، مشام جاں کو تازہ کرنے کیلئے فرحت بخش خوشبوئیں اور آنکھوں کو طراوت بخشنے کیلئے غلام اور کنیز کا دلکش حُسن۔ اور داناؤں نے سچ کہا ہے کہ حسینوں کی زلفیں عقلمندوں کے پاؤں کیلئے بیڑیاں ہیں اور دانا پرندوں کے لیے دام۔

میں نے اپنی ساری دانش کے باوجود اپنے دل ودین کو تیرے حوالے کر دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں مرغ زیرک ہوں مگر کیا کروں آج جال تو ہے۔

مختصر یہ کہ اس کی جمعیت خاطر کو زوال آ گیا۔

خواہ کتنا ہی فقیہہ، بزرگ وعابد اور پاک نفس خطیب کیوں نہ ہو جب دنیا کی پستیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کی کیفیت اس مکھی کی طرح ہو جاتی ہے جس کی ٹانگ شہد میں پھنس جائے۔

ایک دفعہ پھر بادشاہ کو اسے ملنے کا شوق چرایا کیا دیکھتا ہے کہ اس کی کایا ہی پلٹ چکی ہے۔ رنگت میں سُرخی جھلک رہی ہے۔ خوب موٹا تازہ ہے ریشمی گاؤ تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہے پری چہرہ غلام سرہانے کھڑا مورچھل سے ہوا دے رہا ہے۔ بادشاہ نے اس کی آسودہ حالی پر خوشی کا اظہار کیا، ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد بادشاہ نے آخر میں کہا کہ میں دنیا میں دو گروہوں کو بہت عزیز جانتا ہوں ایک عالموں اور دوسرے زاہدوں کو، ایک تجربہ کار ذہین فلسفی وزیر بھی وہیں موجود تھا، اس نے کہا اے میرے آقا دوستی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں سے نیکی کر، میری مراد ہے کہ عالموں کو دل کھول کر مالی امداد دے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کر سکیں اور زاہدوں کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دے تاکہ وہ زہد وتقوی پہ قائم رہ سکیں۔

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی — کہ دیکھو چاند کیسا خوشنما لگتا ہے بن گہنے

اسی طرح مبارک رائے اور نیک سیرت درویش اشیائے خورد ونوش کا محتاج نہیں۔

جب میرے پاس کچھ مال ہونے کے باوجود بھی مجھے اور مال کی تمنا ہو تو لوگ مجھے زاہد نہ کہیں تو انہیں حق پہنچتا ہے۔

حکایت اسی سے ملتی جلتی یہ کہانی ہے کہ ایک بادشاہ کو ایک مہم آ پڑی۔ اس نے منت مانی کہ اگر یہ کام میری خواہش کے مطابق سر ہو جائے تو میں اتنے ہزار درہم زاہدوں کی نذر کروں گا۔ چند دنوں بعد جب اس کی حاجت بر آئی اور دلی تشویش دُور ہوئی تو شرط کے مطابق نذر

داد تا بر زاهدان بخش کند. گویند: غلامی عاقل و هوشیار بود. همه روز بگردید و شبانگه باز آمد و درمها بوسه داد و پیش ملک بنهاد و گفت: زاهدان را چندان که طلب کردم نیافتم. گفت: این چه حکایت است؟ آنچه من دانم درین ملک چهارصد زاهد است. گفت: ای خداوند جهان، آنکه زاهد است نمی‌ستاند و آنکه می‌ستاند زاهد نیست. ملک بخندید و ندیمان را گفت: چندانکه مرا در حق خداپرستان ارادت است و اقرار، مرین شوخ دیده را عداوت است و انکار، و حق بجانب اوست.

زاهد که درم گرفت و دینار — زاهد تر ازو کسی بدست آر

آنرا که سیرتی خوش و سرّیست با خدای
بی نانِ وقف و لقمهٔ دریوزه زاهد است
وانگشت خوبروی و بنا گوش دلفریب
بی گوشواره و خاتم فیروزه شاهد است

حکایت یکی را از علمای راسخ پرسیدند چه گوئی در نانِ وقف؟ گفت: اگر نان از بهرِ جمعیتِ خاطر می‌ستاند حلال است وگر جمع از بهر نان می‌نشیند حرام.

نان از برای کنج عبادت گرفته اند — صاحبدلان، نه کنجِ عبادت برای نان

حکایت درویشی بمقامی درآمد که صاحب آن بقعه کریم النفس بود و خردمند. طائفهٔ اهل فضل و بلاغت در صحبت او، هر یکی بذله و لطیفهٔ چنانکه رسم حریفان باشد همی گفتند. درویش راه بیابان قطع کرده بود و مانده و چیزی نخورده، یکی از آن میان بطریق ظرافت گفت: ترا هم چیزی بباید گفت. گفت: مرا چون دیگران فضل و بلاغت نیست و چیزی زیاده نخوانده‌ام، بیک بیت از من قناعت کنید. همگنان برغبت گفتند: بگوی. گفت:

من گرسنه، در برابرم سفره نان — هم چون عزبم بر درِ حمام زنان

همگنان بخندیدند و ظرافتش بپسندیدند و سفره پیش آوردند. صاحب دعوت گفت: ای یار، زمانی توقف کن که پرستارانم کوفته بریان همی سازند. درویش سر برآورد و گفت:

کوفته بر سفرهٔ من، گو مباش — کوفته را نانِ جوین کوفته است

حکایت مریدی گفت پیر را: چه کنم کز خلائق برنج اندرم؟ از بس که بزیارت من همی آیند و اوقات مرا

پوری کرنے کا وقت آیا تو ایک خاص خدمتگار کو دامون کی تھیلی دی کہ زاہدوں میں بانٹ آئے۔ کہتے ہیں خدمتگار بڑا عقلمند اور ہوشیار تھا، تمام دن پھر پھرا کر شام کے وقت تھیلی واپس لے آیا اور چوم کر بادشاہ کے سامنے رکھ کر کہنے لگا، جہاں پناہ میں نے زاہدوں کو بہت ڈھونڈا مگر کہیں نہ پایا۔ بادشاہ نے کہا یہ تم کیا کہہ رہے ہو جہاں تک مجھے معلوم ہے اس شہر میں چار سو سے زائد زاہد موجود ہیں۔ خدمتگار نے کہا میرے آقا جو زاہد ہیں وہ روپے نہیں لیتے اور جو لیتے ہیں وہ زاہد نہیں۔ بادشاہ ہنس پڑا اور مصاحبوں سے کہنے لگا، میں اللہ والوں کا جتنا معتقد اور قائل ہوں یہ گستاخ اتنا ہی ان کا دشمن اور منکر ہے اور حق پر بھی ہے۔

جس زاہد کو درم و دینار سے رغبت ہو اس سے کوئی برتر زاہد ڈھونڈو۔

خدا سے راز و نیاز کرنے والا نیک سیرت انسان

وقف اور بھیک کے ٹکڑوں پر نہ بھی پلے تو زاہد ہے۔

کسی حسینہ کی نرم و نازک انگلی اور کان کی دلکش و دلفریب لَو، ہیرے کی انگوٹھی اور بالیوں کی محتاج نہیں۔

حکایت کسی نے ایک باکمال عالم سے دریافت کیا وقف کے نان ونفقہ کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔ جواب دیا اگر سکون کے ساتھ عبادت کرنے کے لیے لیں تو حلال اور اگر ڈٹ کر اس کے لیے بیٹھ رہیں کہ روٹی ملے گی تو حرام۔

اہل اللہ گوشۂ عبادت میں نان و طعام کے لیے نہیں بیٹھتے بلکہ تھوڑا بہت کھاتے صرف اس لیے ہیں کہ اطمینان و سکون سے عبادت کر سکیں۔

حکایت ایک درویش ایک ایسی جگہ پہنچا جس کا مالک بہت سخی اور عقلمند تھا۔ دیکھا کہ اس کی مجلس میں عالموں فاضلوں کا جمگھٹا ہے یار دوستوں کے دستور کے مطابق ہر کوئی چٹکلے اور لطیفے بیان کر رہا تھا۔ درویش بچارہ چونکہ جنگل کی راہ طے کر کے آیا تھکا ہوا تھا اور کھایا بھی کچھ نہ تھا اہل مجلس میں سے ایک نے ظرافت سے کہا کہ آپ کو بھی کچھ کہنا چاہیے۔ بولا صاحبو میں آپ کی طرح عالم فاضل نہیں اور کچھ اتنا پڑھا لکھا بھی نہیں۔ مجھ سے فقط ایک شعر سن لیجیے۔ سب نے اشتیاق سے کہا ارشاد ہو۔ درویش نے کہا۔

میں بھوکا ہوں دسترخوان پر پہنچ کر میری بعینہ وہی حالت ہے جو عورتوں کے حمام میں کسی لونڈے کی ہوتی ہے۔

سب کھلکھلا کر ہنس پڑے اس کا مزاح پسند آیا۔ دسترخوان بچھایا، میزبان نے کہا اے دوست گھڑی دو گھڑی کے لیے رک جاؤ، میرے ملازم کوفتے بھون رہے ہیں۔ درویش نے سر اوپر اٹھایا اور کہا۔

دسترخوان پر کوفتے نہیں ہیں تو نہ سہی، سفر کی کوفت کے مارے ہوئے بھوکے کو خوکی روٹی ہی کوفتوں کے برابر ہے۔

حکایت ایک مرید نے اپنے مرشد سے عرض کی قبلہ میں کیا کروں لوگوں نے قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ اتنے لوگ مجھے ملنے کیلئے

از تردد ایشان تشویش می باشد گفت: هرچه درویشانند مرایشان را وامی بده و آنچه توانگرانند از ایشان چیزی بخواه، که دیگر گرد تو نگردند.

گر گدا پیشروِ لشکرِ اسلام بود ... کافر از بیمِ توقع برود تا درِ چین

حکایت فقیهی پدر را گفت: هیچ ازین سخنان رنگین و دلاویز متکلّمان در من اثر نمیکند، بحکمِ آنکه نمی بینم مر ایشان را کرداری موافقِ گفتار.

ترکِ دنیا بمردم آموزند ... خویشتن سیم و غله اندوزند
عالمی را که گفت باشد و بس ... هرچه گوید نگیرد اندر کس
عالم آن کس بود که بد نکند ... نه بگوید بخلق و خود نکند

اَتَأمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ

عالم، که کامرانی و تن پروری کند ... او خویشتن گم است کرا رهبری کند؟

پدر گفت: ای پسر بمجرد این خیال باطل نشاید روی از تربیت ناصحان بگردانیدن و علما را بضلالت منسوب کردن، و در طلبِ عالمِ معصوم از فوائدِ علم محروم ماندن، همچو نابینائی که شبی در وحل افتاده بود، گفت: مسلمانان آخر چراغی فرا راه من دارید. زن مازحه بشنید و گفت: توکه چراغ نه بینی با چراغ چه بینی؟ همچنین مجلس وعظ چو کلبهٔ بزاز است، آنجا تا نقدی ندهی بضاعتی نستانی و اینجا تا ارادتی نیاری سعادتی نبری.

گفت عالم بگوشِ جان بشنو ... ور نماند به گفتنش کردار
باطل است آنکه مدعی گوید ... خفته را خفته کی کند بیدار؟
مرد باید که گیرد اندر گوش ... ور نوشته است پند بر دیوار

صاحبدلی بمدرسه آمد ز خانقاه ... بشکست عهدِ صحبتِ اهلِ طریق را
گفتم میان عالم و عابد چه فرق بود؟ ... تا اختیار کردی از آن این فریق را
گفت: آن گلیمِ خویش بدر میبرد ز موج ... وین جهد میکند که بگیرد غریق را

حکایت یکی بر سرِ راهی مست خفته بود و زمامِ اختیار از دست رفته، عابدی بروی گذر کرد و در حالتِ مستقبح

اُٹھتے ہیں کہ ان کے آنے جانے سے میرے اوقات گڑبڑ ہو جاتے ہیں۔ پیر نے جواب دیا، آنے والوں میں جو لوگ مفلس ہوں انہیں تو کچھ نہ کچھ قرض دو اور جو دولت مند ہیں اُن سے کچھ طلب کرو تاکہ پھر تمہارے پاس نہ پھٹکیں۔

اسلامی فوج کا ہراول دستہ اگر گداگروں پر مشتمل ہو تو کفار اس خوف سے کہ وہ کچھ نہ کچھ مانگیں گے چین تک پیچھے ہٹ جائیں گے۔

حکایت ایک فقیہہ نے اپنے باپ سے کہا کہ واعظوں کی رنگیں بیانی اور دلکش وعظ کا مجھ پر تو کوئی اثر نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں خود کرتے نہیں۔

ترکِ دُنیا ہمیں سکھاتے ہیں   آپ لوگوں کا مال کھاتے ہیں
قول ہی قول جب ہو عالم کا   اس کی باتوں میں پھر اثر ہو کیا
ہے وہ عالم جو فعل بد نہ کرے   نہ کہ ہم کو ڈرا کے خود وہ کرے

کیا لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

عیش و عشرت میں بسر کرنے والا تن پرور عالم گویا خود راہ سے بھٹکا ہوا ہے وہ دوسروں کی کیا خاک رہنمائی کرے گا۔

باپ نے کہا بیٹا فقط اسی ایک باطل خیال کی بنا پر نصیحت کرنے والوں کی نصیحت سے منہ موڑنا اور عالموں پر گمراہی کے طعن توڑنا کچھ زیب نہیں دیتا۔ کسی ایسے عالم کی تلاش کرنا جو گناہوں سے یکسر پاک ہو گویا علم سے محروم رہنے کے برابر ہے۔ تمہاری تو اس اندھے کی سی مثال ہے جو اندھیری رات میں کیچڑ میں پھنس گیا۔ کہنے لگا اے مسلمان بھائیو میری راہ میں چراغ ہی رکھ دو۔ ایک ظریف عورت نے سُن کر کہا تمہیں "دیا" تو نظر نہیں آتا دیے کی روشنی سے کیا نظر آئیگا۔ یونہی وعظ کی مجلس بزاز کی دکان کی طرح ہے وہاں جب تک دام نہیں دوگے مال نہیں مل سکتا اور یہاں جب تک اعتقاد کی دولت نہیں لاؤ گے سعادت نہیں پاؤ گے۔ عالم خواہ بے عمل ہی کیوں نہ ہو تم اس کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنو۔

یہ جو کہتے ہیں کہ جو سویا ہوا ہے جگائے کسے سراسر غلط ہے۔

آدمی کو چاہیے کہ نصیحت خواہ دیوار پر لکھی ہوئی ہو اسے قبول کرے۔

اِک شخص مدرسے کو گیا خانقاہ سے   توڑا وفائے صحبتِ اہلِ طریق کو
پوچھا یہ میں نے عالم و عابد میں فرق کیا   کیوں تو نے اختیار کیا اس فریق کو
بولا وہ اپنی جان بچاتا ہے موج سے   اور اس کی یہ سعی ہے کہ پکڑے غریق کو

حکایت ایک شخص نشے میں چُور سرِ راہ لیٹا ہوا تھا۔ اختیار کی باگ ڈور ہاتھ سے چھوٹ چکی تھی۔ ایک عابد کا ادھر سے گزر ہوا اسے

او نظر، جوان از خواب مستی سر برآورد و گفت: وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا کِرَامًا

اِذَا رَاَیْتَ اَثِیمًا کُنْ سَاتِرًا وَ حَلِیمًا
یَا مَنْ تُقَبِّحُ اَمْرِی لِمَ لَا تَمُرُّ کَرِیمًا

متاب، ای پارسا، روی از گنهکار بخشایندگی در وی نظر کن
اگر من نا جوانمردم بکردار تو بر من چون جوانمردان گذر کن

حکایت طایفهٔ رندان بخلاف درویشان بدر آمدند و سخنان نا سزا گفتند و بزدند و برنجانیدند. شکایت پیش پیر طریقت برد که، چنین حالی رفت، گفت، ای فرزند، خرقهٔ درویشان جامهٔ رضاست، هر که درین کسوت تحمل بی مرادی نکند مدعی است و خرقه برو حرام:

دریای فراوان نشود تیره بسنگ عارف که برنجد تنک آبست هنوز
گر گزندت رسد تحمل کن که بعفو از گناه پاک شوی
ای برادر، چو خاک خواهی شد خاک شو پیش از آنکه خاک شوی

حکایت منظومه

این حکایت شنو که: در بغداد رایت و پرده را خلاف افتاد
رایت از گرد راه و رنج رکاب گفت با پرده از طریق عتاب:
من و تو هر دو خواجه تاشانیم بندهٔ بارگاه سلطانیم
من ز خدمت دمی نیاسودم گاه و بیگاه در سفر بودم
تو نه رنج آزمودهٔ نه حصار نه بیابان و باد و گرد و غبار
قدم من بسعی پیشتر است پس چرا عزت تو بیشتر است؟
تو بر بندگان مه روئی با کنیزان یاسمن بوئی
من فتاده بدست شاگردان بسفر پای بند و سرگردان
گفت: من سر بر آستان دارم نه چو تو سر بر آسمان دارم
هر که بیهوده گردن افرازد خویشتن را بگردن اندازد

اس مکروہ حالت میں دیکھا ۔ مست نے سر اوپر اُٹھایا اور کہا جب کسی بیہودہ صورتِ حال کے پاس سے گزرو تو آبرو مندانہ انداز میں پاس سے گزرو ۔

جب کسی گناہگار کو دیکھو، اس کی عیب پوشی کرو اور بردباری سے کام لو ۔

میرے بُرے فعل کو نفرت اور حقارت سے دیکھنے والے تو کیوں آبرو مندانہ انداز کے ساتھ گزر نہیں جاتا ۔

اے پارسا گناہگار کے پاس سے منہ پھیر کر نہ گزر ۔ اس پہ عنایت کی نظر کر ۔

اگر میں اپنے عملوں کے لحاظ سے ناجوانمرد ہوں تو تمہاری جوانمردی کو کیا ہوا ۔

حکایت رندوں کا ایک ٹولہ جسے درویشوں سے سخت کدتھی ایک درویش کے ہاں گھس آیا ۔ اسے بُرا بھلا کہا، مارا پیٹا اور خوب گت بنائی، وہ اپنے مرشد کے پاس شکایت لے کر گیا اور بتایا کہ مجھ پہ یوں بیتی ۔ مرشد نے فرمایا اے بیٹا درویشوں کا لباس تو تسلیم و رضا کا خرقہ ہے ۔ پھر اسے پہننے کے بعد اگر کوئی نامرادی کا رونا روئے تو وہ جھوٹا دعویدار ہے اور درویشی کا خرقہ اس پہ حرام :-

گہرے دریا تو ایک پتھر پھینکنے سے گدلے نہیں ہوتے، جو صوفی تھوڑی سی بات پر رنجیدہ ہو جائے ابھی کم ظرف ہے ۔

اگر تمہیں کسی سے گزند پہنچے تو تحمل سے کام لو، کیونکہ اسے معاف کر دینے سے خود گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے ۔

بھائی آخر ایک نہ ایک دن مرنا ہی ہے تو پھر بہتر یہی ہے کہ جیتے جی مر جاؤ ۔

حکایت منظومہ

لو ایک حکایت سنو ایک دفعہ شہر بغداد میں جھنڈے اور پردے کے درمیان دو بدو تکرار ہو گئی ۔

مسلسل سفر سے تھکا ہُوا اور گرد و غبار میں اٹا ہوا جھنڈا جھنجلا کر پردے سے کہنے لگا ۔

میں اور تم دونوں ایک آقا کے غلام اور ایک ہی در کے نوکر ہیں ۔

مجھے تو کام سے دم بھر سستانے کی فرصت بھی نہیں ۔ وقت بے وقت مجھے سفر ہی درپیش رہتا ہے ۔

تو نے نہ مشقتیں اٹھائی ہیں اور نہ ہی صحرا و بیاباں کے گرد و غبار سے پالا پڑا ہے ۔

دوڑ بھاگ میں میرا قدم آگے ہے پھر عزت تیری کیوں زیادہ ہوتی ہے ۔

تو کلیوں کی خوشبو میں بسی ہوئی حسین و مہ جبین کنیزوں میں رہتا ہے ۔

میں محنت کا مسافر اور سرگردان اور جڑھ بھی ملازموں کے ہتھے گیا ہوں ۔

پردے نے کہا میرا سر آستان پر جھکا ہوا ہے تیری طرح آسمان کی طرف اٹھا ہوا نہیں

جو کوئی بیہودہ سر اُٹھاتا ہے خود کو سر کے بل گراتا ہے ۔

حکایت یکی از صاحبدلان زورآزمای را دید بهم برآمده و کف بر دماغ آورده، گفت: این را چه حالت است؟ گفتند: فلان دشنام دادش. گفت: این فرومایه هزار من سنگ برمیدارد و طاقت سخنی نمی آرد.

لاف سرپنجگی و دعوی مردی بگذار — عاجزِ نفس فرومایه چه مردی؟ چه زنی؟
گرت از دست برآید دهنی شیرین کن — مردی آن نیست که مشتی بزنی بر دهنی
گرت خود بر درد پیشانی پیل — نه مردست آنکه در وی مردمی نیست

بنی آدم سرشت از خاک دارد — اگر خاکی نباشد آدمی نیست

حکایت بزرگی را پرسیدم از سیرت اخوانِ صفا. گفت: کمینه آنکه مراد خاطر یاران بر مصالح خویش مقدم دارد، و حکما گفته اند: برادر که در بند خویش است نه برادر و نه خویش است.

همراه اگر شتاب کند همره تو نیست — دل در کسی مبند که دل بستهٔ تو نیست

چون نبود خویش را دیانت و تقوی — قطع رحم بهتر از مودّت قربی

یاد دارم که یکی مدّعی درین بیت بر قول من اعتراض کرد و گفت: حق تعالیٰ در کتاب مجید از قطع رحم نهی کرده است و بمودّت ذی القربیٰ فرموده آنچه تو گفتی مناقض آنست. گفتم: غلط کردی، که موافق قرآن است: وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلیٰ اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

هزار خویش که بیگانه از خدا باشد — فدای یک تن بیگانه کآشنا باشد

حکایت منظومه

پیر مردی لطیف در بغداد — دخترک را به کفش دوزی داد،
مردک سنگدل چنان بگزید — لب دختر، که خون از او بچکید
بامدادان پدر چنان دیدش — پیش داماد رفت و پرسیدش
کای فرومایه، این چه دندانست؟ — چند خائی لبش؟ نه انبانست!
بمزاحت نه گفتم این گفتار — هزل بگذار و جدّ ازو بردار
خوی بد در طبیعتی که نشست — ندهد جز بوقتِ مرگ از دست

حکایت کسی صاحب دل نے ایک پہلوان کو دیکھا کہ غصے کے مارے لال پیلا ہو رہا ہے اور منہ سے جھاگ بہ رہی ہے۔ پوچھا اسے کیا ہوا۔ لوگوں نے کہا اسے فلاں نے گالی دی ہے۔ بزرگ نے کہا یہ کم حوصلا آدمی بھاری بھرکم مگدر تو اٹھا لیتا ہے چھوٹی سی بات کی تاب نہیں لا سکتا۔

زور آوری و مردی کے دعوے کو چھوڑ دے   جو نفس کا غلام ہے عورت وہ مرد ہے
کیا مرد منہ کسی کا جو گھلے سے توڑ دے   میٹھا کسی کا منہ جو کرے بس وہ فرد ہے

مست ہاتھی کا منہ توڑ دینے والا آدمی اگر مردانگی سے خالی ہے تو مرد کہلانے کا مستحق نہیں۔

انسان خاک کا پتلا ہے اس میں خاکساری نہ ہو تو وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں۔

حکایت میں نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ یاران مخلص کے کردار کی کیا پہچان ہے اس نے کہا ادنیٰ تعریف یہ ہے کہ دوستوں کی رضامندی کو اپنے ذاتی مفاد پر مقدم سمجھے اور داناؤں نے کہا ہے کہ جو بھائی اپنے ہی مطلب کا بندہ ہو وہ نہ بھائی ہے نہ رشتہ دار،

تیرا ساتھی جو تجھ سے تیز چلتا ہے تیرا ساتھی نہیں۔ جسے تجھ سے دلی لگاؤ نہ ہو اسے دلدار نہ بنا۔

جو رشتہ دار دیانت اور تقویٰ سے عاری ہو ایسے قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق ہی بھلا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک بدخواہ نے میرے اس شعر کے مضمون پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں خونی رشتے کو توڑنے کی ممانعت کی ہے لیکن جو کچھ تو نے کہا ہے اس سے قرآنی نص کی تنقیص ہوتی ہے۔ میں نے کہا تم نے غلط کہا ہے یہ قرآن حکیم کی آیت کے عین مطابق ہے۔ ماں باپ اگر ہزار کوشش کریں اور تجھے اکسائیں کہ کسی ایسی چیز کو جس کا تمہیں علم نہ ہو میرے ساتھ شریک سمجھو تو ہرگز ان کی اطاعت نہ کرو۔

ہزاروں یگانے جو خدا کی ذات سے منکر ہوں ایسے بیگانے پر قربان کیے جا سکتے ہیں جو ذات باری تعالیٰ سے آشنا ہو۔

حکایت منظومہ

شہر بغداد کے ایک نازک مزاج بوڑھے نے اپنی بیٹی ایک موچی سے بیاہ دی۔

اس پتھر دل بھڑوے نے اس بچاری کے ہونٹوں کو اس بری طرح سے چوسا کہ خون ٹپک پڑا۔

صبحدم باپ نے بیٹی کو اس حال میں دیکھا تو سیدھا داماد کے پاس گیا اور پوچھنے لگا

کہ اے کمینے انسان یہ کیسے دانت ہیں۔ اس کے لب کس حد تک چبائے گا انسانی ہونٹ ہیں چمڑا تو نہیں۔

میں نے یہ بات شوخی یا مزاح سے نہیں کہی۔ اسے ہزل نہ سمجھ اس سے عبرت حاصل کر کہ:۔

جو بری عادت پکی ہو گئی تو موت سے پہلے پھر اس کا چھوٹنا مشکل۔

حکایت فقیهی دختری داشت بغایت زشت روی بجای زنان رسیده و باوجود جهاز و نعمت کسی در مناکحت او رغبت نمی نمود.

زشت باشد دبیقی و دیبا   که بود بر عروس نازیبا

فی الجمله بحکم ضرورت عقد نکاحش با ضریری به بستند، آورده اند که حکیمی در آن تاریخ از سراندیب آمده بود که نابینا را روشن همیکرد، فقیه را گفتند: داماد را چرا علاج نه کنی؟ گفت: بترسم که بینا شود و دخترم را طلاق دهد،

ع   شوی زن زشت روی، نابینا به۔

حکایت پادشاهی بدیدهٔ استحقار در طائفهٔ درویشان نظر کرد۔ یکی از آن میان بفراست بجای آورد و گفت: ای ملک، ما درین دنیا بجیش از تو کمتریم و بعیش خوشتر و بمرگ برابر و بقیامت بهتر:

اگر کشور خدای کامرانست   وگر درویش، حاجتمند نان است
در آن ساعت که خواهند این و آن مرد   نخواهند از جهان بیش از کفن برد
چو رخت از مملکت بربست خواهی   گدای بهتر است از پادشاهی

ظاهر درویشی جامهٔ ژنده است و موی سترده و حقیقت آن دل زنده و نفس مرده،

نه آنکه بر در دعوی نشیند از خلقی   وگر خلاف کنندش بجنگ برخیزد
که گر زکوه فرو غلطد آسیا سنگی   نه عارفست که از راه سنگ برخیزد

طریق درویشان ذکر است و شکر و خدمت و طاعت و ایثار و قناعت و توحید؛ توکّل و تسلیم و تحمّل هر که بدین صفت ها موصوف است بحقیقت درویش است، اگرچه در قباست۔ اما هرزه گردی، بی نماز، هوا پرست، هوس باز که روزها بشب آرد در بند شهوت و شب ها روز کند در خواب غفلت و بخورد هرچه در میان آید و بگوید هرچه بر زبان آید رند است وگر در عباست۔

ای درونت برهنه از تقوی   کز برون جامهٔ ریا داری
پردهٔ هفت رنگ در مگذار   تو که در خانه بوریا داری

حکایت منظومه

دیدم گُل تازه چند دسته   بر گنبدی از گیاه بسته
گفتم: چه بود گیاهِ ناچیز   تا در صفِ گل نشیند او نیز؟

حکایت ایک فقیہہ کی ایک بیٹی تھی نہایت ہی بدصورت۔ وہ دوشیزہ کی بجائے عورت دکھائی دینے لگی مگر جہیز اور مال و دولت کے باوجود کوئی بھی اس سے شادی کرنے پہ آمادہ نہ ہوا۔

بدشکل دلہن کے جسم پہ ریشم اور حریر بھی بدنما لگتا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ مجبوراً اس کا نکاح ایک اندھے سے کر دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ انہی دنوں سراندیپ سے ایک طبیب اُدھر آنکلا جو اندھوں کی آنکھیں روشن کر دیتا تھا۔ لوگوں نے فقیہہ سے کہا تم اپنے داماد کا علاج اس سے کیوں نہیں کرواتے۔ اس نے کہا میں ڈرتا ہوں تندرست ہو کر کہیں میری بچی کو طلاق نہ دے دے۔ بدصورت عورت کا خاوند اندھا ہی بھلا۔

حکایت کسی بادشاہ نے درویشوں کے ایک گروہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ ایک درویش نے اپنی دانائی سے بھانپ لیا اور عرض کی، جہان پناہ دنیا میں فوجی طاقت کے لحاظ سے ہم آپ سے کم، عیش و طرب میں آپ سے زیادہ، مرنے میں آپ کے برابر اور قیامت میں آپ سے بہتر ہیں۔

خواہ فاتح بادشاہ ہو یا نانِ شبینہ کا محتاج درویش

جب یہ دونوں مریں گے تو سوائے کفن کے اور کچھ ساتھ نہ لے جائیں گے۔

جب سلطنت کو چھوڑ کر رختِ سفر باندھنا ہی ٹھہرا تو پھر گدائی بادشاہی سے بہتر ہے۔

درویش کا ظاہر پھٹے پرانے کپڑے اور مونڈا ہوا سر مگر باطن میں دل زندہ ہے اور نفس امارہ مُردہ۔

جو آدمی بظاہر درویشی کا دعویٰ کر کے خلقِ خدا سے الگ تھلگ رہے مگر ذرا سی مخالف بات پہ دوسروں کے ساتھ لٹھم لٹھا ہونے کو تیار ہو جائے۔ عارف نہیں ہو سکتا۔ عرفان کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر پہاڑ سے بھاری بھرکم پتھر لڑھک کر آرہا ہو تو راستے سے سرکنے کا خیال تک جی میں نہ لائے۔

درویش کا کام ہے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے، شکر اور خدمت بجا لائے، اطاعت، قربانی، قناعت، توحید، توکل، تسلیم و رضا اور تحمل کو اپنا شعار بنائے، جو آدمی ان صفتوں کا مالک ہو حقیقت میں وہی درویش ہے خواہ اس نے قبا کیوں نہ پہن رکھی ہو۔ اس کے برعکس ایک آوارہ گرد، بے نماز، ہوا و ہوس کا مارا جو دن بھر نفسانی خواہشات کی تسکین میں جتا رہے اور رات سو کر گزار دے، جو سامنے آئے ہڑپ کر جائے اور جو منہ میں آئے بک دے رند ہے خواہ اس نے عبا کیوں نہ پہن رکھی ہو۔

تو نے ریائی لباس پہن کر تن کو تو ڈھانپ لیا ہے مگر تیرا دل تقویٰ کا لباس نہ ہونے کی وجہ سے ننگا ہے۔

جب گھر کے اندر ٹاٹ کا بوریا بچھا ہوا ہے تو باہر دروازوں پر رنگا رنگ کے پردے لٹکانے کی کیا ضرورت۔

حکایت منظومہ

میں نے دیکھا کہ تازہ پھولوں کے کئی گلدستے ایک گنبد پر گھاس سے بندھے ہوئے تھے۔

میں نے کہا آخر یہ حقیر گھاس ہے کیا چیز کہ پھولوں کے ساتھ چسپاں ہے۔

بگریست گیاه و گفت، خاموش — صحبت نکند کرم فراموش
گر نیست جمال و رنگ و بویم — آخر نه گیاه باغ اویم؟
من بندهٔ حضرتِ کریمم — پروردهٔ نعمتِ قدیمم
گر بی هنرم وگر هنرمند — لطف‌ست امیدم از خداوند
با آن که بضاعتی ندارم — سرمایهٔ طاعتی ندارم
او چارهٔ کار بنده داند — چون هیچ وسیلتش نماند
رسم است که مالکانِ تحریر — آزاد کنند بندهٔ پیر
ای بار خدایِ عالم آرای — بر بندهٔ پیر خود ببخشای
سعدی، رهِ کعبهٔ رضا گیر — ای مرد خدا، درِ خدا گیر
بدبخت کسی که سر بتابد — زین در، دری دگر نیابد

حکایت حکیمی را پرسیدند: از سخاوت و شجاعت کدام بهتر است؟ گفت: آن که را سخاوت است به شجاعت حاجت نیست.

نماند حاتم طائی ولیک تا باید — بماند نام بلندش به نیکوئی مشهور
زکوة مال بدر کن، که فضلهٔ رز را — چو باغبان بزند بیشتر دهد انگور

نبشت است بر گورِ بهرام گور — که، دستِ کرم به ز بازویِ زور

گھاس نے رو کر کہا خاموش رہو جوانمرد ساتھیوں کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔
ٹھیک ہے مجھ میں پھولوں کا سا حسن اور بو باس نہیں لیکن میں اُسی باغ و باغبان کی پروردہ ہوں۔
میں اپنے مالک کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اور اس کی ازلی نعمتوں کا پروردہ۔
میں خواہ ہنرمند ہوں خواہ بے ہنر۔ مجھے آقا کے لطف و کرم پہ پورا یقین ہے
اگرچہ میرے پاس اطاعت و عبادت کا سرمایہ نہیں اور میرا دامن خالی ہے۔
لیکن جس کا سہارا کوئی نہ ہو اس کی چارہ سازی وہ خود جانتا ہے۔
یہ پرانی رسم ہے کہ جن کے پاس تحریری تمسک ہوتا ہے وہ اپنے بوڑھے غلاموں کو آزاد کر دیا کرتے ہیں۔
اے خدا، اے دنیا کو زینت بخشنے والے مجھ بوڑھے کو بخش دے۔
خدا کے بندے خدا کی دہلیز پہ جھکا رہ۔ سعدی تو بھی تسلیم و رضا کی راہ اختیار کر۔
جس بدبخت نے اس کے دروازے سے منہ موڑا اس کی کہیں سمائی نہ ہوئی۔

حکایت لوگوں نے کسی دانا سے پوچھا "سخاوت اور شجاعت میں سے کونسی صفت بہتر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ سخی شجاعت کا محتاج نہیں۔

اگرچہ حاتم طائی جہاں میں نہ رہا — مگر وہ نیکیاں اسکی ہیں آج تک مشہور
زکوۃ مال کی دے کیونکہ فضلۂ رز کو — جو کاٹتے ہیں تو دیتا ہے وہ بہت انگور

یہ بہرام کی گور پر تھا لکھا — کہ پیشِ کرم زورِ بازو ہے کیا

باب سوم
در فضیلتِ قناعت

حکایت خواهنده مغربی در صف بزّازان حلب میگفت: ای خداوندان نعمت، اگر شما را انصاف بودی و ما را قناعت، رسمِ سوال از جهان برخاستی -

ای قناعت، توانگرم گردان   که ورائ تو هیچ نعمت نیست
گنجِ صبر اختیار لقمانست   هر کرا صبر نیست حکمت نیست

حکایت دو امیرزاده در مصر بودند، یکی علم آموخت و دیگری مال اندوخت عاقبة الامر آن یکی علّامه مصر گشت وین دگر عزیزِ مصر شد - پس این توانگر بچشم حقارت در فقیهه نظر کردی و گفتی: من بسلطنت رسیدم و این همچنان در مسکنت بمانده، گفت: ای برادر، شکر نعمت باری عزّ اسمهٗ هم چنان افزون تراست برمن که میراثِ پیغمبران یافتم، یعنی علم و ترا میراثِ فرعون و هامان رسید، یعنی ملکِ مصر-

من آن مورم که در پایم بمالند   نه زنبورم که از دستم بنالند
کجا خود شکر این نعمت گذارم؟   که زور مردم آزاری ندارم

حکایت درویشی را شنیدم که در آتش فاقہ می سوخت و خرقہ بر خرقہ همی دوخت و تسکینِ خاطرِ مسکین را همی گفت: بنان خشک قناعت کنیم و جامہ دلق   که بار محنت خود بہ که بار منّتِ خلق
کسی گفتش، چہ نشینی؟ که فلان درین شهر طبعی کریم دارد و کرمی عمیم، میان بخدمتِ آزادگان بستہ و بر درِ دلها نشستہ، اگر بر صورتِ حالِ تو، چنانچہ هست، مطلع گردد پاسِ خاطرِ عزیزت را منت دارد - گفت: خاموش! در پستی مردن بہ که حاجت پیش کسی بردن:

هم رقعہ دوختن بہ و الزام کنج صبر   کز بهر جامہ رقعہ بر خواجگان نبشت
حقا! که با عقوبت دوزخ برابراست   رفتن بپائمردی همسایہ در بهشت

تیسرا باب

صبر و قناعت کی فضیلت کے بارے میں

حکایت سرزمین مغرب کا ایک بھکاری حلب کے بزازوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ اے امیر انسانو اگر تم میں انصاف ہوتا یا ہم میں قناعت تو بھیک مانگنے کی رسم دنیا سے اٹھ جاتی۔

اے قناعت مجھے تونگر کر — تجھ سے بڑھ کر نہیں کوئی نعمت
صبر شیوہ ہے عقلمندوں کا — صبر سے عاری خالی از حکمت

حکایت مصر میں دو امیرزادے تھے ایک نے علم پڑھا اور دوسرے نے مال و دولت جمع کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ پڑھنے والا تو علامہ زمان ہو گیا اور دوسرا شاہی خزانچی بن بیٹھا۔ دولتمند بھائی عالم بھائی کی طرف حقارت کی نظر سے دیکھتا اور کہتا کہ ہم تو سلطنت کے اہم رکن بن بیٹھے اور یہ بچارہ یونہی مفلس کا چراغ ہی رہا۔ عالم نے کہا مجھ پر اللہ کا زیادہ احسان ہے کہ مجھے اس نے پیغمبروں کی میراث (علم) عطا فرمائی اور تمہیں فرعون و ہامان کی وراثت یعنی مصر کی حکومت۔

میں وہ مسکین چیونٹی ہوں جسے سب پاؤں تلے روندتے ہیں بھڑ نہیں جس کے ڈنگ سے سب چلاتے ہیں۔
میں خدا کی اس نعمت کا شکر کیسے ادا کروں کہ کسی کو ستانے کی سکت ہی نہیں رکھتا۔

حکایت میں نے سنا کہ ایک درویش فاقوں کی آگ میں جلتا، چیتھڑے پر چیتھڑا ٹانکتا لیکن جی کو بہلانے کے لیے ہمیشہ یہ کہتا کہ

میں روکھی سوکھی روٹی اور پیوند زدہ لباس ہی میں مست ہوں کیونکہ خلقت کے احسان کا بوجھ اٹھانے سے اپنی محنت کا بوجھ بھلا۔

کسی نے اس سے کہا میاں بیٹھے سوچتے کیا ہو اس شہر میں فلاں شخص السیا سخی اور رحمدل ہے جس نے خدمت خلق پہ کمر باندھ رکھی ہے اور لوگوں کے دل موہ لیے ہیں۔ اگر اسے تمہاری اس غریبانہ صورتِ حال کا پتہ چل جائے تو تمہاری دلجوئی بھی کرے اور ممنون بھی ہو۔ اس نے کہا میاں چپ رہو۔ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے تو مفلسی میں مرجانا بہتر ہے۔

چیتھڑے پر چیتھڑا ٹانکنا اور صبر و شکر سے گوشۂ عافیت میں بیٹھ رہنا کسی امیر کو کپڑوں کے لیے خط لکھنے سے ہزار درجے بہتر ہے۔

ہنیں عذاب جہنم سے کم حقیقت میں — پڑوسیوں کی سفارش سے جو بہشت ملے

حکایت یکی از ملوکِ عجم طبیبی حاذق را بخدمتِ مصطفیٰ صلی الله علیه وسلم فرستاد. سالی در دیارِ عرب بود و کسی تجربتی پیش او نیاورد و معالجتی از وی درنخواست. پیش پیغمبر آمد علیه السلام، وگله کرد که مرین بنده را برای معالجتِ اصحاب فرستاده اند و درین مدت کسی التفاتی نکرد، تا خدمتی که بر بنده معین است بجای آورد. رسول علیه السلام فرمود: این طائفه را طریقی هست که تا اشتها غالب نشود نخورند وهنوز اشتها باقی باشد که دست از طعام بدارند. حکیم گفت: این است موجبِ تندرستی، زمین ببوسید و برفت.

سخن آنگه کند حکیم آغاز یا سرِ انگشت سوی لقمه دراز
که ز ناگفتنش خلل زاید یا ز ناخوردنش بجان آید
لاجرم حکمتش بود گفتار خوردنش تندرستی آرد بار

در سیرتِ اردشیر بابکان آمده است که: حکیمِ عرب را پرسید که: روزی چه مایه طعام باید خوردن؟ گفت، صد درم سنگ کفایت است. گفت: این قدر چه قوت دهد؟ گفت: هـذا المقدار یحملك وما زاد علیٰ ذالك فانت حامله یعنی این قدر ترا بر پا همی دارد وهرچه براین زیادت کنی تو حمّال آنی:

خوردن برایِ زیستن و ذکر کردن است تو معتقد که زیستن از بهر خوردن است

حکایت دو درویشِ خراسانی ملازمِ صحبت یکدیگر سفر کردندی. یکی ضعیف بود، که هر بدو شب افطار کردی ودیگری قوی، که روزی سه بار خوردی. قضارا بر درِ شهری به تهمتِ جاسوسی گرفتار آمدند. هر دو را بخانه کردند و در بگِل برآوردند بعد از دو هفته معلوم شد که بی گناه اند. در را بگشادند، قوی را دیدند مرده وضعیف جان بسلامت برده. درین عجب ماندند. حکیمی گفت: خلافِ این عجب بودی، آن یکی بسیار خوار بود طاقتِ بینوائی نیاورد و بسختی هلاک شد. وین دگر خویشتن دار بود، لاجرم برعادتِ خویشتن صبر کرد و بسلامت ماند.

چو کم خوردن طبیعت شد کسی را چو سختی پیشش آید سهل گیرد
وگر تن پرور است اندر فراخی چو تنگی بیند از سختی بمیرد

تنورِ شکم دمبدم تافتن مصیبت بود روزِ نا یافتن

حکایت یکی از حکما پسر را نهی کرد از بسیار خوردن که، سیری مردم را رنجور کند. گفت: ای پدر گرسنگی خلق را

حکایت کسی بادشاہ نے رسولِ خداؐ کی خدمت میں ایک طبیب حاذق بھیجا تاکہ ضرورت کے وقت صحابہؓ کا علاج معالجہ کیا کرے وہ ایک سال تک سرزمین عرب میں رہا مگر کسی نے تجربے کے طور پر بھی علاج کے لیے اس سے رجوع نہ کیا، آخر حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر گلہ کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہؐ مجھ خاکسار کو صحابہ کے علاج معالجہ کی غرض سے بھیجا گیا تھا۔ مگر اس عرصے میں کسی نے میری طرف رجوع نہیں کیا تاکہ میں وہ خدمت بجا لاؤں جو مجھے سونپی گئی تھی۔ حضور پاکؐ نے فرمایا، ان لوگوں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک بھوک حاوی نہ ہو جائے کھانے کو ہاتھ نہیں لگاتے اور ابھی تھوڑی بہت بھوک باقی ہوتی ہے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ طبیب نے کہا، بے شک انکی تندرستی کا اصل راز یہی ہے۔ آداب بجا لایا اور اپنے وطن کی راہ لی۔

دانا آدمی فقط اس وقت زبان کھولتا ہے جب دیکھے کہ نہ بولنے سے اب خلل واقع ہوگا۔ اور کھانے کے لیے صرف اس وقت اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے جب دیکھتا ہے کہ نہ کھاؤں گا تو جان پر بن جائے گی۔

بے شک ایسی صورت میں وہ جو کچھ کہیگا سراسر حکمت پر مبنی ہوگا، اور جو کچھ کھائیگا اس کا نتیجہ تندرستی ہوگی۔

اردشیر بابکان کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ ایک دن اس نے ایک عربی دانا سے پوچھا کہ انسان کو دن بھر میں کتنی غذا کھانی چاہیے حکیم نے جواب دیا سو درم وزن کے برابر خوراک کافی ہے بادشاہ نے کہا اتنی سی مقدار بھلا کیا طاقت دے گی، اس نے جواب دیا بادشاہ سلامت یہ وہ مقدار ہے جو تمہیں اٹھائے پھرے گی اس سے زیادہ کھاؤ گے تو غذا کا بوجھ خود اٹھائے پھرو گے۔

کھانا طاعت کے لیے ہے اور جینے کے لیے   تو یہ سمجھا ہے کہ جینا کھانے پینے کے لیے۔

حکایت دو خراسانی درویش اکٹھے سفر کر رہے تھے، ایک تو کمزور تھا جو دو دن بعد افطار کرتا اور دوسرا موٹا تازہ تھا جو دن میں تین بار کھاتا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک شہر میں وہ بچارے جاسوسی کے الزام میں پکڑے گئے، دونوں کو ایک کال کوٹھڑی میں بند کر کے دروازے کو گارے سے بند کر دیا گیا، دو ہفتے بعد معلوم ہوا کہ وہ بچارے بے گناہ تھے، دروازہ کھولا طاقتور کو دیکھا کہ مرا پڑا ہے اور کمزور ہنوز زندہ سلامت ہے بڑے حیران ہوئے۔ ایک دانا نے کہا، اس کے برعکس ہوتا تو حیرت ہوتی وہ ایک تو بسیار خور تھا بھوک کی تاب نہ لاسکا۔ بھوک کی سختی سے مر گیا۔ دوسرے کو اپنے نفس پر قابو تھا بے شک اپنی عادت کے مطابق صبر کیا اور بچ رہا۔

اگر عادتاً کوئی کم خور ہو گا   تو ہوگی مصیبت بھی اس کو گوارا
اگر ہو فراخی میں پر خور کوئی   تو ہوگا نہ تنگی میں اس کا گزارا

شکم پروری جن کا شیوہ ہے ان کو   اسیر جفائے شکم دیکھتے ہیں

حکایت ایک دانا اپنے بیٹے کو زیادہ کھانے سے منع کرتے ہوئے کہہ رہا تھا بیٹا ٹھونس کر کھانے سے آدمی بیمار ہو جاتا ہے بیٹے نے کہا ابا جان

بکشد، نشنیده ای که ظریفان گفته اند، بسیری مردن به که گرسنگی بردن؟ گفت: اندازه نگه دار، کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا

نه چندان بخور، کز دهانت بر آید   نه چندانکه از ضعف جانت برآید

با آنکه در وجود طعام ست حظّ نفس   رنج آورد طعام که بیش از قدر بود
گر گلشکر خوری بتکلّف زیان کند   ور نانِ خشک دیر خوری گلشکر بود

مکن گر مردمی بسیار خواری   که سگ زین میکشد بسیار خواری

حکایت رنجوری را گفتند دلت چه میخواهد؟ گفت: آنکه دلم چیزی نخواهد:

معد چو پر گشت وشکم درد خاست   سود ندارد همه اسباب راست

حکایت بقالی را درمی چند بر صوفیان گرد آمده بود، در واسطٰ هر روز مطالبت کردی وسخنان باخشونت گفتی واصحاب از تعنّت وی خسته خاطر همی بودند واز تحمل چاره نبود. صاحبدلی در آن میان گفت: نفس را بطعام وعده دادن آسان تراست که بقّال را بدرم۔

ترکِ احسان خواجه اولیٰ تر   کاحتمالِ جفـای بوّابان
بتمنایٔ گوشت مردن به   که تقاضای زشتِ قصّابان

حکایت جوانمردی را در جنگِ تاتار جراحتی هول رسید۔ کسی گفت: فلان بازرگان نوشدارو دارد، اگر بخواهی باشد که دریغ ندارد، گویند: آن بازرگانان به بخل معروف بود۔

گر بجای نانش اندر سفره بودی آفتاب   تا قیامت روز روشن کس ندیدی درجهان

جوانمرد گفت: اگر نوشدارو خواهم، دهد یا ندهد وگر دهد منفعت کند یا نکند؟ باری خواستن ازو زهر کشنده تراست۔

هر که از دونان بمنّت خواستی   در تن افزودی و از جان کاستی

وحکیمان گفته اند: آبِ حیات اگر فروشند، فی المثل بآبروی، دانا نخرد، که مردن بعلت به از زندگانی بذلّت۔

اگر حنظل خوری از دستِ خوشخوی   به از شیرینی از دستِ ترشروی

حکایت یکی از علما خورنده بسیار داشت وکفاف اندک۔ با یکی از بزرگان، که درحق او معتقد بود بگفت ،

بھوک سے آدمی مرجاتا ہے کیا آپ نے زندہ دلوں کی بات نہیں سنی کہ کھاتے پیتے مرجانا بھوک کے پیاسے جینے سے بدرجہا بہتر ہے باپ نے کہا بیٹا اعتدال کو مدنظر رکھو۔ کھاؤ پیو مگر بے اعتدالی نہ کرو۔

نہ اتنا کم ہو کہ ناطاقتی ہی ڈالے مار ــــ نہ کھاؤ اتنا زیادہ کہ ڈال دے بیمار

باوجود اس کے کہ زندگی کا مزہ کھانے سے ہے ضرورت سے زیادہ کھانا تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے۔

بے ضرورت کھاؤ تو حلوہ مانڈہ بھی بے مزہ معلوم ہوگا اور اگر بھوک سے کھاؤ گے تو روکھی سوکھی میں بھی قورمے پلاؤ کا مزہ آئیگا۔

جوانمرد ہو تو بسیار خوری سے بچو، کتا اسی کے ہاتھوں بہت ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

حکایت لوگوں نے کسی بیمار سے پوچھا کہ کھانے کو تمہارا جی کیا چاہتا ہے۔ بولا میرا جی چاہتا ہے کہ کچھ نہ کھاؤں۔

پیٹ میں گر درد کے آثار ہیں ــــ نعمتیں دُنیا کی سب بیکار ہیں

حکایت واسط کے شہر میں چند صوفی بچارے ایک کنجڑے کے مقروض ہوگئے تھے، وہ ہر روز تقاضا کرتا اور ساتھ ہی سخت سست بھی کہتا۔ بچارے اس کی لعن طعن کے ہاتھوں بہت تنگ تھے مگر سوائے صبر کے اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ ایک صاحبدل نے سُنا تو فرمایا کہ نفس کو کھانے کے وعدہ پر ٹالنا کنجڑے کو روپوں کے وعدے پر ٹالنے سے زیادہ آسان ہے۔

منہ موڑ حاکمانِ زمانہ سے اور بچ ــــ دربانِ تندخو و تحکّم شعار سے
بہتر ہے مرنا آرزوئے گوشت میں ندیم ــــ قصّاب کے تقاضائے ناخوشگوار سے

حکایت ایک جوانمرد کو جنگ تاتار میں ایک ہولناک زخم لگا۔ کسی نے اُس سے کہا کہ فلاں سوداگر کے پاس نوشدارو ہے اگر اس سے مانگو تو شاید انکار نہ کرے۔ کہتے ہیں کہ وہ سوداگر اپنے بخل کے لیے بدنام تھا

بدلے روٹی کے جو ہوتا سورج اُسکے خوان پر ــــ رہتی دنیا تک نہ ظاہر ہوتا پھر انسان پر

بہادر زخمی نے جی میں کہا اگر اس سے مانگوں تو ممکن ہے وہ دے یا نہ دے اور اگر دے تو خدا جانے فائدہ بھی کرے یا نہ کرے، لیکن ایسے شخص سے مانگنا بجائے خود زہر قاتل ہے۔ کمینے آدمی کا احسان اٹھانا گویا بدن کو بڑھانا اور رُوح کو گھٹانا ہے۔

اور داناؤں نے فرمایا ہے کہ آبرو کے بدلے اگر آبِ حیات ملے تو عقلمند آدمی یہ سودا کبھی نہ کرے گا کیونکہ بیماری کے باعث مرجانا ذلت کی زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے

نیم بھی ہو جائے میٹھا ہاتھ سے خوش خلق کے ــــ اور حلوہ بھی ہو کڑوا گر ملے بدخلق سے

حکایت ایک عالم نے جن کا کنبہ زیادہ اور آمدنی کم تھی اپنے ایک معتقد امیر کے سامنے اپنا حال بیان کیا، امیر نے منہ پھیر لیا، اتنے

روی از توقع او درهم کشید و تعرض سوال از اهل ادب در نظرش ناپسند آمد.

زبخت روی ترش کرده پیش یار عزیز | مرو که عیش برو نیز تلخ گردانی
بحاجتی، که روی، تازه روی و خنده رو | فرو نبندد کار گشاده پیشانی

آورده اند که، اندکی در وظیفه او زیادت کرد و بسیاری از ارادت کم. دانشمند چون پس از چند روز مودّت معهود برقرار ندید گفت:

بِئْسَ الْمَطَاعِمُ حِینَ الذُّلِّ یَکْسِبُهَا | اَلْقِدْرُ مُنْتَصِبٌ وَالْقَدْرُ مَخْفُوضٌ
نانم افزود و آبرویم کاست | بینوائی به از مذلّتِ خواست

حکایت درویشی را ضرورتی پیش آمد، کسی گفت، فلان نعمتی دارد بیقیاس، اگر بر حاجتِ تو واقف گردد همانا که در قضای آن توقّف روا ندارد، گفت: من او را ندانم گفت: منت رهبری کنم. دستش گرفت تا بمنزل آن شخص درآورد. یکی را دید لب فروهشته و تند نشسته. برگشت و سخن نگفت، کسی گفتش: چه کردی؟ گفت عطای او را بلقای او بخشیدم.

مبر حاجت بنزدیکِ ترشروی | که از خوی بدش فرسوده گردی
اگر گوئی غمِ دل با کسی گوی | که از رویش بنقد آسوده گردی

حکایت خشک سالی باسکندریه درافتاد عنانِ طاقتِ درویش از دست رفته بود، درهای آسمان بر زمین بسته، و فریاد اهل زمین بآسمان پیوسته.

نماند جانور از وحش و طیر و ماهی و مور | که بر فلک نشد از بی مرادی افغانش
عجب که، دودِ دلِ خلق جمع می نشود! | که ابر گردد و سیلاب دیده بارانش

درچنین سالی مخنّثی دور از دوستان، که سخن در وصف او ترکِ ادبست، خاصه در حضرتِ بزرگان و بطریق اهمال از سر آن درگذشتن هم نشاید که طائفه ای بر عجز گوینده حمل کنند، بر این دو بیت اختصار کنیم که اندکی دلیل بسیاری باشد و مشتی نمودار خرواری.

گر تتر بکشد این مخنّث را | تتری را دگر نباید کشت
چند باشد چو جسرِ بغدادش | آب در زیر و آدمی در پشت؟

بڑے عالم کا دست سوال دراز کرنا اسے کچھ ناگوار گزرا۔

برے دنوں کی شکایت کرنی ہو تو منہ بسور کر مت کرو ورنہ اپنے عزیز دوست کا عیش بھی حرام کر دو گے۔

اگر کسی سے سوال کرنے کیلئے جاؤ تو ہنستے مسکراتے ہوئے جاؤ شاداب چہرے کو دیکھکر دوستوں کی ڈھارس بندھتی ہے اور مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

کہتے ہیں امیر نے اس کا وظیفہ تو بڑھا دیا مگر اس سے عقیدت بہت گھٹ گئی۔ عالم نے چند ہی دنوں میں بھانپ لیا کہ اب وہ پہلی سی آؤ بھگت نہیں رہی تو کہنے لگا۔

کتنا برا ہے وہ کھانا جو ذلت و خواری سے ہاتھ آئے، ہنڈیا اونچی ہو گئی لیکن قدر و منزلت گھٹ گئی۔

روٹی تو مِل گئی پہ تری آبرو گئی ہاں ذلّتِ سوال سے بہتر ہے مفلسی

حکایت کسی درویش کو ایک ضرورت پیش آئی۔ کسی نے اس سے کہا فلاں آدمی کے پاس ان گنت دولت ہے، اگر اسے تیری حاجت کا پتہ چل جائے تو یقیناً اسے روا کرنے میں کبھی دریغ نہ کرے۔ درویش نے کہا میں اسے جانتا نہیں، اس آدمی نے کہا میں تجھے اس تک لیے چلتا ہوں اسے ہاتھ سے پکڑا اور اس امیر کے دروازے پہ لے آیا، اندر داخل ہوا تو ایک آدمی کو دیکھا جسکا ہونٹ لٹکا ہوا تھا اور تن کر بیٹھا تھا چپ چاپ لوٹ آیا۔ کسی نے پوچھا تم نے یہ کیا کیا؟ کہنے لگا، میں نے اس کے عطیہ کو اس کے دیدار پر قربان کر دیا۔

ترشرو سے نہ عرضِ مدّعا کر کہ جس کے دیکھنے سے دِل دہل جائے
غم دِل کہہ کسی خوشرو سے اپنا کہ جس کے دیکھنے سے جی بہل جائے

حکایت ایک دفعہ اسکندریہ میں ایسی خشک سالی رونما ہوئی کہ درویشوں کی قوّتِ برداشت بھی جواب دیگئی۔ آسمان کے دروازے زمین کیطرف یوں بند ہوئے کہ بیچارے زمین والوں کی آہ و فغاں آسمان سے چپک کر رہ گئی۔

چرندوں، پرندوں، اور درندوں سے کوئی جاندار ایسا نہ تھا جو آسمان کی طرف منہ اٹھا کر چلا نہ رہا ہو۔

حیرانی کی بات تھی کہ لوگوں کے دِلوں کے بخارات بادل بن کر آنکھوں سے کیوں نہ برس پڑے۔

اس یادگار سال میں ایک ہیجڑا (خدا اس سے بچائے) کہ جس کی تعریف میں کچھ کہنا اور وہ بھی بزرگوں کے حضور میں سراسر بے ادبی ہے اور اس کے ذکر سے بالکل غفلت برتنا بھی زیب نہیں دیتا اس لیے کہ پھر کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شاعر اور ادیب کے اعتراف شکست سے منسوب کریں گے۔

لہذا میں ان دو شعروں پر اکتفا کرتا ہوں کہ کبھی تھوڑی سی بات ہی سارا کچا چٹھا کھول کے رکھ دیا کرتی ہے اور دیگ سے ایک آدھ چاول ہی دیکھا کرتے ہیں۔

اگر اس ہیجڑے کو کوئی تاتاری جان سے مار دے تو تاتاری سے اس کے خون کا بدلہ نہیں لینا چاہیے۔

بغداد کے پل کی طرح کہ پانی جس کے نیچے بہہ رہا ہے اور آدمی اس کے اوپر ہے (وہ آدمی پانی پیئے تو کیسے)

چنین شخصی، که یکطرف از نعت او شنیدی، دراین سال نعمتی بیکران داشت. تنگدستان را سیم و زر دادی، و مسافران را سفره نهادی، گروهی درویشان از جور فاقه بجان آمده بودند، آهنگ دعوت او کردند و مشاورت بمن آوردند، سر از موافقت باز زدم و گفتم:

نخورد شیر، نیم خوردهٔ سگ ور بمیرد بسختی اندر غار
تن به بیچارگی و گرسنگی بنه و دست پیش سفله مدار
گر فریدون شود بنعمت و ملک بی هنر را به هیچکس مشمار
پرنیان و نسیج بر نااهل لاجورد و طلاست بر دیوار

حکایت حاتم طائی را گفتند: از خود بزرگ همت تر درجهان دیده ای یا شنیده ای؟ گفت: بلی، روزی چهل شتر قربان کرده بودم، امرای عرب را، پس بگوشهٔ صحرائی بحاجتی برون رفته بودم، خارکنی را دیدم پشتهٔ خار فراهم آورده، گفتمش بمهمانی حاتم چرا نروی؟ که خلقی بر سماط او گرد آمده اند. گفت:

هر که نان از عمل خویش خورد منّتِ حاتمِ طائی نبرد

من او را بهمت و جوانمردی از خود برتر دیدم.

حکایت موسیٰ علیه السّلام درویشی را دید، از برهنگی بریگ اندر شده، گفت: یا موسیٰ دعا کن تا خدای عزّوجل، مرا کفافی دهد که از بی طاقتی بجان آمدم. موسیٰ ع دعا کرد و رفت. پس از چند روز که باز آمد، از مناجات، دیدش گرفتار و خلقی انبوه براو گرد آمده، گفت: این چه حالت است؟ گفتند: خمر خورده است و عربده کرده و کسی را کشته، قصاصش همی کنند.

عاجز باشد که دستِ قدرت یابد بر خیزد و دست عاجزان برتابد

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ موسیٰ علیه السلام بحکمتِ جهان آفرین اقرار کرد و بر تجاسرِ خویش استغفار.

مَاذَا اَخَاضَكَ یَا مَغْرُوْرُ فِی الْخَطَرِ حَتّٰی هَلَکْتَ فَلَیْتَ النَّمْلَ لَمْ یَطِرْ
سفله چو جاه آمد و سیم و زرش سیلی خواهد بضرورت سرش
آن نشنیدی که حکیمی چه گفت: مور همان به که نباشد پرش

یہ آدمی جس کے کردار کی میں نے ایک جھلکی سی پیش کی ہے اس قحط سالی میں ان گنت دولت کا مالک تھا۔ غریبوں اور مفلسوں کو نقد روپیہ پیسہ دیتا، مسافروں کے لیئے دستر خوان بچھاتا، درویشوں کے ایک گروہ نے ہر روز کے فاقوں سے تنگ آکر اس کے ہاں جاکر دعوت کھانے کا ارادہ کیا، مجھ سے مشورہ لینے کو آئے میں نے ان کی رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوئے کہا کہ۔

شیر بھوک کی سختی سے مر کیوں نہ جائے۔ لیکن کتے کا بچا ہوا کبھی نہیں کھاتا۔

تو بھی مفلسی اور بھوک کی سختی برداشت کرے مگر کسی کمینے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا۔

بے ہنر اور نااہل کتنا ہی دولت مند اور صاحب مرتبہ کیوں نہ ہو جائے اسے کوئی اہمیت نہ دے۔

نااہل کے جسم پر حریر و پرنیان کا لباس ایسے ہی ہے جیسے کسی دیوار پر لاجوردی و سنہری نقش و نگار کیے ہوئے ہوں۔

حکایت حاتم طائی سے لوگوں نے پوچھا کیا آپ نے دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو عالی حوصلہ پایا یا سُنا ہے اُس نے کہا کیوں نہیں ؟ ایک دن عرب کے سرداروں کیلئے میں نے چالیس اونٹ ذبح کیے اسی دن کسی کام کی غرض سے مجھے جنگل میں جانا پڑا میں نے ایک لکڑہارے کو دیکھا جو پیٹھ پر لکڑیاں اٹھائے چلا آرہا تھا میں نے اس سے کہا بڑے میاں تم حاتم طائی کی دعوت میں کیوں نہیں جاتے کہ آج تو اک دنیا اس کے دسترخوان پہ امڈ آئی ہے وہ کہنے لگا:-

جو اپنے ہاتھ سے روزی کمائے ۔ وہ کیوں احسان حاتم کا اٹھائے۔

حق بات تو یہ ہے کہ میں نے ہمت و جوانمردی میں اسے اپنے سے بہت بڑھ کر پایا۔

حکایت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ننگ دھڑنگ درویش کو دیکھا جو اپنے ستر کو ریت میں چھپائے ہوئے تھا۔ کہنے لگا میرے حق میں دعا فرمایئے کہ خدا مجھے بھی رزق میں فراخی دے میں تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلا، حضرت موسیٰؑ نے دُعا کی اور چلے گئے کچھ عرصہ بعد موسیٰؑ اللہ سے سرگوشیاں کرنے کے بعد لوٹے تو اسے گرفتار دیکھا اور لوگوں کے انبوہ کو اس کے گرد جمع پایا۔ حضرت نے پوچھا کیا بات ہے۔ لوگوں نے کہا اس نے شراب پی، خرمستی کی اور ایک کو قتل بھی کر دیا۔ اب قصاص میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا جا چکا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ کسی عاجز و ناتواں کو زور بازو مل جائے اور وہ اٹھ کر دوسرے ناتوانوں کی کلائیاں مروڑ ڈالے۔

قرآن حکیم میں آیا ہے کہ اگر خدا سب بندوں کو روزی اور رزق کی فراخی بخش دے یقیناً بعض ظلم و ستم کر کے زمین میں فساد پھیلا دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ حال دیکھا تو ذات خداوندی کی حکمت کا اقرار کرتے ہوئے اپنی جسارت پر توبہ کی۔

سر پر غرور نے تجھے ہلاکت اور تباہی کے گڑھے پہ لا کھڑا کیا ہے کاش کہ چیونٹی کے پر نہ لگتے۔

کمینے کو مال و دولت مل جائے تو اس کے سر پہ چپت پڑتا ہی رہنا چاہیئے۔

کیا تو نے کسی دانا کا قول نہیں سُنا کہ چیونٹی کے لیے یہی بہتر ہے کہ اس کے پر نہ ہوں۔

پدر را عسل بسیار است ولیکن پسر گرمی دار است.

آنکس که توانگرت نمی گرداند — او مصلحت تو از تو بهتر داند

حکایت اعرابی را دیدم در حلقهٔ جوهریان بصره، حکایت همی کرد که، وقتی در بیابانی راه گم کرده بودم واز زاد معنی چیزی با من نمانده و دل بر هلاک نهاده، ناگاه کیسه‌ٔ یافتم، پر مروارید. هرگز آن ذوق و شادی فراموش نکنم که پنداشتم: گندم بریان است، باز آن تلخی و نومیدی که معلوم کردم که مروارید است.

در بیابانِ خشک و ریگِ روان — تشنه را در دهان چه دُر، چه صدف
مردِ بی توشه کوفتاد از پای — بر کمربند او چه زر، چه خزف

حکایت یکی از عرب در بیابانی از غایت تشنگی میگفت:

یا لیت قبل منیتی یوما افوز بمنیتی — نهر تلاطم رکبتی واظل املأ قربتی

حکایت همچنین در قاعِ بسیط مسافری گم شده بود و قُوت و قوّتش بآخر آمده و درمی چند برمیان داشت، بسیاری بگردید وره بجای نبرد. پس بسختی هلاک شد. طائفه برسیدند و درمها دیدند، پیش رویش نهاده و برخاک نبشته:

گر همه زرِّ جعفری دارد — مردِ بی توشه بر نگیرد گام
در بیابان فقیرِ سوخته را — شلغمِ پخته به که نقرهٔ خام

حکایت هرگز از دور زمان ننالیده بودم و روی از گردش آسمان درهم نکشیده، مگر وقتی که پایم برهنه مانده بود واستطاعتِ پای پوشی نداشتم بجامع کوفه در آمدم، دلتنگ، یکی را دیدم که پای نداشت سپاس نعمتِ حق بجا آوردم و بر بی کفشی صبر کردم:

مرغ بریان بچشم مردم سیر — کمتر از برگِ تره بر خوانست
وانکه را دستگاه و قدرت نیست — شلغمِ پخته مُرغِ بریانست

حکایت یکی از ملوک با تنی چند از خاصان در شکارگاهی بزمستان از عمارت دور افتاد، تا شب درآمد. خانهٔ دهقانی دیدند. ملک گفت: شب آنجا رویم تا زحمت سرما نباشد، یکی از وزراء گفت لائق قدر بلند پادشاهان نباشد

باپ کے پاس شہد کا ذخیرہ تو بہت بڑا ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ بیٹے کا مزاج پہلے ہی صفراوی ہے۔

وہ خدائے پاک جس نے نہ کیا تجھے تونگر　　　تری مصلحت ہے کس میں وہی جانتا ہے بہتر

حکایت میں نے ایک بدوی کو دیکھا جو بصرے کے جوہریوں کو اپنی سرگزشت یوں سنا رہا تھا کہ ایک دفعہ میں جنگل میں بھٹک گیا، میرے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو چکا تھا، موت سامنے نظر آ رہی تھی، اچانک میری نگاہ ایک تھیلی پر پڑی، میں اس خوشی کو کبھی نہیں بھول سکتا جو اسے دیکھ کر مجھے حاصل ہوئی۔ میں نے سمجھا کہ اس میں بھنے ہوئے گیہوں ہیں لیکن کھول کر دیکھا تو وہ موتیوں سے بھری ہوئی تھی، اس مایوسی کے عالم میں مجھے جو رنج ہوا اسے بھی میں زندگی بھر بھلا نہیں سکتا۔

لق و دق صحرا میں جہاں ریت کے ذرے اڑ رہے ہوں اک پیاسے کے لیے سیپ اور موتی میں کوئی فرق نہیں۔

ایسے مقام میں زاد راہ ختم ہو جائے تو مسافر کی کمر پر چاہے سونا ہو چاہے پتھر، دونوں ایک برابر۔

حکایت شدت کی پیاس کا مارا ہوا ایک عربی ایک لق و دق بیابان میں یوں کہہ رہا تھا۔

کاش کہ مرنے سے پہلے میں ایک دن اپنی مراد پا لیتا یعنی کسی ندی کے کنارے اترتا جہاں پانی کی موجیں میرے زانوؤں سے ٹکرا رہی ہوتیں اور میں مسلسل مشک پہ مشک بھرتا جاتا۔

حکایت اسی طرح ایک مسافر کسی لق و دق ریگستان میں راستہ بھول گیا۔ نہ زاد راہ باقی رہا اور نہ قوت برداشت۔ البتہ کمر سے کچھ روپے بندھے ہوئے تھے۔ ادھر اُدھر پھر کر کہیں راہ نہ پائی تو بڑی بے چینی سے جان دیدی۔ ایک قافلے کا ادھر سے گزر ہوا دیکھا کہ مرنے والے کے سامنے روپوں کی تھیلی پڑی ہے اور زمین پر یہ مضمون لکھا ہوا ہے کہ:-　　　بھوکے کو روٹی کی حاجت ہے اسے خالص سونے سے کیا فائدہ،

بھوک کے مارے فقیر کو بیابان میں شلغم مل جائے تو خالص چاندی سے بدرجہا بہتر۔

حکایت میں زمانے کی گردش اور دنوں کے ہیر پھیر اور سختی پر نہ کبھی گھبرایا اور نہ رنجیدہ ہوا تھا مگر ایک بار ضرور ملال ہوا جب میرے پاؤں میں جوتا نہ تھا اور جوتا خریدنے کو جیب میں پیسے بھی نہ تھے۔ اسی پریشانی میں میں کوفے کی جامع مسجد میں جا نکلا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کے پاؤں ہی نہیں۔ پس میں نے اپنے پاؤں کی سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا اور ننگے پاؤں ہونے پر صبر کیا۔

پیٹ بھرا ہوا ہے تو مرغ کباب ساگ پات سے بھی حقیر ہے

اور جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو اور بھوک سے بے تاب ہو اُس کے لیے ساگ پات بھی مرغ مسلّم ہے۔

حکایت ایک بادشاہ اپنے چند خواص کے ساتھ سردی کے موسم میں شکار کھیلتا ہوا آبادی سے بہت دُور جا پڑا، رات سر پر آگئی، ایک کسان کا جھونپڑا دیکھا۔ بادشاہ نے کہا کہ رات ادھر جا ٹھہریں تاکہ سردی کی زحمت سے بچ جائیں مگر ایک وزیر نے کہا کہ ایک قلاش دہقان سے

بخانهٔ دهقانی التجا کردن - هم اینجا خیمه زنیم و آتش کنیم ، دهقان را خبر شد ، ماحضری ترتیب کرد و پیش آورد و زمین ببوسید وگفت : قدرِ بلند سلطان دام ملکهٔ بدین قدر نازل نشدی ولیکن نخواستند که قدرِ دهقان بلند گردد ، سلطان را سخن گفتن او مطبوع آمد ، شبانگاه بمنزلِ او نقل کردند ، بامدادانش خلعت و نعمت فرمود ، دهقان در رکابِ سلطان همی رفت و همی گفت :

ز قدر و شوکتِ سلطان نگشت چیزی کم　　　از التفات بمهمان سرای دهقانی
کلاهِ گوشهٔ دهقان بآفتاب رسید　　　که سایه برسرش انداخت چون تو سلطانی

حکایت گدای هول را حکایت کنند که نعمتی وافر اندوخته بود .

شب و روز در بند زر بود و سیم　　　زر و سیم در بندِ مردِ لئیم

یکی از پادشاهان گفتش : همی نمایند که مال بیکران داری و ما را مهمی هست ، اگر ببرخی از آن دستگیری کنی ، چون ارتفاع برسد وفا کرده شود ، گفت : ای خداوند روی زمین ، لائق قدر بزرگوار پادشاه نباشد دست همت بمال چون من گدای آلوده کردن که جو جو بگدائی فراهم آورده ام ، گفت : غم نیست که بتتر میدهم (اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ)

اگر آبِ چاهِ نصرانی نه پاکست　　　جهودِ مرده میشوئی چه باکست ؟
قالوا عجین الکلس لیس بطاهر　　　قلنا نسد به شقوق المبرز

شنیدم که ، سر از فرمانِ ملک باز زد و حجت آوردن گرفت و شوخ چشمی کردن - ملک بفرمود تا مضمون خطاب از او بزجر و توبیخ مخلّص کردند .

بلطافت چو بر نیاید کار　　　سر به بیحرمتی کشد ناچار
هر که بر خویشتن نبخشاید　　　گر نبخشد کسی برو ، شاید

حکایت بازرگانی را دیدم که ، صد و پنجاه شتر بار داشت و چهل بنده و خدمتگار . شبی در جزیرهٔ کیش مرا بحجرهٔ خویش در آورد . همه شب نیارامید از سخنهای پریشان گفتن که ، فلان انبارم بترکستان است و فلان بضاعت بهندوستان و این قبالهٔ فلان زمین است و فلان چیز را فلان کس ضمین ، گاه گفتی : خاطر اسکندریه دارم که هوای خوش است ، باز گفتی ، نه ، که دریای مغرب مشوّش است ، سعدیا ، سفری دیگر در پیش است . اگر آن کرده شود بقیّت عمر بگوشه ای بنشینم . گفتم : آن کدام سفر است ؟ گفت ، گوگرد پارسی خواهم بردن بچین ، که شنیدم قیمتی عظیم دارد ، واز آنجا کاسهٔ چینی

شب بسری کی التجا کرنا حضور کے شایان شان نہیں۔ ادھر ہی خیمہ لگا کر الاؤ جلا دیتے ہیں، دہقان کو خبر ہوئی، گھر میں جو غریبانہ دال روٹی تیار تھی خوان میں سجا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت ادب سے عرض کی۔ خدا آپ کو سلامت با کرامت رکھے، میرے ہاں تشریف لانے سے آپ کی شان میں تو کوئی فرق نہ آتا مگر غالباً دوسروں نے ایک غریب دہقان کی عزت افزائی کو پسند نہ کیا، بادشاہ کو اس کی گفتگو کا انداز کچھ ایسا پسند آیا کہ رات اسی کے ہاں جا بسر کی، صبح کو چلتے وقت اسے مناسب انعام و خلعت سے بھی سرفراز کیا۔ دہقان شاہی سواری کے ساتھ ساتھ یہ کہتا ہو جا رہا تھا کہ:۔

گھر میں دہقاں کے بسر کی رات کی — شان میں سلطاں کی آئی کیا کمی

پڑ گئی جب کرنِ شہ کی روشنی — شان و عزت بڑھ گئی دہقان کی

حکایت

کہتے ہیں کہ اک ہولناک بھک منگے نے بہت سی دولت جمع کر رکھی تھی۔

دن رات روپے پیسے کے پیچھے پڑا رہتا اور سونے چاندی کو بھی تو کسی منحوس ہی کی تلاش ہوتی ہے۔

بادشاہ نے بلا کر اس سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ تمہارے پاس ان گنت دولت ہے ہمیں ایک مہم کے سلسلے میں روپے کی سخت ضرورت ہے اس میں سے کچھ حصہ ہمیں دے دو تو مالیہ وصول ہونے پر ادا کر دیا جائے گا۔ گدا نے عرض کی، جہاں پناہ گداؤں کے مال کو چھونا بادشاہوں کی شان کے شایاں نہیں۔ یہ تو میں نے جَو جَو بھر مانگ کر جمع کیا ہوا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا فکر نہ کرو ہم اسے تاتاریوں کو دے دیں گے ناپاک شے ناپاکوں ہی کے لیے ہوتی ہے۔

اگر عیسائیوں کے کنوئیں کا پانی پاک نہیں تو کیا ہوا یہودی مردے ہی کو نہلانا ہے۔

لوگوں نے کہا کہ یہ چونا ناپاک ہے۔ ہم نے کہا کوئی مضائقہ نہیں ہم اس سے بیت الخلا کے سوراخ بند کر لیں گے۔

میں نے سنا کہ فقیر اس پہ بھی راضی نہ ہوا دلیل بازی پہ اتر آیا اور گستاخی سے کام لینے لگا، بادشاہ نے حکم دیا اور اس سے سختی کر کے روپیہ زبردستی چھین لیا۔

اگر نرمی سے کام نہ نکلے تو اس کا انجام پھر رسوائی ہی ہوگا۔

جو اپنے اوپر رحم نہیں کرتا وہ دوسروں پر نہ کرے تو کیا تعجب؟

حکایت

میں نے ایک سوداگر کو دیکھا جس کے پاس چالیس غلام اور کارندے تھے اور ڈیڑھ سو اونٹوں پر تجارت کا مال لدا ہوا تھا۔ جزیرہ کیش میں ایک رات مجھے اپنے حجرے میں لے گیا، بے سروپا باتیں کر رہا تھا۔ رات بھر چین نہ لیا۔ کبھی کہتا کہ میرا فلاں مال ترکستان میں پڑا ہے اور فلاں سامان ہندوستان میں رکھا ہے۔ کبھی کہتا کہ یہ فلاں زمین کا قبالہ ہے اور فلاں چیز کا فلاں آدمی ضامن ہے کبھی کہتا کہ اسکندریہ جانے کا ارادہ ہے کیونکہ وہاں کی آب و ہوا بڑی خوشگوار ہے پھر خود ہی کہتا نہیں نہیں ان دنوں مغربی سمندر طوفان میں ہے۔ کبھی مجھے مخاطب کر کے کہتا کہ سعدی ایک اور ہی سفر درپیش ہے اگر وہ سفر کر گزروں تو پھر باقی عمر کسی گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر بسر کر دوں۔ میں نے پوچھا وہ کونسا سفر ہے، کہنے لگا میں فارس سے گندھک چین لے جانا

بردم آوردن و دیبایِ رومی بهند و فولاد هندی بحلب و آبگینهٔ حلبی بیمن و بردِ یمانی بپارس، وازان پس ترکِ تجارت کنم و بدکانی بنشینم انصاف ازین ماخولیا چندان فروگفت که بیش طاقت گفتنش نماند گفت: ای سعدی، تو هم سخنی بگویی، از آنها که دیده ای وشنیده ای. گفتم:

آن شنیدستی که در اقصای غور — بار سالاری بیفتاد از ستور
گفت چشم تنگ دنیا دوست را — یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

حکایت مالداری را شنیدم که به بخل اندر چنان معروف بود که حاتم طائی درکرم، ظاهر حالش بنعمت دنیا آراسته وخسّت نفس جبلّی در وی همچنان متمکّن که نانی بجانی از دست نداده وگربهٔ بوهریره را بلقمه ای ننواختی، وسگِ اصحاب کهف را استخوانی نینداختی، فی الجمله خانهٔ او راکس ندیدی درگشاده وسفرهٔ او را سرکشاده،

درویش بجز بوی طعامش نشنیدی — مرغ از پسِ نان خوردن او ریزه نچیدی

شنیدم که بدریای مغرب اندر، راه مصر برگرفته بود و خیال فرعونی در سر، حتی اذا ادرکه الغرق بادِ مخالف کشتی برآمد.

با طبع ملولت چکند؟ دل که نسازد — شرط همه وقتی نبود لائق کشتی

دست دُعا برآورد و فریاد بیفائده خواندن گرفت وَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْن

دست تضرّع چه سود بندهٔ محتاج را؟ — وقت دعا برخدای وقت کرم دربغل

از زر وسیم راحتی برسان — خویشتن هم تمتّعی برگیر
وانکه این خانه کز تو خواهد ماند — خشتی از سیم وخشتی از زر گیر

آورده اند که: در مصر اقارب درویش داشت، به بقیت مال او توانگر شدند وجامهای کهن برگ او بدریدند و خز و دمیاطی بریدند. هم در آن هفته یکی را دیدم از ایشان، بر بادپائی روان و غلامی در پی دوان

وه، که گر مُرده باز گردیدی — بمیانِ قبیله و پیوند
ردّ میراث سخت تر بودی — وارثان را ز مرگ خویشاوند

بسابقهٔ معرفتی که میان ما بود آستینش گرفتم وگفتم:

بخور ای نیک سیرت سره مرد — کان نگون بخت گرد کرد ونخورد

چاہتا ہوں سنا ہے وہاں اس کی بڑی مانگ اور قیمت ہے۔ وہاں سے چینی برتن خرید کر رُوم لے جانا چاہتا ہوں وہاں سے اُن کے عوض رومی ریشمی کپڑا ہندوستان اور پھر ہندوستان سے ہندی فولاد حلب میں اور حلبی شیشہ خرید کر یمن میں اور یمنی چادریں اپنے وطن ایران میں لا کر مزے سے ایک دوکان کھول کر بیٹھ جاؤنگا اور اس کے بعد تجارتی سفر کو خیر باد کہہ دونگا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس نے مالیخولیا قسم کی اتنی باتیں کیں کہ اس میں مزید بولنے کی طاقت نہ رہی۔ آخر میری طرف توجہ کر کے کہنے لگا سعدی تم نے بھی دنیا خوب دیکھی ہے اپنے دیکھے سنے سے کچھ ہمیں بھی بتایئے، میں نے کہا کیا تو نے نہیں سنا کہ صحرائے غور کے دور دراز علاقہ میں ایک سالار نے اپنے گھوڑے سے گر کر مرتے وقت کہا کہ دنیادار کی حریص آنکھوں کو یا قناعت یا قبر کی مٹی ہی پُر کر سکتی ہے۔

حکایت ایک دولتمند بخل میں اتنا ہی بدنام تھا جتنا کہ حاتم طائی سخاوت میں مشہور تھا۔ ظاہری حال میں تو اسے دنیا کی ہر نعمت میسر تھی، مگر اس کے باطن میں خست یوں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ روٹی کے بدلے جان دینا آسان جانتا تھا، عام کتے بلیوں کو تو چھوڑیئے وہ اصحاب کہف کے کتے کو ہڈی اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی بلی کو بھی روٹی کا ٹکڑا ڈالنے کو تیار نہ تھا۔ قصہ کوتاہ یہ کہ نہ تو کبھی کسی نے اس شوم کے دروازے کو کھلا اور نہ اس کے دسترخوان کو بچھا ہوا پایا۔

درویش نے اس کے ہاں سے سوائے کھانے کی خوشبو کے اور کچھ نہ پایا اور کھانے کے بعد اس کے دسترخوان سے پرندوں نے بھی کبھی ریزہ چینی نہ کی۔

میں نے سنا مغربی سمندر کی راہ سے مصر جا رہا تھا سر پُر غرور میں فرعونی خیالات سمائے ہوئے حتی کہ ڈوبنے لگا یعنی باد مخالف نے جہاز کو آن لیا۔

نہ طبیعت تیری رنجش کو ہمیشہ سہہ سکتی ہے اور نہ ہوا ہی ہر وقت کشتی کے موافق رہ سکتی ہے

دوسروں کی دیکھا دیکھی بخیل نے بھی دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور خدا کے حضور میں گڑگڑانا شروع کیا۔ جب وہ کشتی پہ سوار ہوتے ہیں تو اس وقت انکا خدا پر ایمان بڑا پکا ہوتا ہے اور بڑے اخلاص سے اسے پکارتے ہیں۔ ؎ جس نے کبھی دیا نہ دے گا اُس دست دُعا کو کیا ملے گا۔

اپنے مال و دولت سے خود بھی عیش کر اور دوسروں کو بھی آرام پہنچا۔

اور یاد رکھ کہ یہ گھر خواہ تو نے سونے چاندی کی اینٹوں سے کیوں نہ بنایا ہو اک نہ اک دن تجھے خالی کرنا پڑے گا۔

کہتے ہیں مصر میں اس کے کچھ غریب رشتہ دار تھے، اُس کے بچے کھچے مال سے وہ امیر بن بیٹھے، اس کے مرنے پر پرانے چیتھڑے پھاڑ پھینکے اور عمدہ قسم کے ریشمی ملبوس قطع کروائے۔ اسی ہفتہ میں نے ان میں سے ایک کو دیکھا کہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار جا رہا ہے اور پیچھے پیچھے ایک غلام دوڑا آ رہا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کوئی مردہ اگر عدم سے لوٹ کر پھر اپنے قبیلے اور اولاد میں آنکلتا۔

تو وارثوں کو ورثہ سے ملی ہوئی دولت لوٹانے میں اس کی موت سے بڑھ کر صدمہ ہوتا۔

پرانی جان پہچان کی بنا پر میں نے اسے آستین سے پکڑ کر روکا اور کہا

اے نیک سیرت انسان خود کھا اوروں کو بھی کھلا کیونکہ ؎ جو جمع کر کے چھوڑ گیا بدنصیب تھا۔

حکایت صیّادی ضعیف را ماهیِ قوی بدام اندر افتاد، طاقت حفظ آن نداشت، ماهی برو غالب آمد، دام از دستش در ربود و برفت.

شد غلامی، که آب جو آرد — آب جوی آمد و غلام ببرد
دام هر بار ماهی آوردی — ماهی این بار رفت و دام ببرد

دیگر صیادان دریغ خوردند و ملامتش کردند که، چنین صیدی در دامت افتاد و ندانستی نگاه داشتن، گفت، ای برادران، چه توان کردن؟ مرا روزی نبود و ماهی را هم چنان روزی مانده بود:

صیاد بی روزی در دجله نگیرد و ماهی بی اجل بر خشک نمیرد

حکایت دست و پای بریده ای هزارپایی را بکشت. صاحبدلی برو گذر کرد، و گفت: سبحان الله! با هزار پای که داشت چون اجلش فرارسیده از بی دست و پایی گریختن نتوان است:

چو آید ز پی دشمنِ جان ستان — به بندد اجل پای اسبِ دوان
در آندم که دشمن پیاپی رسید — کمانِ کیانی نشاید کشید

حکایت ابلهی را دیدم سمین، خلعتی ثمین در بر، مرکبی تازی در زیر وقصبی مصری بر سر، کسی گفت: سعدی، چگونه همی بینی این دیبای معلم برین حیوان لایعلم؟ گفتم: خطی زشتست که بآب زر نبشتست:

قَدْ شَابَهَ بِالْوَرىٰ حِمَارٌ — عِجْلاً جَسَدًا لَهُ خُوَار

یک خلقتِ زیبا به از هزار خلعتِ دیبا.

بآدمی نتوان گفت مانده این حیوان — مگر دراعه و دستار و نقش بیرونش
بگرد در همه اسباب و ملک و هستی او — که هیچ چیز نه بینی حلال جز خونش

شریف، اگر متضعّف شود، خیال مبند — که، پایگاهِ بلندش ضعیف خواهد شد
در آستانهٔ سیمین بمیخ زر بزنند — گمان مبر که، یهودی شریف خواهد شد

حکایت دزدی گدایی را گفت: شرم نداری که دست از برای جوی سیم پیش هر لئیم دراز میکنی؟ گفت:

حکایت ایک کمزور و ناتواں ماہی گیر کے جال میں ایک طاقت ور مچھلی آن پھنسی وہ جال کو سنبھال نہ سکا مچھلی غالب آئی، جھٹکے سے جال اس کے ہاتھ سے چھین کر چلتی بنی :-

غلام ندی کے کنارے پانی پینے کو گیا، مگر ندی کی طغیانی اسے ہی بہا کرلے گئی۔

جال ہر بار مچھلیاں لاتا تھا مگر اب کی بار مچھلی جال کو اپنے ساتھ اڑا کرلے گئی۔

دوسرے ماہی گیروں نے افسوس کا اظہار کیا اور اسے سخت سست کہا کہ اتنا موٹا تازہ شکار جال میں آن پھنسا اور تو اسے سنبھال ہی نہ سکا۔ کہنے لگا دوستو کیا کیا جا سکتا تھا وہ میرا رزق نہیں تھا ہاں اس کے مقدر میں ابھی کچھ اور رزق کھانا لکھا ہوا تھا۔

روزی مقدر میں نہ لکھی ہو تو صیاد کو دجلہ سے بھی کچھ نہیں ملتا اور مچھلی کی موت نہ آئی ہو تو خشکی پر بھی نہیں مرتی۔

حکایت ایک اپاہج نے کنکھجورے کو مار ڈالا۔ ایک اللہ والے کا اُدھر سے گزر ہوا، کہا سبحان تیری قدرت! باوجودیکہ ہزار پاؤں تھے لیکن جب موت آن پہنچی تو ایک اپاہج سے بھی بھاگ نہ سکا

جب جان لینے والا دشمن آن پہنچتا ہے تو قضا بھاگتے ہوئے گھوڑے کے پاؤں بھی باندھ دیتی ہے۔

جس دم دشمنوں کا تانتا بندھ جائے تو کمان کیانی سے کیا فائدہ؟

حکایت میں نے ایک موٹا تازہ بھاری بھرکم احمق دیکھا جس نے قیمتی پوشاک پہن رکھی تھی، مصری کتان کی پگڑی سر پر تھی عربی گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا۔ کسی نے کہا اے سعدیؔ اس جاہل لٹھ حیوان پر اس منقش ریشمی جھول کے متعلق کیا خیال ہے میں نے کہا آب زر سے لکھی ہوئی بدنما تحریر۔

دنیا میں اس سے مشابہ یا گدھا ہے یا ڈکارنے والا بچھڑا۔

موہنی شکل و صورت ہزاروں ریشمی خلعتوں سے بہتر ہوتی ہے۔

اگرچہ اس کی دستار، لباس اور ظاہری نین نقش آدمیوں سے ملتے جلتے ہیں مگر انسانیت سے ایسے عاری حیوان کو انسان نہیں کہا جا سکتا۔

اس کے سب مال و اسباب اور اس کی ساری جائیداد کا جائزہ لو، اس کے خون کے علاوہ تمہیں کوئی شے حلال نہ ملے گی۔

ایک شریف انسان اگر مفلس و قلاش بھی ہو جائے تو یہ نہ سمجھ کہ اس کے شرف میں کمی آ جائے گی۔

لیکن ایک یہودی اگر اپنے گھر کی نقرئی دہلیز میں سونے کی میخیں بھی گاڑ دے تو محال ہے کہ وہ شریف بن جائے۔

حکایت ایک چور نے کسی بھک منگے فقیر سے کہا کہ جو بھر چاندی کیلئے ہر بخیل کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی؛ بھکاری نے کہا:

دست دراز از پی یک حبهٔ سیم
به که ببرّند بدانگی و نیم

حکایت مشت زنی را حکایت کنند که، از دهر مخالف بفغان آمده بود و حلقِ فراخ از دستِ تنگ بجان رسیده، شکایت پیش پدر بُرد و اجازت خواست که، عزم سفر دارم، مگر بقوت بازو دامن کامی فراچنگ آرم.

فضل و هنر ضایع است تا ننمایند عود بر آتش نهند و مشک بسایند

پدر گفت: ای پسر، خیال محال از سر بدر کن و پای قناعت در دامن سلامت کش، که بزرگان گفته اند: دولت نه بکوشیدن است چاره کم جوشیدن است.

کس نتواند گرفت دامن دولت بزور کوشش بی فایده است وسمه برابروی کور

چه کند زورمند وارون بخت ؟ بازوی بخت به که بازوی سخت

اگر بهر سر موئیت صد خرد باشد خرد بکار نیاید، چو بخت بد باشد

پسر گفت: ای پدر، فوائد سفر بسیار است، از نزهتِ خاطر و جرّ منافع و دیدنِ عجایب و شنیدنِ غرائب و تفرّجِ بُلدان و مجاورتِ خُلّان و تحصیلِ جاه و ادب و مزیدِ مال و مکتسب و معرفتِ یاران و تجربتِ روزگاران، چنانکه سالکانِ طریقت گفته اند:

تا بدکّان و خانه در گروی هرگز، ای خام آدمی نشوی
برو، اندر جهان تفرّج کن پیش از آن روز کز جهان بروی

پدر گفت، ای پسر منافع سفر، چنین که گفتی، بی شمار است، ولیکن مسلّم چند طائفه راست: نخستین بازرگانی که با وجود نعمت و مکنت غلامان و کنیزان دارد دلآویز و شاگردان چابک، هر روز بشهری و هر شب بمقامی و هر دم بتفرجگاهی از نعیمِ دنیا متمتع.

منعم بکوه و دشت و بیابان غریب نیست هر جا که رفت خیمه زد و خوابگاه ساخت
و آنرا که بر مرادِ جهان نیست دسترس در زاد و بوم خویش غریب است و ناشناخت

دوم عالمی که بمنطق شیرین و قوت فصاحت و مایهٔ بلاغت هر جا که رود بخدمتش اقدام نمایند و اکرام کنند.

جو بھر چاندی کے لیے ہاتھ پھیلانا بھلا

یا چہارم دینار کی خاطر ہاتھ کٹوانا ؟

حکایت کہتے ہیں کہ ایک کٹّے باز پہلوان مفلسی اور بیروزگاری سے تنگ آگیا تھا۔ بچارے کا پیٹ ٹوٹا تھا مگر ہاتھ تنگ۔ ایکدن اپنے باپ سے تنگ دستی کا رونا رو کر سفر پر جانے کی اجازت مانگی کہ شاید زورِ بازو سے دامنِ مراد کو پکڑ سکوں

بے نمود فضل وہنر بے سود ہوتا ہے اسی لیے صندل کو گھساتے اور عود کو آنچ دکھلاتے ہیں۔

باپ نے کہا: بیٹا یہ خیالِ محال ذہن سے نکال، قناعت کے پاؤں سلامتی کے دامن میں سکیڑ لے، کیونکہ داناؤں نے کہا ہے خوش بختی دوڑ دھوپ سے نہیں ملتی، علاج یہ ہے کہ زیادہ تاؤ میں نہ آؤ۔

خوش بختی کا دامن زورِ بازو سے نہیں تھاما جا سکتا جس کی مثال یہ ہے کہ اندھے بھوؤں پر خضاب لگانا بے فائدہ ہے۔

جب نصیبہ ہی اُلٹا ہو تو طاقت ور کی طاقت کیا کرے۔ طاقت ور بازو سے بخا ور بازو ہمیشہ بازی لے جاتا ہے۔

تیرے جسم کا (رواں رواں) عقل کا گنجینہ کیوں نہ ہو اگر نصیب یاور نہ ہو تو عقل وہنر سب بیکار ہیں۔

بیٹے نے کہا ابا جان سفر کے بے شمار فائدے ہیں مثلاً رُوح کی تازگی، مال کا نفع، عجائبات کا دیکھنا، عجیب وغریب باتوں کا سُننا شہروں کی سیر، دوستوں سے میل جول، ادب و رتبے کا حصول، مال ومنال کی زیادتی، نئے نئے لوگوں سے جان پہچان اور زمانے کا امتحان، جیسا کہ راہ دان لوگوں کا قول ہے:-

جب تک تو گھر کی چار دیواری کے اندر مقیّد ہے اے خام انسان تو کبھی پختہ نہیں ہو سکتا۔

اس جہان سے روانگی کا پروانہ ملنے سے پہلے اُٹھ اور اُٹھ کر اس وسیع دنیا میں سیر وگردش کرلے۔

باپ نے کہا بیٹا سفر کے فائدے جیسا کہ تم نے کہا ہے واقعی ان گنت ہیں لیکن یہ صرف چند گروہوں کے لیے مخصوص ہیں۔ ان میں سب سے پہلا گروہ سوداگروں کا ہے کہ جن کے پاس مال و استطاعت کے باعث خوبصورت غلام اور لونڈیاں اور چست وچالاک چاکر اور کارندے ہوتے ہیں وہ ہر روز اک نئے شہر میں پہنچتے ہیں اور ہر رات اِک نئے مقام پر بسر کرتے ہیں۔ ہر لحظہ سیر سپاٹے میں گزرتا ہے۔ یہ لوگ جہاں بھی جائیں دنیا کی نعمتوں سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔

پہاڑ کا دامن ہو کہ سنسان بیابان، دولتمند کہیں بھی اجنبی نہیں۔ اسکے لیے جنگل میں بھی منگل ہے خیمہ جہاں لگایا وہیں اسکا گھر بنا اور سکھ کی نیند سویا۔

اور دوسری طرف جو دنیاوی مال و دولت سے محروم ہے وہ اپنے دیس میں بھی پردیسی نہ جان نہ پہچان۔

دوسرا گروہ عالموں کا ہے جو جہاں کہیں بھی جائیں گے اپنی شیریں کلامی، زورِ بیاں اور علم وفضل کی بدولت عزت وحرمت پائیں گے۔

وجود مردم دانا مثال زر طلاست — که هر کجا که رود قدر و قیمتش دانند
بزرگ زادهٔ نادان بشهروا ماند — که در دیار غریبش به هیچ نستانند

سوم خوبرویی که درون صاحبدلان بمخالطت او میل کند، که بزرگان گفته اند: اندکی جمال به از بسیاری مال، وگویند: روی زیبا مرهم دلهای خسته است وکلید درهای بسته، لاجرم صحبت او را همه جا غنیمت شناسند وخدمتش را منت دانند.

شاهد آنجا که رود، حرمت وعزت بیند — ور برانند بقهرش پدر و مادر خویش
پر طاوس در اوراق مصاحف دیدم — گفتم: این منزلت از قدر تو می بینم بیش
گفت: خاموش! که هر کس که جمالی دارد — هر کجا پای نهد دست بدارندش پیش

چون در پسر موافقی و دلبری بود — اندیشه نیست گر پدر از وی بری بود
او گوهر است، گو، صدفش در جهان مباش — دُرّ یتیم را همه کس مشتری بود

چهارم خوش آوازی که بحنجرهٔ داودی آب از جریان ومرغ از طیران باز دارد، پس بوسیلت این فضیلت دلِ مشتاقان صید کند وارباب معنی بمنادمت او رغبت نمایند وبانواع خدمت کنند.

چو خوش باشد آهنگ نرم حزین! — بگوش حریفان مست صبوح
به از روی زیباست آواز خوش — که آن حظ نفس است این قُوتِ رُوح

کمینه پیشه وری که بسعی بازو کفافی حاصل کند تا آبروی از بهر نان ریخته نه گردد، چنانکه خردمندان گفته اند:

گر بغریبی رود از شهر خویش — سختی ومحنت نبرد پینه دوز
در بخرابی فتد از مملکت — گرسنه خسپید ملک نیمروز

چنین صفتها که بیان کردم، ای پسر، در سفر موجب جمعیت خاطر است وداعیهٔ طیب عیش، وآنکه ازین جمله بی بهره است بخیال باطل در جهان برود ودیگر کسش نام ونشان نشنود:

هر آنکه گردش گیتی بکین او برخاست — بغیر مصلحتش رهبری کند ایام
کبوتری، که دگر آشیان نخواهد دید — قضا همی بردش تا بسوی دانه ودام

پسر گفت، ای پدر، قول حکما را چگونه مخالفت کنم، که گفته اند: رزق اگرچه مقسوم است باسبابِ حصولِ آن تعلق شرط است، وبلا، گرچه مقدور، از ابوابِ دخول آن احتراز واجب.

رزق، اگر چند بی گمان برسد — شرط عقل است، جستن از درها

دانا انسان کا وجود کُندن کی طرح ہے جہاں بھی جائے گا قدر و قیمت پائے گا۔

اور نادان امیر زادے کی مثال (چام) کے دام کی سی ہے نہ اپنے شہر میں کوئی وقعت ہوتی ہے اور نہ دیارِ غیر میں کوئی قدر و منزلت۔

تیسرا گروہ حسینوں کا ہے جن سے میل ملاپ کی تمنا تو اہلِ دل بھی رکھتے ہیں۔ اسلیے کہ بڑے زمانے گئے ہیں رتی بھر حسن و جمال منوں زر و مال سے بہتر ہوتا ہے۔ حسین چہرہ زخمی دلوں کے لیے مرہم کا کام دیتا ہے۔ حسن اک چلتا ہوا جادو ہے۔ کھل جا سم سم ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی جائے گا لوگ اسکے ساتھ مل بیٹھنے ہی کو غنیمت سمجھیں گے۔ خدمت بھی بجا لائیں گے ممنون بھی ہوں گے۔ ایک حسین و جمیل کو خواہ اسکے ماں باپ ڈانٹ ڈپٹ کر گھر سے باہر نکال دیں وہ جہاں کہیں بھی جائے گا لوگ ہاتھوں ہاتھ لیں گے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔

مور کے پروں کو قرآن پاک کے صفحات کی زینت دیکھ کر میں نے کہا کہ اتنی قدر و منزلت کا تو میں تجھے حقدار نہ سمجھتا تھا۔

جواب ملا چپ رہو۔ خدا نے جسے حسن و جمال عطا کیا ہو وہ جہاں کہیں بھی جائیگا۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔!!

بیٹا اگر موزونی و دلبری کا مالک ہے تو باپ اگر اسے عاق بھی کر دے تو کیا مضائقہ۔

وہ تو موتی ہے۔ سیپی اگر اس کو آغوش سے نکال بھی دے تو اس قیمتی موتی کا ہر کوئی دل و جان سے خریدار ہوگا۔

چوتھا گروہ سریلی آواز والے موسیقاروں کا ہے جن کے لحن داؤدی کو سن کر بہتے ہوئے پانی اور اڑتے ہوئے پنچھی بھی رک جاتے ہیں اپنی اس فائق صفت سے وہ چاہنے والوں کے دلوں کو موہ لیتے ہیں۔ اہلِ دل کو بھی ان کی محفل سے روحانی سکون ملتا ہے لوگ ان کی ہر قسم کی خدمت بجالاتے ہیں۔

صبوحی پینے والے مستِ الست ہی جانتے ہیں کہ سادہ و پرسوز رسیلی تانوں میں کتنی کشش ہوتی ہے۔

حسنِ صورت سے حسنِ صوت بہتر ہے اس لیے کہ وہ نفسانی غذا ہے اور یہ روحانی۔

اور پانچواں فرقہ دستکاروں اور محنت کشوں کا ہے۔ یہ لوگ محنت و مشقت سے اپنی روزی کماتے ہیں تاکہ روٹی کی خاطر آبرو پر آنچ نہ آنے پائے۔ عقلمندوں کا قول ہے اگر کسی کو جوتیاں گانٹھنے کا معمولی ہنر بھی آتا ہو تو وہ پردیس میں بھی فاقہ اور اذیت سے بچا رہیگا۔

لیکن سیستان کے بادشاہ سے اگر تاج و تخت چھن جائے تو وہ بے ہنری کی وجہ سے اپنے ہی وطن میں فاقوں مرے گا۔

بیٹا جو میں نے یہ صفتیں بیان کی ہیں سفر میں ذہنی سکون اور زندگی کی آسائش کا باعث بنتی ہیں لیکن جو شخص ان چاروں میں سے کوئی وصف بھی نہ رکھتا ہو اور محض ہوائی قلعے بناتا ہوا دنیا کے سفر پر چل نکلے وہ مفت میں سفر کی مصیبتیں جھیلتا ہے اور بے کسی و بے بسی میں اس کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔

گردشِ ایام جس کی دشمنی پر کمر باندھے، زمانہ اسے مصلحت کے خلاف قدم اٹھانے پہ اکساتا ہے۔

جس کبوتر کی قسمت میں لوٹ کر آشیانے میں آنا نہ ہو۔ تقدیر اسے گھیر کر دام و دانہ کی طرف لے جاتی ہے۔

بیٹے نے کہا۔ اے باپ میں داناؤں کے قول کے خلاف کیسے قدم اٹھاؤں؟ ان کا مقولہ ہے مان لیا کہ رزق مقدر میں لکھا جا چکا ہے پھر بھی اس کے حصول کے اسباب کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے اور مصیبت بھی چاہے قسمت میں لکھی جا چکی ہے پھر بھی ان دروازوں سے دور رہنا واجب ہے جن سے وہ داخل ہو۔

اس میں شک نہیں کہ تیرا رزق تجھے مل کر رہیگا لیکن عقل کا تقاضا یہی ہے کہ تو بھی ہاتھ پاؤں ہلا۔

در چه کس بی اجل نخواهد مُرد   تو مرو در دهانِ اژدرها

درین صورت که منم، با پیل دمان بزنم و با شیر زیان پنجه در افگنم، پس مصلحت آنست، ای پدر، که سفر کنم، که ازین بیش طاقت بینوائی نمی آرم:

چون مرد برفتاد زجای و مقام خویش   دیگر چه غم خورد؟ همه آفاق جای اوست
شب هر توانگری بسرای همی روند   درویش هر کجا که شب آید سرای اوست

این بگفت و پدر را وداع کرد و همت خواست و روان شد و با خود همی گفت:

هنرور، چو بختش نباشد بکام   بجای رود، کش ندانند نام

هم چنین تا برسید بکنار آبی، که سنگ از صلابت او بر سنگ همی آمد و خروش بفرسنگ همیرفت.

سهمگین آبی، که مرغابی در او ایمن نبودی   کمترین موج آسیاسنگ از کنارش در ربودی

گروهی مردمان را دید، هر یکی بقراضه ای در معبر نشسته و رخت سفر بسته، جوان را دستِ عطا بسته بود، زبان ثنا بر کشود. چندانکه زاری کرد یاری نکردند.

بی زر نتوانی که کنی بر کس زور   ور زر داری بزور محتاج نه ای

ملاح بی مروّت بخنده برگردید و گفت

زر نداری، نتوان رفت بزور از دریا   زور ده مرد چه باشد؟ زر یک مَرده بیار

جوان را دل از طعنهٔ ملاح بهم برآمد، خواست که ازو انتقام کشد، کشتی رفته بود، آواز داد و گفت اگر بدین جامه که پوشیده ام قناعت کنی دریغ نیست. ملاح طمع کرد و کشتی باز گردانید:

بدوزد شره دیدهٔ هوشمند   در آرد طمع مرغ و ماهی ببند

چندانکه ریش و گریبانش بدست جوان افتاد بخود درکشید و بی محابا کوفتن گرفت.

چو دستت رسد مغز دشمنِ برآر   که فرصت فرو شوید از دل غبار

یارش از کشتی بدر آمد تا پشتی کند، هم چنین درشتی دید. ولپشت بداد، چاره جز آن ندانستند که با او بمصالحت گرایند و به اُجرت کشتی مصالحت کنند.

چو پرخاش بینی، تحمل بیار   که سهلی ببندد درِ کار زار
بشیرین زبانی و لطف و خوشی   توانی که پیلی بموی کشی
لطافت کن آنجا که بینی ستیز   نبرّد قزِ نرم را تیغ تیز

اور اگرچہ بن آئی موت کوئی نہیں مرتا مگر پھر بھی تمہیں اژدہا کے جبڑوں میں تو نہیں کود جانا چاہیے۔

ذرا میری حالت دیکھئے کڑیل جوان ہوں چنگھاڑتے ہوئے ہاتھی کو پچھاڑنے کی طاقت اور دھاڑتے ہوئے شیر سے پنجہ لڑانے کی قوت رکھتا ہوں پس اے میرے محترم باپ مصلحت اسی میں ہے کہ میں سفر پہ روانہ ہو جاؤں اب حد ہو گئی مجھ میں مفلسی اور غربت برداشت کرنے کی اب تاب نہیں

اگر کوئی شخص (وطن میں) اپنے مقام عزت و آبرو سے محروم ہو گیا ہے تو غم کھانے کا کیا مقام ہے اسلیے کہ خدا کی دنیا بڑی وسیع ہے۔

ٹھیک ہے کہ امیر رات شبستان کا رخ کرتے ہیں۔ مگر درویش کا کیا بسرام جہاں رات پڑ گئی وہیں بسیرا۔

میرے حق میں دعا کیجیے اور مجھے خدا کو سونپیے۔ یہ کہہ کر سفر پہ روانہ ہو گیا۔ جی میں کہتا جاتا تھا:۔

ہنر مند جب دیکھتا ہے کہ حالات ساز گار اور نصیبہ یاور نہیں تو وہ پھر کسی ایسی جگہ کا رخ کرتا ہے جہاں نہ اسے کوئی جانتا ہو نہ پہچانتا۔

اپنی خیالوں میں کھویا ہوا وہ چلتا گیا حتیٰ کہ وہ ایک ایسے طوفانی دریا کے کنارے جا پہنچا جس کے پانی کے ریلے سے پتھر بھی ایکدوسرے سے ٹکراتے اور لڑھکتے جاتے تھے۔ اور موجوں کا شور میلوں تک سنائی دیتا تھا۔ ہیبت ناک بپھرا ہوا دریا، جس کی طغیانی کے ریلوں اور بلاخیز موجوں سے آبی پرندے بھی محفوظ نہ تھے، اس کے ساحل سے آکر ٹکراتی اور دم توڑتی ہوئی لہروں میں بھی چکی کے پاٹ کو بہا لے جانے کی طاقت تھی۔ لوگوں کے ایک گروہ پر نظر پڑی کیا دیکھتا ہے کہ گھاٹ پر بیٹھے ہوئے مسافر سامان سفر باندھے کرایہ کے دام ہاتھوں میں تھامے دریا عبور کرنے کے لیے کشتی میں سوار ہونے کو تھے، بچارے نوجوان کے پاس تو پھوٹی کوڑی نہ تھی۔ مفلسی نے ہاتھ باندھ رکھے تھے لہذا اُس نے زبان کھولی لیکن کسی کی خوشامد کرنے، رو رو کر دریا کا دان مانگا، بہت چیخا چلایا اور گڑگڑایا مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ ٹھیک ہے زر نہ ہو تو زور کس کام کا اور اکڑ فوں کیسی؟ اور زر پلے ہو تو یہ خود ایسی طاقت ہے جس سے فولاد نرم ہو۔ بے مروّت ملاح نے ہنس کر منہ پھیر لیا اور کہا:۔

زر نہیں تو زور تمہیں دریا کے پار کیسے لے جا سکیگا۔ دس جوانوں کے زور کی ضرورت نہیں ایک سواری کا کرایہ درکار ہے۔

ملاح کے طعنوں سے جوان کو تاؤ آگیا چاہا کہ اس سے انتقام لے، کشتی جا چکی تھی، ملاح کو آواز دی اور کہا میاں اگر اس کپڑے پر جو میں پہنے ہوئے ہوں قناعت کر سکتے ہو تو مجھے دینے میں کوئی دریغ نہیں۔ ملاح بھی لالچ میں آگیا اور کشتی واپس لے آیا۔

ہوس سی دیتی ہے آنکھ انسان کی اور حرص مرغ و ماہی کو جال میں پھنسا دیتی ہے۔

جونہی ملاح کی ڈاڑھی اور گریبان جوان کے ہاتھ میں آئے اُس نے جھٹکا دے کر اپنی طرف گھسیٹ لیا دھڑام سے زمین پر دے مارا اور بے تحاشا ملنے لگا۔

جب دشمن تک ہاتھ کی رسائی ہو تو مار مار کر اس کے دماغ کا بھیجا نکال دے۔ کھل کر اس پہ برس پڑیگا تو دل کی بھڑاس نکل جائے گی۔

ملاح کا ایک ساتھی اس کی مدد کو لپکا تو اس کو بھی ویسی ہی ٹھکائی سے پالا پڑا، وہ بھی جان چھڑا کر بھاگا، اب اس سے صلح کیے بغیر کوئی چارہ کار دکھائی نہ دیا۔ سب نے مل کر کرایہ پورا کیا۔

جب اُلجھ پڑنے کی نوبت نظر آتی ہو تو تحمل سے کام لو۔ نرمی اور بُردباری لڑائی کی سب راہیں بند کر دیتی ہے۔

میٹھے بول بول کر، پیار سے چمکار کر ہاتھی کو کچے دھاگے سے کھینچ سکتے ہو۔

دھینگا مشتی کے آثار نظر آتے ہوں تو نرم ہو جاؤ نرم روئی اور ریشم پر تو تیز تلوار بھی کاٹ نہیں کرتی۔

بعذر ماضی در قدمش فتادند و بوسه چند به نفاق بر سر و چشمش دادند، پس به کشتی در آوردند و روان شدند، تا برسیدند بستونی از عمارت یونان، در آب ایستاده. ملاح گفت، کشتی را خللی هست، یکی از شما، که دلاورتراست، باید که بدین ستون برود و خطام کشتی بگیرد، تا عمارت کنیم، جوان بغرور دلاوری که در سر داشت از خصم دل آزرده نیندیشید و قول حکما معتبر نداشت، که گفته اند: هر کرا رنجی بدل رسانیدی اگر در عقب آن صد راحت برسانی از پاداش آن یک رنجش ایمن مباش، که پیکان از جراحت بدر آید و آزار در دل بماند.

چه خوش گفت بکتاش با خیلتاش: چو دشمن خراشیدی، ایمن مباش

مشو ایمن که تنگدل گردی چون ز دستت دلی به تنگ آید

سنگ بر بارهٔ حصار مزن که بود کز حصار سنگ آید

چندانکه مقود کشتی بساعد بر پیچید و بالای ستون رفت، ملاح زمام از کفش در گسلانید و کشتی براند، بیچاره متحیر بماند، روزی دو بلا و محنت کشید و سختی دید. سوم روز خوابش گریبان گرفت و بآب انداخت. بعد از شبانروزی دگر بر کنار افتاد. از حیاتش رمقی باقی مانده بود، برگ درختان خوردن گرفت و بیخ گیاهان بر آوردن، تا اندکی قوت یافت. سر در بیابان نهاد و همیرفت تا تشنه و بی طاقت بسر چاهی رسید. قومی بر و گرد آمده و شربتی آب بپشیزی همی آشامیدند. جوانرا پشیزی نبود. طلب کرد و بیچارگی نمود، رحمت نیاوردند، دست تعدّی دراز کرد میسر نشد. بضرورت تنی چند را فرو کوفت، مردان غلبه کردند و بی محابا بزدندش و مجروح کردند.

پشه چو پُر شد بزنند پیل را با همه تندی و صلابت که اوست

مورچگان را، چو بود اتفاق شیر ژیان را بدرانند پوست

بحکم ضرورت در پی کاروانی افتاد و برفت. شبانگه برسیدند بمقامی که از دزدان پر خطر بود، کاروانیان را دید لرزه بر اندام اوفتاده و دل بر هلاک نهاده، گفت: اندیشه مدارید که یکی منم درین میان که به تنها پنجاه مرد را جواب دهم و دیگر جوانان هم یاری کنند، وکسی را بر ما دست قوت نباشد این بگفت و مردم کاروان را بلاف او دل قوی گشت و بصحبتش شادمانی کردند و بزاد و آبش دستگیری داجب دانستند، جوان را آتش معده بالا گرفته بود و عنان طاقت از دست رفته، لقمه ای چند از سر اشتها تناول کرد و دمی چند آب در سرش آشامید، تا دیو درونش بیارمید و بخفت. پیر مردی جهاندیده در آن میان بود گفت، ای یاران، من ازین مرد که بدرقهٔ شماست اندیشناکم، نه چندان که از دزدان. چنانکه حکایت کنند که: عربی را درمی چند گرد آمده بود و بشب از تشویش لوریان در خانهٔ تنها خوابش نمی برد.

لپنے کیے پر پشیمان ہوئے اور پاؤں پڑ گئے کہ جو بیت چکی سو بیت چکی، بڑی منافقت سے اس کا سر منہ چوما کشتی میں لا بٹھایا اور پھر سے چل دیئے۔ حتیٰ کہ وہ اس ستون تک جا پہنچے (جسے یونانیوں نے طوفان کی بلاخیز موجوں سے پناہ گاہ کے طور پر بنایا تھا۔) ملاح نے پکار کر کہا کشتی میں خرابی پیدا ہوگئی ہے ہے کوئی طاقتور دلیر جوان جو کشتی کا لنگر تھام کر دم بھر کے لیے اس ستون پر جا کھڑا ہو تاکہ ہم لوگ کشتی کی مرمت کریں۔ بھولے بھالے جوان کے سر میں دلیری کا سودا سمایا ہوا تھا۔ بگڑے دل دشمن کو خاطر میں نہ لایا داناؤں کے اس قول پر بھی دھیان نہ دیا کہ جس کا ایک دفعہ دل دکھایا ہے اسے سو دفعہ سُکھ پہنچانے کے بعد بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھو، کیونکہ تیر کا پھل تو زخم سے نکال لیا جاتا ہے مگر دل میں اس کی ٹیس برقرار رہتی ہے۔

بکتاش نے خیلتاش سے کیا ہی پتے کی بات کہی کہ دشمن کو زخمی کرنے کے بعد غافل نہ رہو۔

کسی کے دل کو رنجیدہ کر کے اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھو کسی کو کلپائے گا تو تو بھی کل نہ پائیگا۔

قلعے کی فصیل پر پتھر نہ پھینک ہو سکتا ہے کہ قلعے سے تیرے سر پر بھی پتھر آ لگے۔

کشتی کے رسے کو کلائی کے گرد لپیٹ کر جونہی نوجوان ستون پر چڑھا، ملاح نے جھٹکے سے رسہ چھڑا کر کشتی چلا دی۔ وہ بچارہ مینار کے اُوپر حیران و پریشان کھڑا رہ گیا، دو دن رات بڑی ہی سختی اور بدبختی میں آنکھوں میں کٹے، آخر تیسرے دن نیند نے دھر بکڑا اور پانی میں دے مارا، ایک دن اور رات مزید پانی میں بے مایہ تنکے کی طرح بہتا رہا، پھر کنارے سے جا لگا۔ ابھی زندگی کی کچھ رمق باقی تھی، درختوں کے پتے اور گھاس کی جڑیں کھینچ کھینچ کر کھانے لگا۔ کچھ جان میں جان آئی تو بیابان کا رُخ کیا۔ بھوک اور پیاس نے نڈھال کر رکھا تھا۔ چلتے چلتے ایک کنویں پر پہنچا، جہاں دام لیتے تھے اور مشروب دیتے تھے۔ جوان کے پلے تو پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی، پانی مانگا اور اپنی بے بسی کا رونا رویا مگر کسی نے ترس نہ کھایا۔ دھونس جمائی اس سے بھی کام نہ نکلا۔ مجبور ہو کر ہاتھ اٹھایا مکے بازی پر اتر آیا۔ اور چند آدمیوں کو پیٹ ڈالا۔ وہ سب مل کر اُس پر پل پڑے بے تحاشا پیٹا اور زخمی کر ڈالا۔

مچھر پرے باندھ کر پل پڑیں تو ہاتھی کو اس کی تمام تر قوت اور طاقت کے باوجود بھی مغلوب کر لیں۔

ساری چیونٹیاں مِل جُل کر اگر شیر کو جمپٹ جائیں تو اس کی کھال کھینچ کر رکھ دیں۔

بیچارہ پٹ پٹا کر ایک قافلے کے پیچھے ہو لیا۔ چلتے چلتے غروب کے وقت قافلہ ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں ڈاکوؤں کا خطرہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ قافلے والے ڈر کے مارے کانپ رہے ہیں اور مرنے پر آمادہ۔ پہلوان نے انہیں دلاسہ دیا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں اکیلا ہی پچاس پر بھاری ہوں۔ دوسرے جوان بھی میرا ساتھ دیں گے تو پھر کون ہم پہ غالب آ سکے گا۔ قافلے والے اس کی باتوں میں آ گئے۔ اس کی بڑیں سُن کر ان کی ڈھارس بندھی اس کی رفاقت پر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ اس کی خاطر تواضع کو لازم جانا۔ جوان کو بھوک نے پہلے ہی ستا رکھا تھا، کھانا چنا گیا تو صبر کی عنان ہاتھ سے چھوٹ گئی، ٹھونس کر کھایا۔ ڈٹ کر پانی چڑھایا اور یوں پیٹ کی آگ کو بجھایا اور لمبی تان کر سو گیا۔ قافلے میں ایک تجربہ کار بوڑھا تھا۔ کہنے لگا دوستو مجھے چوروں سے اتنا ڈر نہیں لگتا جتنا تمہارے اس پاسبان سے۔ مجھے اس وقت ایک حکایت یاد آ رہی ہے:۔ ایک عربی کے پاس کچھ روپے جمع ہو گئے تو وہ لٹیروں کے ڈر کے مارے اکیلا سو نہ سکتا تھا۔ رات بھر جاگتا، ایک دوست کو اپنے ہاں بُلا لیا تاکہ اسے دیکھ دیکھ کر تنہائی کی وحشت سے بچا رہے کچھ راتیں

یکی را از دوستان بر خود خواند تا وحشت تنهائی بدیدار او منصرف کند. شبی چند در صحبت او بود، چندانکه بر درمهاش اطلاع یافت، ببرد و سفر کرد. بامدادان دیدند عرب را گریان و عریان، گفتند حال چیست، مگر آن درمهای ترا دزد برد؟ گفت: لا واللّٰه بدرقه برد.

هرگز ایمن ز مار ننشستم که بدانستم آنچه خصلت اوست

زخم دندان دشمنی بتر است که نماید بچشم مردم دوست

چه دانید اگر این هم از جملهٔ دزدان باشد که بعیاری در میان ما تعبیه شده است؟ تا بوقت فرصت یاران را خبر کند، مصلحت آن می بینم که مر او را هم چنین خفته بمانیم و برانیم، جوانان را تدبیر پیر استوار آمد و مهابتی از مشت زن در دل گرفتند و رخت برداشتند و جوان را خفته بگذاشتند، آنگه خبر یافت که آفتاب در کتفش تافت، سر برآورد کاروان رفته دید. بیچاره بسی بگردید و ره بجائی نبرد، تشنه و بینوا روی بر خاک و دل بر هلاک نهاده همی گفت:

من ذا یحدثنی وزم العیس ما للغریب سوی الغریب انیس

درشتی کند بر غریبان کسی که نابوده باشد بغربت بسی

مسکین درین سخن بود که پادشاه پسری بصید از لشکریان دور افتاده بود، بالای سرش ایستاده، همی شنید و در هیأتش نگاه میکرد، صورت ظاهرش پاکیزه و صورت حالش پریشان، پرسید، از کجائی و بدین جایگه چگونه فتادی؟ برخی از آنچه برسر او رفته بود اعاده کرد ملک زاده را بر حال تباه او رحمت آمد، خلعت و نعمت داد و معتمدی باوی فرستاد، تا بشهر خویش آمد، پدر بدیدار او شادمانی کرد و بر سلامت حالش شکر گفت، شبانگه از آنچه برسر او رفته بود، از حالت کشتی و جور ملاح و روستایان بر سر چاه و غدر کاروانیان در راه، با پدر میگفت، پدر گفت: ای پسر نه گفتمت هنگام رفتن که تهی دستان را دست دلیری بسته است و سر پنجهٔ شیری شکسته؟

چه خوش گفت آن تهی دست سلحشور جوی زر بهتر از پنجاه من زور

پسر گفت: ای پدر، هر آئینه تا رنج نبری، گنج برنداری و تا جان در خطر نهی، بر دشمن ظفر نیابی، و تا دانه پریشان نکنی، خرمن برنگیری. نه بینی که باندک مایه رنجی که بردم چه تحصیل راحت کردم و به نیشی که خوردم چه مایه عسل آوردم؟

گرچه بیرون ز رزق نتوان خورد در طلب کاهلی نباید کرد

غواص اگر اندیشه کند کام نهنگ هرگز نکند دُرِّ گرانمایه بچنگ

وہ اس کے ساتھ رہا۔ جب اسے اس کے روپوں کا پتہ چلا تو اڑا لیے اور چلتا بنا۔ صبح محلے والوں نے اسے ننگ دھڑنگ اور روتے پیٹتے دیکھ کر پوچھا یہ کیا حال بنا رکھا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ چور تمہاری دولت لے گئے ہوں۔ بولا نہیں خدا کی قسم چوروں نے نہیں مجھے میرے محافظ نے لوٹ لیا ہے۔

میں سانپ سے کبھی غافل نہ رہا اس لیے کہ جانتا تھا اس کی خصلت کیا ہے۔
بظاہر دوستی کا دم بھرنے والے دشمن کا زخم ہمیشہ کاری ہوتا ہے۔

یہ حکایت سنا کر بوڑھے میاں نے کہا عزیزو کیا معلوم کہ یہ بھی چوروں کا ساتھی ہو۔ عیاری سے جاسوسی کرنے کیلئے قافلے میں شامل ہو گیا ہو۔ موقع ملنے پر انہیں اطلاع دیکر ہمیں لٹوا دے پس مصلحت اسی میں ہے کہ اسے یہیں سوتا چھوڑ دیں اور خود چلتے بنیں۔ جوانوں کو بوڑھے کی بات پسند آئی، سب نے کوچ کی ٹھہرائی سب کے دل میں پہلوان کی وہشت بیٹھ گئی تھی، اپنا اپنا سمیٹ سمیٹا اسے سوتا چھوڑ کر قافلہ والے چل دیئے اور وہ بے خبر سویا کیا حتی کہ دن چڑھ گیا۔ دھوپ کی تیزی نے اس کے کندھوں کو گرمایا، کیا دیکھتا ہے کہ وہ قافلہ تو اٹھ کے روانہ بھی ہو چکا، بچارہ ادھر ادھر بہت گھوما پھرا، کسی ٹھکانے پہ نہ پہنچا۔ بھوک پیاس نے نڈھال کر دیا تو زمین پر لیٹ گیا اور موت کی راہ تکنے لگا، اپنی تنہائی پر سٹپٹا کر کہہ رہا تھا۔ وہ بھورے اونٹوں والا قافلہ چلا گیا۔ اب تو بات کرنے کو بھی کوئی ساتھی نہ رہا۔

مسافروں پر وہی سختی کرتا ہے جس نے خود کبھی سفر کی سختیاں نہ سہی ہوں۔ ؎ نہیں کوئی میرا یہاں غمگسار مسافر، مسافر کا ہوتا ہے یار

پہلوان بے بسی کے عالم میں یوں گنگنا رہا تھا کہ شکار کی تلاش میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر ایک شہزادہ اتفاقاً ادھر آنکلا۔ وہ اس کے سرہانے چپ چاپ کھڑا اس کی زیر لب گنگناہٹوں کو سنتا رہا۔ اس کی ہیئت کذائی کا جائزہ لیا، دیکھا صورت خوب ہے۔ مگر حالت خراب ہے۔ پوچھا میاں کہاں سے آئے ہو اور ایسی جگہ پہ کیسے آن پڑے، نوجوان نے اپنی بپتا کچھ کچھ سنا دی جسے سن کر شہزادے کو اس کی تباہ حالی پر رحم آیا۔ خلعت اور زر و مال عطا کر کے اسے مالا مال کر دیا اور اپنے ایک معتبر مصاحب کے ساتھ اس کے اپنے شہر میں بھجوا دیا۔ اسے دیکھ کر باپ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ اس کے زندہ سلامت لوٹ آنے پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا، رات ہوئی تو پہلوان نے آپ بیتی سنانی شروع کی کشتی کا ماجرا، ملاح کی زیادتی، کنویں والے دیہاتیوں کی روداد قافلے والوں کی بیوفائی، سب کہہ سنائی۔ باپ نے کہا بیٹے میں نے تجھے چلنے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مفلسوں کی دلیری کا ہاتھ بندھا اور شجاعت کا پنجہ ٹوٹا ہوتا ہے۔

کسی مفلس جنگجو نے کیا ہی پتے کی بات کہی تھی کہ ؏ ایک رتی زر ہے بہتر سینکڑوں من زور سے۔

بیٹے نے کہا، ابا جان حقیقت یہ ہے کہ رنج بن گنج نہیں۔ جب تک جان جوکھوں میں نہ ڈالیں دشمن پر فتح کیا سیل نکالیں جب تک بیج نہ بوئیں کھلیان کہاں سے ہوئیں۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ تھوڑی سی زحمت اٹھا کر میں نے کتنی بڑی راحت پائی ہے اور ذرا سا ڈنگ کھا کر کس قدر شہد لایا ہوں۔

اگرچہ رزق اتنا ہی ملتا ہے جتنا کہ مقدر میں ہو مگر اس کی جستجو میں کاہلی تو روا نہیں۔

جو غوطہ خور مگرمچھ کے جبڑوں سے ڈرے وہ موتیوں سے ہتھیلی کیسے بھرے گا۔

آسیا سنگِ زیرین متحرک نیست ـ لاجرم تحمل بار گران همی کند ـ

چه خورد شیر شرزه در بُن غار؟ باز افتاده را چه قُوّت بود؟
تا تو در خانه صید خواهی کرد دست و پایت چو عنکبوت بود

پدر گفت: ای پسر، ترا درین نوبت فلک یاوری کرد و اقبال رهبری، که صاحب دولتی در تو رسید و بر تو بخشائید و کسر حالت را بتفقدی جبر کرد و چنین اتفاق نادر افتد و بر نادر حکم نتوان کرد. زنهار! تا بدین طمع دگر باره گرد وَلَع نگردی ـ

صیاد نه هر بار شغالی ببرد افتد که یکی روز پلنگش بدرد

چنانکه یکی را از ملوک پارس نگینی گرانمایه بر انگشتری بود ـ باری بحکم تفرج با تنی چند از خاصان بمصلای شیراز بیرون رفت ـ فرمود تا، انگشتری را بر گنبد عضد نصب کردند، تا هر که تیر از حلقهٔ انگشتری بگذراند خاتم او را باشد، اتفاقاً چهارصد مرد حکم انداز، که در خدمت او بودند جمله خطا کردند، مگر کودکی بر بام رباطی ببازیچه تیر از هر طرفی می انداخت، بادِ صبا تیر او را بحلقهٔ انگشتری در بگذرانید، خلعت و نعمت یافت و خاتم بوی ارزانی داشتند. پسر تیر و کمان را بسوخت. گفتند: چرا چنین کردی؟ گفت: تا رونق نخستین بر جای بماند

گه بود کز حکیم روشن رای بر نیاید درست تدبیری
گاه باشد که کودکِ نادان بغلط بر هدف زند تیری

حکایت درویشی را شنیدم که: بغاری در نشسته بود و در بروی از جهانیان بسته و ملوک و اغنیا را در چشم همت او شوکت و هیبت نمانده،

هر که بر خود درِ سوال گشاد تا بمیرد نیازمند بود
آز بگذار و پادشاهی کن گردنِ بی طمع بلند بود

یکی از ملوک آن طرف اشارت کرد، که توقع بکرم اخلاق مردان چنین است که: بنان و نمک با ما موافقت کنند. شیخ رضا داد، بحکم آنکه اجابت دعوت سنت است. دیگر روز ملک بعذر قدومش رفت، عابد از جای برجست و در کنارش گرفت و تلطف کرد و ثنا گفت، چون غایب شد یکی از اصحاب گفت شیخ را که، چندین ملاطفت امروز با پادشاه که تو کردی خلاف عادت بود و دیگر ندیدم، گفت، نشنیده ای که گفته اند:ـ

هر کرا بر سماط بنشستی واجب آمد بخدمتش بر خاست

چکی کا نچلا پاٹ حرکت نہیں کرتا اس لیے اسے اُوپر والے پاٹ کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔

بھوکا شیر غار کی تہ میں کیا کھائے اور پڑے رہنے والا باز خوراک کہاں سے پائے۔

اگر تو گھر ہی شکار مارنا چاہے گا تو تیرے ہاتھ پاؤں مکڑی کے سے ہو جائیں گے۔

باپ نے کہا بیٹا اس دفعہ قسمت نے تمہاری یاوری کی اور اقبال نے رہبری کہ ایک شہزادہ اتفاقاً اُدھر آنکلا، جس نے تیرے حال پر کرم کیا۔ اور اپنی عنایت سے تیری بگڑی بنا دی۔ ایسے اتفاق نادر ہیں اور نادر کو کلیہ نہیں کہا جا سکتا۔ خبردار پھر کہیں اس طمع کی بدولت کہیں چکر میں نہ پھنس جانا۔

ضروری نہیں کہ شکاری کو ہر روز گیدڑ ہی کا شکار مل جائے ہو سکتا ہے کسی دن چیتے سے پالا پڑ جائے جو اس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دے۔

جیسا کہ فارس کے کسی بادشاہ کی انگوٹھی میں ایک بیش قیمت نگینہ جڑا ہوا تھا۔ ایک دن اپنے خاص مصاحبوں کے ہمراہ وہ سیر و گردش کے لیے مصلائے شیراز کی طرف جا نکلا۔ اُس نے حکم دیا کہ انگوٹھی کو گنبد عضد پر نصب کر دیا جائے جس کا جی چاہے چاند ماری کرے۔ جس کا تیر انگوٹھی میں سے پار ہو جائے گا۔ انگوٹھی اسی کی ہو گی۔ شاہی ملازمت میں چار سو نامی گرامی تیر انداز تھے سب کے نشانے خطا گئے۔ کہیں آس پاس سرائے کی چھت سے ایک لڑکا کھلنڈرے پن میں اِدھر اُدھر تیر پھینک رہا تھا۔ باد صبا اس کے تیر کو انگوٹھی کے حلقے میں سے نکال لے گئی۔ انگوٹھی اسے بخش دی گئی علاوہ ازیں خلعت و انعام بھی ملا۔ اس کے بعد لڑکے نے تیر و کمان کو جلا دیا۔ پوچھا گیا میاں یہ کیا؟ کہنے لگا تاکہ پہلا ٹھاٹھ بحال رہے۔

کبھی یُوں ہوتا ہے کہ روشن دماغ دانا سے کوئی ٹھیک تدبیر بن نہیں پڑتی۔

اور کبھی یوں کہ بچہ کھیلتا کھیلتا تیر پھینکتا ہے اور وہ عین نشانے پر جا بیٹھتا ہے۔

حکایت میں نے سنا ایک درویش دنیا کی اس نگری کو چھوڑ کر اور دنیا والوں سے منہ موڑ کر ایک غار میں جا بیٹھا۔ بے نیازی کا یہ عالم کہ بادشاہوں اور تاجداروں کی شان و شوکت بھی نظر میں نہ جچتی تھی۔

جو کوئی مانگنے کا خوگر ہو جائے عمر بھر نیاز مند ہی رہتا ہے۔

حرص و ہوا کو چھوڑ، بادشاہی کر، بے نیازوں کا سر ہمیشہ بلند رہتا ہے۔

اس نواح کے ایک بادشاہ نے اسے دعوت نامہ بھیجتے ہوئے لکھا کہ آپ کے درویشانہ اخلاق سے توقع ہے کہ آپ ہمارے ساتھ نان و نمک میں شامل ہوں گے۔ درویش نے دعوت قبول کر لی۔ اس لیے کہ دعوت قبول کرنا نبی اکرمؐ کی سنت ہے۔ اگلے دن بادشاہ اس کی زیارت کو گیا، عابد اپنی جگہ سے لپک کر اُٹھا اُسے گلے لگایا، پیار کیا اور اس کی تعریف کی۔ جب وہ رخصت ہو گیا تو شیخ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ اپنے دستور سے ہٹ کر آج آپ نے بادشاہ کی بڑی آؤ بھگت کی، پہلے تو میں نے کبھی ایسا نہ دیکھا تھا۔ شیخ نے جواب دیا کیا تم نے بزرگوں کا یہ قول نہیں سُنا کہ:۔

جس میزبان کے دستر خوان پر کھاؤ اس کی خاطر تعظیماً کھڑے بھی ہو جاؤ۔

گوش تواند که همه عمر وی — نشنود آواز دف و چنگ و نی
دیده شکیبد ز تماشای باغ — بی گل و نسرین بسر آرد دماغ
ور نبود بالش آگنده پر — خواب توان کرد حجر زیر سر
ور نبود دلبر همخوابه پیش — دست توان کرد در آغوش خویش
وین شکم بی هنر و پیچ پیچ — صبر ندارد که بسازد به هیچ

کان میں عمر بھر سازو سرود کی بھنک نہ بھی پڑے تو وہ صبر کر سکتا ہے۔
آنکھیں سیر باغ کے بغیر بھی رہ سکتی ہیں۔ دماغ پھولوں کی مہک اور خوشبو کے بغیر بھی گزر بسر کر سکتا ہے۔
پروں سے پُر نرم و نازک سرہانہ میسر نہ ہو تو اینٹ پتھر سے کام چل سکتا ہے۔
آغوش میں بھینچ کر سونے کے لیے رفیقۂ حیات نہ ہو تو اپنی ہاتھوں کو بغل میں دبا کر گزر ہو سکتی ہے۔
ظالم پیٹ جو بھوک سے پیچ کھانے لگے اس کا کیا کیا جائے یہ بن کھائے نہیں رہ سکتا۔

باب چهارم
در
فواید خاموشی

حکایت یکی را از دوستان گفتم : امتناعِ سخن گفتنم بعلت آن اختیار آمده است در غالب اوقات که در سخن نیک و بد اتفاق افتد و دیدهٔ دشمنان جز بر بدی نمی آید ۔ گفت : دشمن آن به که نیکی نبیند ۔

اخو العداوة لا یمر بصالح　　　الا ویلمزه بکذاب اشر ۔

هنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است　　　گلست سعدی و در چشم دشمنان خار است

نور گیتی فروز چشمهٔ هور　　　زشت باشد بچشم موشک کور

حکایت بازرگانی را هزار دینار خسارت افتاد ۔ پسر را گفت : نباید که این سخن را با کسی در میان نهی ، گفت : ای پدر ، فرمان تراست ، نگویم ، ولیکن خواهم که مرا بر فایده این مطلع گردانی که مصلحت در نهان داشتن چیست ؟ گفت ، تا مصیبت دو نشود : یکی نقصان مایه و دیگر شماتتِ همسایه ۔

مگو اندهِ خویش با دشمنان　　　که لا حول گویند شادی کنان

حکایت جوانی خردمند از فنون فضائل حظی وافر داشت و طبعی نافر ، چندانکه در محافل دانشمندان نشستی زبان سخن ببستی ۔ باری پدرش گفت : ای پسر ، تو نیز آنچه دانی بگوی ، گفت ترسم که بپرسندم از آنچه ندانم و شرمساری برم ۔

آن شنیدی که صوفیی میکوفت　　　زیر نعلین خویش میخی چند ؟
آستینش گرفت سرهنگی　　　که ، بیا نعل بر ستورم بند

ندارد کسی با تو ناگفته کار　　　ولیکن چو گفتی ، دلیلش بیار

چوتھا باب

خاموشی کے فائدوں کے بارے میں

حکایت میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ میں اکثر اوقات بولنے کی بجائے خاموشی اس لیے اختیار کرتا ہوں کہ جانتا ہوں کہ بات کرتے وقت بُرے بھلے ہر قسم کے کلمات منہ سے نکل جاتے ہیں اور دشمنوں کی نظر تو سوائے بُرائی کے کسی چیز پر پڑتی ہی نہیں۔ بولا، دشمن وہی بھلا جو اچھائی نہ دیکھے۔

دشمن جب کسی نیک آدمی کے پاس سے گزرتا ہے۔ اسے دروغ گو اور ہٹ دھرم کہے بغیر نہیں رہتا۔

دشمن کی نظر میں ہنر سے بڑھ کر کوئی عیب نہیں ہوتا۔ سعدی ایک پھُول ہے مگر دشمنوں کی آنکھوں میں کانٹا۔

سُورج جو نور کا سرچشمہ ہے اور جس سے سارا جہان روشن ہے چھچھوندر کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔

حکایت کسی سوداگر کو ایک سودے میں ہزار دینار کا گھاٹا پڑ گیا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا بولا اباجان آپ کا فرمان سر آنکھوں پر۔ نہیں کہوں گا، مگر اس کا ذرا فائدہ تو بتا دیجئے آخر اس کے چھپانے میں کیا مصلحت ہے۔ باپ نے کہا تاکہ مصیبت ایک کے بجائے دو نہ ہو جائے۔ ایک تو مال میں گھاٹا کھائیں دوسرے لوگ ہمارا تمسخر اڑائیں۔

دشمنوں کو اپنا دکھڑا نہ سُنا کہ اُن کی زبان پر لاحول ہو گا اور دِل میں خوشی۔

حکایت ایک عقلمند نوجوان میں خوبیوں کی بہتات تھی مگر مزاج میں جھجک تھی خواہ کتنی ہی دیر داناؤں کی محفلوں میں بیٹھا تو زبان نہ کھولتا ایک دفعہ باپ نے کہا۔ بیٹا اپنے علم کے مطابق کچھ تم بھی کہا کرو بیٹے نے کہا ڈرتا ہوں کہیں مجھ سے ایسی بات پوچھ بیٹھیں جس کا مجھ سے جواب نہ بن آئے اور خواہ مخواہ شرمندگی اٹھانی پڑے۔ تونے یہ تو سُنا ہو گا کہ ایک صوفی اپنے جوتے میں کیل لگا رہا تھا۔

کہ اچانک ایک سپاہی نے ہاتھ آ پکڑا کہ چل اور میرے گھوڑے کو نعل لگا دے۔

رہو چپ تو پھر تم سے کیا قال و قیل　　اگر بولتے ہو تو لاؤ دلیل

حکایت عالمی معتبر را مناظره افتاد، با یکی از ملاحده، لَعَنَهُمُ اللهُ عَلیٰ حِدَه وبحجّت با او بس نیامد، سپر بینداخت و برگشت، کسی گفتش: ترا، با چندین فضل و ادب که داری، با بی دینی حجت نماند؟ گفت: علم من قرآن است وحدیث وگفتار مشایخ و او بدین ها معتقد نیست ونمی شنود، مرا شنیدن کفر او بچه کار می آید؟

آنکس که بقرآن وخبر زو نرهی　　آنست جوابش که جوابش ندهی

حکایت جالینوس ابلهی را دید دست درگریبان دانشمندی زده وبی حرمتی همی کرد، گفت: اگر این دانا بودی کار وی با نادان بدینجا نرسیدی.

دو عاقل را نباشد کین وپیکار　　نه دانایی ستیزد با سبکبار
اگر نادان بوحشت سخت گوید　　خردمندش به نرمی دل بجوید
دو صاحبدل نگه دارند مویی　　همیدون سرکشی و آزرم جویی
وگر بر هر دو جانب جاهلانند　　اگر زنجیر باشد بگسلانند
یکی را زشت خویی داد دشنام　　تحمل کرد وگفت: ای نیک فرجام
بتر زانم که خواهی گفتن: آنی　　که دانم عیب من چون من ندانی

حکایت سحبان وائل را در فصاحت بی نظیر نهاده اند، بحکم آنکه سالی بر سر جمع سخن گفتی ولفظی مکرّر نه کردی وگر اتفاق همان افتادی بعبارتی دیگر بگفتی واز جملهٔ آداب ندماء ملوک یکی این است.

سخن گرچه دلبند وشیرین بود　　سزا وار تصدیق و تحسین بود
چو یکبار گفتی گو باز پس　　که حلوه چو یکبار خوردند وبس

حکایت یکی را از حکما شنیدم که میگفت: هرگز کسی بجهل خویش اقرار نکرده است، مگر آن کس که چون دیگری در سخن باشد همچنان ناگفته سخن آغاز کند

سخن را سر است، ای خردمند وبن　　میاور سخن درمیان سخن
خداوند تدبیر و فرهنگ و هوش　　نگوید سخن تا نبیند خموش

حکایت ایک مشہور عالم دین کو ایک ملعون ملحد سے مناظرے کا اتفاق ہوا (اللہ کی سب ملحدوں پر علیحدہ علیحدہ لعنت) دلیل بازی سے اسے قائل نہ کر سکا ہتھیار ڈال دیئے اور لوٹ آیا۔ کسی نے کہا اتنا علم و فضل رکھنے کے باوجود تم ایک بے دین کو قائل نہ کر سکے۔ جواب دیا میرا علم ہے قرآن، حدیث، بزرگوں کے اقوال اور انہی پر وہ اعتقاد نہیں رکھتا۔ وہ میری بات سنتا نہیں میں اس کا کفر سنوں تو میرے کس کام کا۔

جو نہ قرآن کو مانے اور نہ حدیث کو، اُس کا جواب یہی ہے کہ اُسے جواب نہ دو۔

حکایت جالینوس نے دیکھا کہ ایک بیوقوف ایک عقلمند سے دھینگا مشتی کر رہا ہے اور بے حرمتی۔ جالینوس نے کہا اگر یہ دانا ہوتا تو احمق کے ضمن میں نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔

دو داناؤں میں کبھی جھگڑا نہیں ہوتا اور نہ ہی دانا کسی ہلکے سے الجھتا ہے۔

احمق اسے بُرا بھلا کہہ بھی دے تو وہ دانائی اور نرمی سے اسے ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

دو صلح پسندوں نے کچا دھاگا تھام رکھا ہو تو وہ بھی نہیں ٹوٹنے پاتا، یونہی لڑائی کا خطرہ ہو تو اسے ٹال دیتے ہیں۔

لیکن اگر طرفین جاہل ہوں تو وہ زنجیر بھی توڑ دیں گے۔

ایک شخص کو کسی بدخو نے گالی دی۔ تحمل سے کام لیتے ہوئے کہنے لگا میرے اچھے بھائی تم جتنا بھی کہہ سکتے ہو کہو میں اس سے بھی بدتر ہوں

کہہ سکے یہ کون کہ کیسا ہوں میں   مجھ کو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں

حکایت سحبان وائل کو فصاحت بلاغت میں اس لیے بے نظیر مانا جاتا ہے کہ اگر وہ مجمع کے سامنے سال بھر تک بھی تقریر کرتا تو جو لفظ ایک دفعہ کہہ دیتا اسے نہ دہراتا اور اگر دوبارہ کہنے کی ضرورت ہوتی بھی تو اسلوب بدل کر دوسرے لفظوں میں ادا کرتا۔ درباری آداب کے علاوہ شاہی مصاحبوں کے لیے یہ صفت بھی نہایت ضروری ہے۔   بات خواہ کتنی ہی دلچسپ، شیریں اور لائق تحسین کیوں نہ ہو

اک بار کہہ چکو تو پھر تکرار مت کرو، بار بار کھانے سے حلوے کا مزہ بھی کرکرا ہو جاتا ہے۔

حکایت میں نے ایک دانا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی کی بات کاٹ کر بیچ میں اپنی ہانکنے لگتا ہے اُس سے بڑھ کر کوئی اپنی جہالت کا اقرار نہیں کرتا۔

اے عاقل بھائی بات کا سر بھی ہے اور پیر بھی لہٰذا کسی کی بات کے درمیان اپنی نہ ہانک۔

مدبر، عالم اور ہوشمند شخص اس وقت تک بات نہیں کرتا جب تک کہ (بات کرنے والے) کو خاموش نہیں دیکھ لیتا۔

حکایت تنی چند از بندگان محمود گفتند، حسن میمندی را که: سلطان امروز ترا چه گفت در فلان مصلحت؟ گفت: بر شما هم پوشیده نماند. گفتند، آنچه با تو گوید با مثال ما گفتن روا ندارد، گفت، باعتماد آنکه داند که نگویم، پس چرا همی پرسید؟

نه هر سخن که بداند بگوید اهل شناخت   بسرِّ شاه سرِ خویشتن نباید باخت

حکایت در عقد بیع سرائی متردّد بودم، جهودی گفت: من از کدخدایان این محلّتم، وصف این خانه چنانکه هست، از من بپرس، بخر که هیچ عیبی ندارد، گفتم: بجز آنکه تو همسایهٔ منی،

خانهٔ را که چون تو همسایه است   ده درم سیم بد عیار ارزد
لیکن امیدوار باید بود   که پس از مرگ تو هزار ارزد

حکایت یکی از شعرا پیش امیر دزدان رفت و ثنائی برو بگفت. فرمود تا، جامه از او برکنند و از ده بدر کنند، مسکین برهنه بسرما همیرفت، سگان در قفای وی افتادند، خواست تا سنگی بردارد و سگان را دفع کند، ما در زمین یخ گرفته بود و میسر نشد. عاجز شد. گفت: این چه حرامزاده قوم اند سگ را گشاده اند و سنگ را بسته امیر از غرفه بدید و بشنید و بخندید، گفت: ای حکیم، از من چیزی بخواه، گفت: جامهٔ خود میخواهم، اگر انعام فرمائی رَضِیْنَا مِنْ نَوالِكَ بِالرَّحِیْلِ

امیدوار بود آدمی بخیر کسان   مرا بخیر تو امید نیست شرّ مرسان

سالار دزدان را برو رحمت آمد و جامه باز فرمود و قبا پوستینی برو مزید کرد و درمی چند.

حکایت منجّمی بخانه در آمد، یکی مرد بیگانه را دید با زن او بهم نشسته، دشنام و سقط گفت و فتنه و آشوب برخاست. صاحبدلی، که برین واقف بود. گفت:

تو بر اوج فلک چه دانی چیست؟   که ندانی که در سرایت کیست!

حکایت خطیبی کریه الصوت خود را خوش آواز پنداشتی و فریاد بیهده برداشتی. گفتی، نعیب غراب البین در پردهٔ الحان اوست یا آیت اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ در شان او.

حکایت سُلطان محمود کے بعض مصاحبوں نے حسن میمندی سے پوچھا کہ آج بادشاہ سلامت نے فلاں معاملے میں آپ سے کیا بات کی، حسن نے کہا وقت پر سب کو معلوم ہو جائے گا۔ مصاحبوں نے کہا جو راز سُلطان آپ کو بتلاتا ہے وہ ہم ایسوں سے کہنا مناسب نہیں جانتا۔ حسن نے کہا صرف اسی اعتماد پر کہ اسے یقین ہے کہ میں کسی سے نہ کہوں گا۔ پس آپ پوچھتے ہی کیوں ہیں۔

سُوجھ بوجھ رکھنے والا منہ میں آئی ہوئی ہر بات نہیں کہہ گزرتا شاہی راز کو افشا کر کے اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالنی چاہیے۔

حکایت میں ایک مکان کا سودا کرنے میں ہچکچا رہا تھا ایک یہودی بول اٹھا "میں اس محلہ کے سرکردہ لوگوں میں سے ہُوں، اس مکان کی خوبیاں مجھ سے پوچھو بڑی خوشی سے خرید لو اس مکان میں کوئی خرابی نہیں۔ میں نے کہا سوائے اس کے کہ ہمسائے تم ہو۔

جس مکان کے تم پڑوسی ہو اسے کوئی دس کھوٹے داموں میں بھی کاہے کو لے گا۔

ہاں یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ تمہارے اس جہان سے اٹھ جانے کے بعد یہی مکان ہزاروں میں اُٹھ جائے۔

حکایت ایک شاعر نے ڈاکوؤں کے ایک سردار کی خدمت میں حاضر ہو کر قصیدہ پڑھا۔ سردار نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتار لو اور گاؤں سے باہر نکال دو۔ بچارہ سردی میں ننگ دھڑنگ جا رہا تھا، راہ میں کتے پیچھے لگ گئے، اس نے ایک پتھر اٹھا کر انہیں بھگانا چاہا۔ ہر چیز یخ بستہ تھی اکھاڑ نہ سکا۔ تھک ہار کر کہنے لگا عجب حرامزادے لوگ ہیں کتوں کو کھُلا چھوڑ رکھا ہے اور پتھروں کو باندھ رکھا ہے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کھڑکی میں سے دیکھا، سُنا، ہنسا اور کہا:۔ اے فلاسفر مانگو کیا مانگتے ہو۔ شاعر نے کہا بس میرے کپڑے ہی لوٹا دو۔ آپ کی یہی بخشش بہت ہے کہ رخصت عطا فرمائیں۔

انسان کو انسانوں سے بھلائی کی اُمید ہوتی ہے۔ مجھے تم سے نیکی کی توقع نہیں مجھ سے بُرائی تو نہ کر۔

ڈاکوؤں کے سردار کو اس پہ رحم آیا اور اس کا لباس لوٹا دیا اور ساتھ ہی پوستین کی قبا اور چند درم بھی دیئے۔

حکایت ایک نجومی جب گھر میں داخل ہوا تو ایک نا محرم کو اپنی بیوی کا ہم نشیں پایا۔ اسے بُرا بھلا کہا، گالی گلوچ دی، گھر میں اک کہرام مچ گیا۔ ایک بزرگ جو اس صورت حال سے واقف تھے کہنے لگے :۔

تم آسمان کی بلندیوں کی کیا خبر لاؤ گے جب تمہیں تو یہ پتہ نہیں کہ گھر کے اندر کیا ہو رہا ہے۔

حکایت ایک واعظ اپنی کریہہ آواز کو سُریلی سمجھتا اور بیہودہ شور مچاتا، تو کہہ اٹھے کہ اس کے سُروں میں منحوس کوے کی کائیں کائیں تھی یا قرآن کریم کی یہ آیت کہ سب سے قابلِ نفرت آواز گدھے کی آواز ہے اس کی شان میں نازل ہُوئی۔

اِذَا نَهقَ الْخَطِیبُ اَبُوالْفَوَارِسَ لَهٗ شَغَبٌ یَهُدُّ اِصْطَخْرَ فَارِس

مردمِ آن قریه بعلت جاهی که داشت بلیّتش را می‌کشیدند و اذیّتش را مصلحت نمی‌دیدند، تا یکی از خطبای آن اقلیم که با وی عداوت نهانی داشت، باری بپرسش آمده بودش، گفت: ترا خوابی دیده‌ام، خیر باد گفتا: چه دیدی؟ گفت: چنان دیدمی که، ترا آواز خوش بود و مردمان از انفاس تو در راحت. خطیب اندرین لختی بیندیشید و گفت: این مبارک خوابست که دیدی مرا بر عیبِ من واقف گردانیدی، معلوم شد که آواز ناخوش دارم و خلق از بلند خواندن من در رنج، توبه کردم کزین پس خطبه نخوانم، مگر بآهستگی.

از صحبتِ دوستی برنجم کاخلاقِ بدم حسن نماید
عیبم هنر و کمال بیند خارم گل و یاسمین نماید
کو دشمنِ شوخ چشم ناپاک تا عیبِ مرا بمن نماید

حکایت یکی در مسجد سنجار بتطوّع بانگ نماز گفتی، بادای که مستمعان را ازو نفرت بودی و صاحب مسجد امیری بود عادل نیک سیرت نمی‌خواستش که دل آزرده گردد. گفت: ای جوانمرد، مرین مسجد را موذنانند قدیم و هر یکی را پنج دینار مرتب داشته‌ام. ترا ده دینار می‌دهم، تا جای دیگر روی. برین قول اتفاق کردند، و برفت پس از مدتی در گذری پیش امیر باز آمد. گفت: ای خداوند، بر من حیف کردی، که بده دینارم از آن بقعه بدر کردی، که این جاییگه که رفته‌ام بیست دینارم همی دهند، تا جای دیگر روم و قبول نمی‌کنم. امیر از خنده بی خود گشت و گفت، زنهار تا نستانی که به پنجاه راضی گردند،

به تیشه کس نخراشد ز روی خارا گل
چنانکه بانگِ درشت تو می‌خراشد دل

حکایت ناخوش آوازی ببانگ بلند قرآن همی خواند. صاحبدلی برو بگذشت و گفت: ترا مشاهره چند است؟ گفت: هیچ گفت: پس زحمت خود چندین چرا همی دهی؟ گفت: از بهر خدا میخوانم. گفت: از بهر خدا مخوان،

گر تو قرآن بدین نمط خوانی ببری رونقِ مسلمانی

جب خطیب جس کا نام ابوالفوارس ہے ڈھیچوں ڈھیچوں کرتا ہے تو اس کے غل سے اصطخر کے کھنڈرات بھی لرز اٹھتے ہیں۔

بچارے دیہاتی اس کے بلند مرتبے کے پیش نظر اس کی سختیاں سہہ رہے تھے اور اسے دکھ دینا قرین مصلحت نہ جانتے تھے، حتیٰ کہ اس علاقہ کا ایک خطیب جو دل میں اس سے دشمنی رکھتا تھا اسے ملنے کے لیے آیا اور کہنے لگا خدا خیر کرے میں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے۔ واعظ نے پوچھا پھر کیا گذری اور کیا دیکھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے دیکھا تمہاری آواز بڑی سریلی ہے اور لوگ اسے سن سن کر جھوم رہے تھے، واعظ نے ذرا سوچا پھر کہنے لگا یہ بڑا مبارک خواب ہے جس نے مجھے میرے عیب سے آگاہ کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میری آواز بھدی ہے اور لوگوں کے کانوں پر گراں گزرتی ہے۔ آج سے میں توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اونچی آواز سے خطبہ نہیں پڑھونگا۔

میں ایسے دوست کی دوستی سے نالاں ہوں جو میری برائیوں کو خوبیاں بتائے۔

اور میرے عیبوں میں ہنر و کمال اور کانٹوں میں گلاب و چنبیلی کا رنگ دکھائے۔

؎ کہاں ہے وہ میرا بے باک دشمن
جو میرے عیب سب مجھکو بتائے

حکایت ایک موذن مسجد سنجار میں بے مزہ اذان دیتا تھا اور اس انداز سے کہ سننے والوں کے کانوں پر گراں گزرتی۔ مسجد کا متولی ایک امیر آدمی تھا بڑا ہی نیک دل اور انصاف پسند۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا دل دکھائے۔ کہنے لگا: اے نیک بخت اس مسجد میں بڑے موذن ہیں میں ہر کسی کو پانچ پانچ دینار تنخواہ دیتا ہوں۔ تمہیں دس دینار پیش کرتا ہوں تاکہ تم کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ موذن نے اس کی بات مان لی اور چلا گیا۔ کچھ عرصے بعد سر راہے امیر متولی سے ملاقات ہوگئی۔ کہنے لگا اے امیر تو نے بڑا ظلم کیا کہ مجھے دس دینار دیکر ہی رخصت کر دیا۔ جہاں اب گیا ہوں وہ لوگ مجھے بیس دینار دینے کی پیشکش کر رہے ہیں تاکہ دوسری جگہ چلا جاؤں مگر میں نہیں مانتا۔ امیر مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ کہنے لگا ہرگز نہ لینا۔ اڑے رہنا۔ وہ تمہیں پچاس دینار دینے پر بھی راضی ہو جائیں گے۔

ٹھوس پتھر پر سے کوئی اس طرح مٹی کو نہیں چھیلتا
جیسے کہ تیری کریہہ آواز دلوں کو چھیلتی ہے۔

حکایت ایک بھدی آواز والا آدمی بلند آواز سے قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ ایک صاحبدل کا ادھر سے گزر ہوا۔ پوچھا تمہیں کیا ماہوار ملتا ہے بولا کچھ بھی نہیں۔ بزرگ نے کہا پھر اپنے آپ کو اتنی زحمت کاہے کو دیتے ہو۔ بولا میں خدا کے واسطے پڑھتا ہوں۔ بزرگ نے کہا واسطہ خدا کا نہ پڑھو۔

اگر تم اسی طور سے قرآن مجید پڑھوگے۔ تو یقیناً اسلام کی رونق کو کم کروگے۔

باب پنجم
در عشق و جوانی

حکایت حسن میمندی را گفتند: سلطان محمود چندین بندهٔ صاحب جمال دارد که هر یکی بدیع جهانی اند. چگونه افتاده است که با هیچ یک از ایشان میل و محبتی ندارد چنانکه با ایاز؟ که زیادت حسنی ندارد. گفت: هر چه در دل فرود آید در دیده نکو نماید.

هر که سلطان مرید او باشد　　گر همه بد کند، نکو باشد
وانکه را پادشه بیندازد　　کسش از خیل خانه ننوازد

کسی بدیدهٔ انکار اگر نگاه کند　　نشانِ صورت یوسف دهد بناخوبی
وگر بچشمِ ارادت نگه کنی در دیو　　فرشته ایت نماید بچشم کرّوبی

حکایت گویند خواجه ای را، بنده ای بود نادرالحسن و با وی بسبیلِ مودّت نظری داشت، با یکی از دوستان گفت: دریغ این بنده، با حسن و شمائلی که دارد، اگر زبان درازی و بی ادبی نکردی، گفت: ای برادر، چو اقرار دوستی کردی توقع خدمت مدار، که چون عاشق و معشوقی درمیان آمد مالک و مملوکی برخاست.

خواجه با بندهٔ پری رخسار　　چون در آمد ببازی و خنده
نه عجب کو چو خواجه حکم کند　　وین کشد بارِ ناز چون بنده

غلام آبکش باید و خشت زن　　بود بندهٔ نازنین مشت زن

حکایت پارسائی را دیدم بمحبت شخصی گرفتار، نه طاقت صبر و نه یارای گفتار، چندانکه ملامت دیدی و غرامت کشیدی ترک تصابی نگفتی و گفتی:

پانچواں باب

عشق و جوانی کے بارے میں

حکایت حسن میمندی سے لوگوں نے پوچھا کہ سلطان محمود کے پاس کتنے ہی حسین و جمیل غلام ہیں جن میں سے ہر کوئی عجوبۂ روزگار ہے۔ پھر یہ سمجھ نہیں آتی کہ اسے کسی سے اتنا لگاؤ اور پیار نہیں جتنا کہ ایاز سے حالانکہ وہ کوئی اتنا حسین بھی نہیں۔ حسن نے کہا جو دل میں اُتر جائے وہ خوبصورت نظر آئے۔

جس کا بادشاہ قائل ہو اُس کی بُری بات بھی اُسے بھلی معلوم ہو گی۔
اور بادشاہ جس سے نظریں پھیرے وہ اپنوں کی نظروں میں بھی گر جاتا ہے۔

نفرت کی نظر سے دیکھنے والا صورت یوسف میں بھی عیب نکال دے۔
عقیدت کی نظر سے دیو کو دیکھو فرشتوں کے حسن کی جھلکی نظر آئے گی۔ اور فرشتہ بھی وہ جو مقرب فرشتوں کی سی نظر کا مالک ہو۔

حکایت کہتے ہیں کہ کسی آقا کے پاس ایک غلام تھا جو حسن میں اپنی مثال آپ تھا۔ وہ ہمیشہ اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا۔ اپنے ایک دوست سے کہنے لگا کاش کہ حسن کا یہ دیوتا زبان دراز اور گستاخ نہ ہوتا۔ دوست نے جواب دیا بھائی صاحب محبت کا عہد و پیمان باندھنے کے بعد اس سے خدمت کی توقع نہ رکھو۔ جب عاشقی و معشوقی تشریف لائی تو چاکری اور آقائی رخصت ہو گئی۔

آقا اگر اپنے پری چہرہ غلام سے شوخی و دل لگی کرنے لگ جائے،
تو پھر حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ وہ غلام اُلٹا آقا کی طرح حکم چلائے اور آقا چاکر کی طرح اُس کے ناز اٹھائے۔

غلام ایسا سخت جان ہونا چاہیے جو تمہارے لیے سقائی بھی کر گزرے اور مٹی گارے سے اینٹیں بھی بنائے، نازنین اور نخریلا غلام تو دھول دھپے پر اتر آتا ہے۔

حکایت میں نے دیکھا ایک پارسا کا دل کسی محبوب کی محبت میں گرفتار تھا، نہ صبر کی استطاعت، اور نہ لوگوں کی جلی کٹی سن کر کچھ کہنے کی ہمت لوگوں کی لعن طعن سنتا، چوٹ پہ چوٹ کھاتا، مگر ترکِ محبت کا کبھی خیال تک نہ لاتا اور کہتا تو یہ :۔

کوته نکنم ز دامنت دست   در خود بزنی به تیغ تیزم

بعد از تو ملاذ و ملجائم نیست   هم در تو گریزم ار گریزم

باری ملامتش کردم وگفتم: عقل نفیست را چه شد تا نفسِ خسیس غالب آمد؟ زمانی بفکرت فرورفت وگفت:

هر کجا سلطانِ عشق آمد، نماند   قوتِ بازوی تقویٰ را محل

پاکدامن چون زید، بیچاره؟   اوفتاده تا گریبان در وحل

حکایت یکی را دل از دست رفته بود وترکِ جان گفته ومطمح نظرش جائی خطرناک و ورطه هلاک، نه لقمه که مصور شدی که بکام آید یا مرغی که بدام افتد:

چو در چشم شاهد نیاید زرت   زر و خاک یکسان نماید برت

باری بنصیحتش گفتند: ازین خیال محال تجنّب کن، که خلقی هم بدین هوس که تو داری اسیرند و پای در زنجیر.

بنالید وگفت:

دوستان، گو، نصیحتم مکنید   که مرا دیده بر ارادت اوست

جنگ جویان بزور پنجه و کتف   دشمنان را کشند و خوبان دوست

شرطِ مودّت نباشد باندیشهٔ جان، دل از مهرِ جانان برگرفتن،

تو که در بندِ خویشتن باشی   عشقبازی، دروغ زن باشی

گر نشاید بدوست ره بردن   شرطِ یاریست در طلب مردن

گر دست رسد که آستینش گیرم   ورنه بروم بر آستانش میرم

متعلّقان را که نظر درکار او بود وشفقت بروزگار او، پندش دادند و بندش نهادند، سودی نکرد.

دردا! که طبیب صبر میفرماید   وین نفس حریص را شکر می باید

آن شنیدی که شاهدی بنهفت   با دلِ از دست رفته میگفت

تا ترا قدرِ خویشتن باشد   پیشِ چشمت چه قدر من باشد؟

آورده اند که مر آن پادشاه زاده را که ملموح نظر او بود، خبر کردند که، جوانی بر سر این میدان مداومت می نماید، خوش طبع وشیرین زبان، سخنهای لطیف میگوید ونکته های بدیع ازو می شنوند. چنین معلوم می شود که دل آشفته است و شوری در سر دارد. پسر دانست که دل آویختهٔ اوست واین گردِ بلا انگیختهٔ او، مرکب بجانب او راند. چون دید

میں تیرا دامن کبھی نہیں چھوڑوں گا چاہے تو تیز تلوار سے مجھے موت کے گھاٹ اتار دے۔

تیرے سوا میرا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اگر گریز کیا بھی تو میں کروں گا تیری ہی جانب گریز۔

ایک دفعہ میں نے اسے لعن طعن کرتے ہوئے کہا کہ تیری عقل نفیس کو کیا ہوا کہ پاپی نفس یوں مسلّط ہوگیا۔ ذرا دیر سوچ میں کھویا رہا پھر بولا۔

جہاں سُلطانِ عشق آ پہنچے، وہاں زہد و تقویٰ کی کیا مجال؟

جس کا گریبان تک کیچڑ میں لتھڑا ہوا ہو وہ دامن کو تر ہونے سے بچائے تو کیسے۔؟

حکایت کوئی بیچارہ، کسی کو دل دے کر جان ہار بیٹھا لیکن آنکھ خطرناک جگہ پر پڑی تھی جہاں جان جانے کا امکان تھا۔ وہ نوالہ نہ تھا کہ صورت پذیر ہوتا اور منہ میں چلا آتا اور نہ پرندہ تھا جو جال میں آگرتا۔

حسن بے پرواہ اگر زر و مال سے بے نیاز ہو تو عاشق کے لیے سیپی اور موتی دونوں ایک برابر۔

ایک دفعہ لوگوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اس خلل کو دماغ سے نکال دو کیونکہ فقط تمہی نہیں اک دنیا زلف محبوب کی اسیر ہے بہتوں کے پاؤں میں یہی زنجیر ہے۔ بچارہ رو پڑا اور کہنے لگا۔

دوستوں سے کہہ دو کہ مجھے نصیحت نہ کریں مجھے تو فقط دوست کی رضا درکار ہے۔

جنگجو سپاہی تو اپنے زورِ بازو سے دشمنوں کو گھائل کرتے ہیں اور پری چہرہ محبوب دوستوں کو۔

محض جان کے ڈر سے دوست سے منہ موڑ لینا اور رشتۂ اُلفت توڑ لینا کہاں کی دوستی ہے۔

تو کہ تجھے اپنی ہی فکر دامن گیر ہے۔ تو عاشق کہلاتا ہے تو جھوٹا ہے۔

اگر دوست تک رسائی ممکن نہ ہو۔ تو راہ طلب میں جان دے دینا ہی شرط محبت ہے۔

یار کے آستین تک ہاتھ پہنچ سکے تو زہے نصیب، اور اگر نہیں تو پھر جا کے اُس کے آستان پہ جان دے دوں گا۔

عزیزوں نے بھی اس پہ کڑی نظر رکھی ہوئی تھی اور اس کے حالِ زار پہ رحم بھی کھاتے تھے، انہوں نے بہت سمجھایا، بندشیں لگائیں مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

صد حیف کہ طبیب صبر تجویز کرتا ہے۔ اور یہ نفس حریص شکر (شیریں لب) کا طالب ہے۔

کیا تو نے سُنا کہ ایک معشوق نے اپنے چاہنے والے کو رازداری سے کہا

کہ جب تک تیرے دل میں اپنی قدر کا پاس ہے ہماری قدر کا کیا احساس ہوگا؟

کہتے ہیں کہ جس شہزادے پہ اس کا دل آیا ہوا تھا اور جس کا خیال اس کے دل میں سمایا ہوا تھا، اُسے لوگوں نے آگاہ کیا کہ ایک نوجوان جو اس میدان میں ہمیشہ گھومتا نظر آتا ہے خوبرو اور خوش طبع، شیریں زبان اور خوش بیان ہے بڑی رس بھری باتیں کرتا ہے اور اسکی زبان سے بڑی نادر باتیں سننے میں آتی ہیں معلوم یوں دیتا ہے کہ دل ہار چکا ہے اور سر میں عشق کا سودا ہے۔ شہزادہ تاڑ گیا کہ اس درد آشنا کا دل ادھر ہی اٹکا ہوا ہے میرے حسن کی کشش ہی سے یہ آندھی چڑھی ہے، گھوڑے

که بنزدیک او عزم آمدن دارد بگریست و گفت:

آنکس که مرا بکشت، باز آمد پیش   مانا که دلش بسوخت برکشتهٔ خویش

چندانکه ملاطفت کرد و پرسیدش که، از کجایی و چه نامی و چه صنعت دانی؟ در قعرِ بحرِ مودّت چنان غریق بود که مجالِ نفس زدن نداشت.

اگر خود هفت سبع از بر بخوانی   چو آشفتی ا، ب، ت ندانی

گفتا: سخنی با من چرا نگویی؟ که هم از حلقهٔ درویشانم، بلکه حلقه بگوش ایشانم. آنگه بقوت استیناس محبوب از میان تلاطم امواج محبت سر برآورد و گفت:

عجب است، با وجودت، که وجود من بماند   تو بگفتن اندر آیی و مرا سخن بماند

این بگفت و نعره بزد و جان بحق تسلیم کرد.

عجب از کشته نباشد بدر خیمهٔ دوست   عجب از زنده که، چون جان بدر آورد سلیم؟

حکایت یکی را از متعلّمان کمال بهجتی بود و طیب لهجتی و معلم، از آنجا که حس بشریت است، با حسن بشرهٔ او معاملتی داشت: زجر و توبیخی، که بر کودکان کردی، در حق وی روا نداشتی و وقتیکه بخلوتش دریافتی، گفتی:

نه آنچنان بتو مشغولم، ای بهشتی رُوی   که یاد خویشتنم در ضمیر می آید
ز دیدنت نتوانم که دیده بر بندم   وگر مقابله بینم که تیر می آید

باری پسر گفت، آنچنان که در آداب درس من نظر میفرمایی در آداب نفسم نیز تأمل فرمای، تا اگر در اخلاقِ من ناپسندی بینی، که مرا آن پسندیده همی نماید، بر آنم اطلاع فرمای، تا به تبدیل آن سعی کنم. گفت: ای پسر، این سخن از دیگری پرس، که آن نظر که مرا باتست جز هنر نمی بینم.

چشم بد اندیش، که بر کنده بادا!   عیب نماید هنرش در نظر
ور هنری داری و هفتاد عیب   دوست نه بیند بجز آن یک هنر

حکایت شبی یاد دارم که، یاری عزیز از در درآمد، چنان بیخود از جای برجستم که چراغم باستین کشته شد.

سری طیف من یجلو بطلعته الدجی   شگفت آمد از بختم که این دولت از کجا!؟

بنشست و عتاب آغاز کرد که، مرا در حال که بدیدی چراغ بکشتی بچه معنی؟ گفتم، بدو معنی: یکی آنکه گمان بردم

پر سوار ہو کر اُدھر کا رُخ کیا، جب اُس نے دیکھا کہ وہ اس کے قریب آنے کا ارادہ کیے ہوئے ہے رو دیا اور کہنے لگا۔

جس نے میری جان لی وہ مہ جمال آہی گیا اپنے کشتہ کا مگر اُس کو خیال آہی گیا

شہزادہ بڑی شفقت سے پیش آیا اور پیار سے پُوچھا؟ نام کیا ہے؟ کہاں سے آئے؟ کام کیا ہے؟ مگر وہ دریائے عشق کی گہرائیوں میں یُوں غرق تھا کہ سالس کا یارانہ تھا،

خواہ تجھے پُورا قرآن نوک زبان کیوں نہ ہو جب عاشق ہو جاؤ گے تو الف، ب، ت بھی بھُول جاؤ گے۔

شہزادے نے کہا ہم سے بات کیوں نہیں کرتے، ہم بھی درویش ہیں بلکہ درویشوں کے غلام بے دام، محبُوب کی دلجوئی سے ہمت ہوئی اس نے بھی عشق کی ان طوفانی موجوں سے سر اُوپر اٹھایا اور کہا :-

اے دوست جہاں تو ہو میری ہستی کا کیا سوال اور تو زباں کھولے تو مجھے بولنے کی کیا مجال

یہ کہا، آہ کھینچی اور جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

آستانۂ دوست پہ مرنے والوں پہ کیا تعجب! حیرت تو ان زندوں پہ ہے جو جاں بچا کر آ گئے۔

حکایت ایک طالب علم انتہائی خوبرو اور پاکیزہ گفتار تھا۔ انسانی کمزوری سمجھیے استاد اُس کے حسن وصورت کا والا و شیدا تھا دوسرے شاگردوں کو جو ڈانٹ ڈپٹ پلاتا اس کے حق میں کبھی روا نہ سمجھتا جب کبھی خلوت میسر ہوتی تو صاف کہہ دیتا۔

اے جنت نگاہ، میں تیرے خیال میں کچھ ایسا کھو گیا ہُوں کہ خود اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو گیا ہوں۔

تجھے دیکھ رہا ہُوں اور سامنے سے تیر آ رہا ہو تو بھی آنکھ نہ جھپکوں !!

ایک دن لڑکے نے کہا جس طرح آپ میری تعلیم پر توجہ دیتے ہیں کیا ہی بھلا ہو اگر میری باطنی اصلاح کی تدبیر بھی کریں۔ میرے اخلاق کی کوئی ایسی بات جو مجھے تو پسند ہو اور آپ کو ناپسند اس سے مجھے بھی مطلع فرمایئں۔ تاکہ اصلاح کی کوشش کروں، استاد نے کہا بیٹا یہ کسی اور سے پوچھ۔ میں تجھے جس نگاہ سے دیکھتا ہُوں سوائے خوبی کے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

خدا کرے اُس بد اندیش کی آنکھ پھُوٹ جائے جسے دوسروں کی خوبی بھی خامی ہی نظر آتی ہے۔

تجھ میں خواہ ستر عیب ہُوں اور فقط ایک خوبی دوست کو اُس خوبی کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا۔

حکایت مجھے یاد ہے ایک رات میرا یارِ عزیز دروازے سے داخل ہوا، بیخودی کے عالم میں یوں لپک کر اپنی جگہ سے اٹھا کہ اپنی ہی آستین سے چراغ بجھ گیا۔ رات اسکا خیال آیا جو اپنے حُسنِ طلعت سے اندھیرے کو روشنی میں بدل دیتا ہے۔ میں اپنے پر حیران (آج یہ چاند کدھر سے نکلا) بیٹھتے ہی بگڑ کر کہا کہ مجھے دیکھتے ہی دیا گل کر دیا۔ کیا مطلب؟ میں نے کہا اس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں نے سمجھا کہ سُورج نکل آیا اور

که آفتاب برآمد و دیگر آنکه این یتیم بخاطر بگذشت :

چون گرانی به پیش شمع آید — خیزش اندر میان جمع بکش
ور شکرخنده ایست شیرین لب — آستینش بگیر و شمع بکش

حکایت یکی دوستی را که زمانها ندیده بود گفت : کجائی؟ که مشتاق بوده ام. گفت : مشتاقی به که ملولی

دیر آمدی ، ای نگارِ سرمست — زودت ندهیم دامن از دست
معشوق که دیر دیر بینند — آخر کم از آنکه سیر بینند

حکمت شاهد که با رفیقان آید بجفا کردن آمده است ، بحکم آنکه از غیرت و مضادّت خالی نباشد.

اذا جئتنی فی رفقة لتزورنی — وان جئت فی صلح فانت محارب
بیک نفس، که برآمیخت یار با اغیار — بسی نماند که غیرت وجودِ من بکشد
بخنده گفت، کِه من شمعِ جمعم ای سعدی — مرا از آنچه که پروانه خویشتن بکشد؟

حکایت یاد دارم که در ایام پیشین من و دوستی چون دو بادام مغز در پوستی صحبت داشتیم. ناگاه اتفاق مغیب افتاد. پس از مدتی که باز آمد عتاب آغاز کرد که، در این مدت قاصدی نفرستادی. گفتم : دریغ آمدم که دیدهٔ قاصد بجمالِ تو روشن گردد و من محروم :

یار دیرینه، مرا گو ، بزبان توبه مده — که مرا توبه بشمشیر نخواهد بودن
رشکم آید که، کسی سیر نگه در تو کند — باز گویم ، نه ، که کس سیر نخواهد بودن

حکایت دانشمندی را دیدم بکسی مبتلا شده و رازش از پرده بر ملا افتاده. جورِ فراوان بردی و تحملِ بیکران کردی. باری بلطافتش گفتم : که ترا در مودت این منظور علتی و بنای محبت، بر ذلتی نیست. باوجود چنین معنی لائق قدرِ علما نباشد خود را متهم گردانیدن و جورِ بی ادبان بردن. گفت : ای یار ، دستِ عتاب از دامنِ روزگارم بدار. بارها درین مصلحت، که تو بینی، اندیشه کردم و صبر بر جفایِ او سهل تر آید همی که صبر از نادیدن او ، و حکیمان گویند : دل بر مجاهده نهادن آسان تر است که چشم از مشاهده بر گرفتن

هر که بی او بسر نشاید برد — گر جفایی کند بباید برد

دوسری وجہ یہ کہ مجھے یہ شعر یاد آگیا :-

شمع کے سامنے اگر کوئی بدشکل آجائے تو اسے گھسیٹ کر باہر لوگوں کے ریلے میں دھکیل دے۔

اگر کوئی رسیلے ہونٹوں والا مسکراتا آئے تو اس کا آستین تھام لے اور شمع کو گل کر دے۔

حکایت مدتوں سے بچھڑے ہوئے دوست کو ملنے پر دوسرے دوست نے کہا اتنی مدت کہاں رہے میں تو تمہاری شکل دیکھنے کو ترس گیا تھا دوست نے جواب دیا۔ ملنے کیلئے اشتیاق بہتر کہ بیزاری ؟ اے راحتِ جاں! بعد مدت کے لائے ہو تشریف اب میرا ہاتھ اور تمہارا دامن اب جلد نہ جانے دوں گا،

دوست کے ملنے میں دیر ہو جائے تو یہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ اسے بار بار ملنے سے جی سیر ہو جائے۔

حکمت محبوب جو اپنے ہم جولیوں کے ساتھ آئے وہ تو جفا کرنے کی نیت سے آیا ہے کیونکہ یوں آنا چاہنے والوں کی غیرت اور رقابت کے جذبات کو بھڑکانا ہو گا۔ تو اگر اپنے ہم جولیوں کے ساتھ مجھ سے ملنے کیلئے آیا تو جان لے کہ اگر بعالم صلح بھی آیا تو تیرا مقصود جنگ ہے۔

آہ وہ ایک لمحہ کہ جب یار غیروں سے جا ملا ، قریب تھا کہ غیرت مری جان لے لے۔

وہ کھکھلا کر ہنسا اور بولا اے سعدی میں تو شمع محفل ہوں میری بلا سے پروانہ بچے یا جل جائے۔

حکایت مجھے یاد ہے کہ پچھلے دنوں میں اور ایک دوست باہم اتنے قریب تھے جیسے بادام میں دو مغز۔ پھر اچانک جُدائی آن پڑی۔ ایک مدت کے بعد جب وہ لوٹ کر آیا تو بگڑ کر کہنے لگا اس سارے عرصے میں قاصد تک نہ بھیجا۔ میں نے کہا میں یہ برداشت نہ کر سکا کہ پیامی تو تیرے جلوہ حسن سے مسرور ہو اور میں مہجور :-

میرے اس پرانے یار غار کو سمجھا دو کہ وہ مجھے توبہ کی نصیحت نہ کرے، میں تو تلوار کی نوک سے بھی اس کیلئے آمادہ نہیں ہوں گا۔

مجھے رشک آتا ہے کہ غیر تمہیں جی بھر کر دیکھے پھر سوچتا ہوں کہ اس جنت نگاہ کو دیکھنے سے کس کا جی بھر یگا۔

حکایت میں نے ایک صاحب دانش کو دیکھا کسی کو دل دے بیٹھا۔ محبت کے اس راز کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ گیا۔ بچارے نے بہت ہی ستم اٹھائے، بڑے ہی صبر سے کام لیا۔ ایک دن میں نے بڑی نرمی سے کہا ٹھیک ہے اس محبت میں تیرا مقصود کوئی علت نہیں اور دوستی کی بنیاد کسی لغزش پر استوار نہیں ہوئی۔ مگر اس حقیقت کے باوجود علما کی شایان شان نہیں کہ وہ ہدف تہمت بنیں اور ادب ناآشنا لوگوں کی بدتمیزی برداشت کریں کہنے لگا اے دوست عتاب کا ہاتھ میرے احوال کے دامن سے پرے رکھ۔ تمہاری طرح میں نے بھی اس مصلحت پہ بارہا غور کیا ہے۔ میرے لیے ان جفاؤں کا سہنا آسان ہے مگر اس سے دُور رہنا مشکل اور داناؤں نے ٹھیک ہی تو کہا ہے کہ دل کو سختیاں سہنے پہ آمادہ کرنا آسان ہے مگر آنکھوں کو مشاہدہ سے ہٹانا مشکل۔

جس کے بغیر زندگی کاٹے نہ کٹے، وہ اگر جفا کرے تو برداشت کرو۔

روزی از دست گفتمش زنهار — چند از آنروز گفتم استغفار
نکند دوست زینهار از دوست — دل نهادم بر آنچه خاطر اوست
گر بلطفم بنزد خود خواند — ور بقهرم براند او داند

حکایت در عنفوان جوانی، چنانکه افتد ودانی، باشاهدی سری و سرّی داشتم، بحکم آنکه، خُلقی داشت طَیّبُ الْاَدا وخَلقی کَالْبَدرِ اذا بَدَا

آنکه نباتِ عارضش آبِ حیات میخورد — در شکرش نگه کند هر که نبات میخورد

اتفاقاً بخلاف طبع از وی حرکتی بدیدم که نپسندیدم دامن ازو درکشیدم ومهره برچیدم وگفتم:

برو هرچه می بایدت پیش گیر — سرِ ما نداری، سرِ خویش گیر

شنیدمش که همیرفت ومیگفت:

شب پره اگر وصلِ آفتاب نخواهد — رونقِ بازار آفتاب نکاهد

این بگفت وسفر کرد و پریشانی او درمن اثر

فَقَدْتُ زَمَانَ الْوَصْلِ وَالْمَرْءُ جَاهِلٌ — بِقَدْرِ لَذِیذِ الْعَیْشِ قَبْلَ الْمَصَائِبِ

باز آو مرا بکش که پیشت مُردن — خوشتر که پس از تو زندگانی کردن

اما بشکر ومنّت باری پس ازمدتی باز آمد- بر سیب زنخدانش چون به گردی نشسته ورونقِ بازار حسنش شکسته، متوقع که درکنارش گیرم، کناره گرفتم وگفتم:

آن روز که خطِ شاهدت بود — صاحب نظر از نظر براندی
امروز بیامدی بصلحش — کش فتحه وضمّه بر نشاندی

تازه بهارا، ورقت زرد شد — دیگ منه، کاتشِ ما سرد شد
چند خرامی، وتکبّر کنی؟ — دولتِ پارینه تصوّر کنی؟
پیش کسی رو که طلبگارِ تست — ناز برآن کن که خریدارِ تست

فقط ایک دن میں نے ترکِ محبت کا تہیہ کیا، مگر پھر آج تک خدا جانے کتنی مرتبہ کان پکڑے کہ آئندہ کبھی اس خیال کو پاس بھی نہ پھٹکنے دوں گا۔

دوست کبھی دوست کا دامن نہیں چھوڑتا۔ دل حاضر ہے اب جو بھی مزاجِ یار میں آئے۔

چاہے وہ مہربان ہو کر اپنے پاس بلائے یا قہر و سختی سے ہانک دے اس کی رضا!

حکایت اُٹھتی جوانی میں جو گزرتی ہے تو بھی جانتا ہے۔ مجھے ایک محبوب سے لگاؤ اور نیاز تھا، جس کی طبیعت تھی پاکیزہ اور صورت تھی چودھویں کے چڑھتے ہوئے چاند کی سی۔

جس راحتِ جاں کے رخساروں کے سبزہ میں آبِ حیات کی جھلکیاں ہوں جو بھی شکر خور ہے اس کی مٹھاس پر ضرور مرے گا۔

اس سے خلافِ طبیعت ایک حرکت سرزد ہوئی جو مجھے ایک آنکھ نہ بھائی۔ میں نے اپنا دامن سمیٹا بساطِ محبت کو لپیٹا اور یہ کہہ کر چلتا بنا کہ :۔

میں باز آیا محبت سے اب جو جی میں آئے کرو۔ اگر ہماری پروا نہیں تو پھر جدھر سینگ سمائیں جاؤ۔

میں نے سنا کہ وہ جاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

چمگادڑ اگر سُورج کی ملاقات نہیں چاہتا تو اس سے سُورج کی ضیا پاشیوں میں کوئی فرق نہیں آتا۔

یہ کہہ کر وہ چلتا بنا مگر اس کی آوارہ حالی نے میرے دل پر بڑا اثر کیا

میں نے زمانِ وصل کو بار بار یاد کیا، اور ظاہر ہے کہ مصائب ٹوٹ پڑنے سے قبل آدمی زندگی کے آرام کی قدر و قیمت نہیں جانتا۔

اے دوست لوٹ آ، اور مجھے مار ڈال، کہ تیرے روبرو مر جانا تیرے بغیر زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

پھر خدا کا بڑا کرم اور احسان ہوا کہ اک مدت کے بعد وہ لوٹ آیا اس کے سیب زنخداں پر مٹی جمی تھی، اُس کے حُسن کا پھول مرجھا چکا تھا

اسے توقع تھی کہ میں بغل گیر ہوں گا مگر میں کنارہ گیر ہو گیا اور کہا :۔

جب تک مطلع صاف تھا اہلِ نظر کو تو نے ٹھکرایا،

اب جب کہ خط آنے لگا تو صلح کی امیدیں لے کر آیا۔

اے جانِ بہار، تیرے لال گلابی گال زرد ہو گئے اور میری آتشِ شوق سرد،

اب مہربان نہ ہو یہاں جذبات ٹھنڈے ہو چکے ہیں اب یہ اٹھلانا کیسا اور اترانا کیسا؟ اب تو گذشتہ بہار کے پھول چن رہے ہو۔

جاؤ کسی ایسے چاہنے والے کو ڈھونڈو جو تمہارا طلبگار اور تمہارے ناز نخرے کا خریدار ہو۔

سبزه در باغ گفته اند، خوش است　　دانَد آنکس که این سخن گوید
یعنی از روی نیکوان خط سبز　　دلِ عشاق بیشتر جوید
بوستان تو گندنا زاریست　　بس که بر میکنی و می روید

گر صبر کنی ورنکنی، موی بناگوش　　این دولتِ ایام نکوئی بسر آید
گر دست بجان داشتمی همچو تو بر ریش　　نگذاشتمی تا بقیامت که بر آید

سوال کردم و گفتم، جمال روی تو را　　چه شد که مورچه بر گرد ماه جوشیدست؟
جواب داد ندانم چه بود رویم را　　مگر بماتم حسنم سیاه پوشیدست!

حکایت یکی را پرسیدند از مستعربان بغداد: مَا تَقُولُ فِی الْمُرْدِ؟ گفت: لَاخَیْرَ فِیهِمْ مَادَامَ اَحَدُهُمْ لَطِیفاً یَتَخَاشَنُ فَاِذَا خَشُنَ یَتَلَاطَفُ. یعنی چندانکه خوب و لطیف است درشتی کند و سختی، چون درشت شد تلطف کند و دوستی نماید:

امرد آنگه که خوبروی بود　　تلخ گفتار و تند خوی بود
چون بریش آمد و بلعنت شد　　مردم آمیز و مهر جوی بود

حکایت یکی از علما پرسیدند که، کسی با ماهرویی در خلوت نشسته و درها بسته و رقیبان خفته و نفس طالب و شهوت غالب، چنانکه عرب گوید: اَلتَّمْرُ یَانِعٌ وَالنَّاطُورُ غَیْرُ مَانِعٍ. هیچ باشد که بقوتِ پرهیزگاری ازو بسلامت بماند؟ گفت: اگر از ماهرویان بسلامت بماند از بدگویان نماند:-

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوءِ نَفْسِهِ　　فَمِنْ سُوءِ ظَنِّ الْمُدَّعِی لَیْسَ یَسْلَمُ
شاید پس کار خویشتن بنشستن　　لیکن نتوان زبان مردم بستن

حکایت طوطی را با زاغی در قفس کردند، و از قبح مشاهده او مجاهده میبرد و میگفت: این چه طلعتِ مکروه است و هیأتِ ممقوت و منظرِ ملعون و شمائلِ ناموزون!؟ یَا غُرَابَ الْبَیْنِ یَالَیْتَ بَیْنِی وَبَیْنَکَ

سبھی کہتے ہیں کہ باغ میں سبزہ بڑا سہانا معلوم ہوتا ہے مگر اس کے معنی بھی وہی جانتا ہے جس کا یہ قول ہے۔

حسین چہرے پر جب سبزہ اُگ آتا ہے تو عاشقوں کے دلوں کو اور بھی لبھاتا ہے۔

یہی سبزہ جب خط اور ریش میں بدل جاتا ہے تو اسے جتنا کاٹو اور بڑھتا ہے۔

لال گلابی گالوں پر اس سبزہ خط کو تو رہنے دے یا صفایا کر دے، مگر حسن جوانی کی بہار جا چکی۔

جس طرح تو اس خط کا صفایا کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر میں اپنی جان بچانے کی سعی کرتا تو میں قیامت تک اسے اپنے جسم سے نکلنے نہ دیتا۔

میں نے پوچھا اے دوست تیرے چاند سے مُکھڑے کو کیا ہوا، یوں معلوم ہوتا ہے اس چاند کو چیونٹیوں کا ہالہ لگ گیا۔

جواب ملا مجھے یہ تو خبر نہیں کہ اس مکھڑے پہ کیا گزری پر جانتا ہوں کہ میرے حسن کی سوگواری میں اس نے سیاہ ماتمی لباس پہن لیا ہے۔

حکایت لوگوں نے بغداد کے ایک باشندے سے جو عربی بن بیٹھا تھا، پُوچھا کہ بے ریش لونڈوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے اُس نے کہا خوبی تو کوئی نظر نہیں آتی کیونکہ مسیں بھیگنے کے دنوں میں جب ان کا گداز جسم آنکھوں کو بھاتا اور دل کو لبھاتا ہے تو اخلاق میں کھُردرا پن پایا جاتا ہے، مگر جب جسم میں کھُردرا پن آجاتا ہے تو اخلاق میں نرمی آجاتی ہے جب تک حسین اور نرم و نازک ہوتے ہیں درشتی کا رویہ اختیار کرتے ہیں اور جب کھُردرے ہو جاتے ہیں تو دوستی کا دم بھرتے ہیں۔

بے ریش نوخیز کے حُسن میں جب تک کشش ہوتی ہے وہ بدگفتار ہوتا ہے اور تند مزاج۔

مگر جب خط آجاتا ہے اور نحوست برسنے لگتی ہے اس وقت ملنسار اور مہربان ہو جاتا ہے۔

حکایت کسی عالم سے لوگوں نے پوچھا اگر کوئی پرہیزگار ہو، محبوب ہمکنار ہو، حسن پر نکھار ہو۔ در دریچے مقفل، رقیب گہری نیند سوئے ہوئے ہوں، نفس طالب اور ہوس غالب ہو جیسا کہ کسی عرب کا قول ہے کہ کھجوریں پکی ہوئی ہیں اور ان کے رکھوالے بھی روکنے والے نہیں تو کیا کوئی امکان ہے کہ وہ پرہیزگاری کے بل بوتے پر اس صورتِ حال سے بچ نکلے۔ بولا اگر حسینوں سے بچ بھی نکلے تو بدگویوں سے نہ بچ سکے گا۔

یہ تو ہو سکتا ہے کہ انسان نفس عیار کی بُرائی سے بچ جائے مگر بدخواہ کی بدگمانی سے نہیں بچ سکتا۔

یہ تو ممکن ہے کہ آدمی اپنے ہی کام سے کام رکھے، لیکن لوگوں کا منہ بند کرنا ناممکن !!

حکایت ایک طوطے کو ایک کوے کے ساتھ پنجرے میں بند کر دیا گیا، اس کریہہ منظر کو دیکھ کر جی ہی جی میں کُڑھتا اور کہتا دُہائی ہے کتنی مکروہ شکل پائی ہے۔ یہ منحوس بین نقشہ، یہ کالی کلوٹی بھدی اور بھونڈی صُورت۔ اے کوے، اے نحوست کی علامت، کاش میرے اور

بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ -

علی الصباح بروی تو هر که برخیزد		صباح روز سلامت براو مسا باشد
بد اختری چو تو در صحبتِ تو بایستی		ولی چنانکه توئی در جهان کجا باشد؟

عجب آنکه غراب هم از مجاورتِ طوطی بجان آمده بود و ملول شده ، لاحول کنان از گردش گیتی همی نالید و دستهای تغابن بر یکدیگر همی مالید، که : این چه بخت نگون است وطالع دون و ایام بوقلمون ؟ لائق قدر من آنستی که با زاغی بدیوار باغی ، خرامان همیرفتمی -

پارسا را بس اینقدر زندان		که بود هم طویلهٔ رندان

تا چه گناه کردم که روزگارم بعقوبت آن در سلک صحبت چنین ابلهی خود رای ، ناجنس خیره درای ، بچنین بند بلا مبتلا گردانیده است ؟

کس نیاید بپای دیواری		که برآن صورتت نگار کنند
گر ترا در بهشت باشد جای		دیگران دوزخ اختیار کنند

این ضرب المثل بدان آوردم تا بدانی که ، صدچندان که دانا را از نادان نفرت است ، نادان را از دانا وحشت ،

زاهدی در سماع رندان بود		زان میان گفت شاهدی بلخی
گر ملولی ز ما ، ترش منشین		که تو هم درمیانِ ما تلخی!

جمعی چو گل و لاله بهم پیوسته		تو هیزم خشک درمیانی رسته
چون باد مخالف وچو سرما ناخوش		چون برف نشستهَ وچون یخ بسته

حکایت رفیقی داشتم که سالها باهم سفر کرده بودیم و نمک خورده و بیکران حقوق صحبت ثابت شده ، آخر بسببی نفعی اندک آزارِ خاطر من روا داشت و دوستی سپری شد وبا این همه از دوطرف دلبستگی بود، که شنیدم : روزی دوبیت از سخنانِ من درمجمعی همی گفتند :

نگار من چو در آید بخندهٔ نمکین		نمک زیاد کند بر جراحتِ ریشان
چه بودی ار سرِ زلفش بدستم افتادی ؟		چو آستینِ کریمان بدستِ درویشان

طائفهٔ دوستان برلطفِ این سخن ، نه که برحسنِ سیرتِ خویش ، گواهی همی داده بودند و آفرین برده و اوهم در آن

تیرے درمیان مشرق و مغرب کے فاصلے ہوتے۔

جو صبحدم اُٹھتے ہی تیرا چہرہ دیکھے جو قسمت کا مارا صبح سویرے تجھ ایسے کل موئے کو دیکھ پائے تو اس کے سلامتی کے دن کی صبح بھی شام ہو کر رہ جاتی ہے۔

تیری صحبت میں تو کوئی تجھ جیسا منحوس ہی ہونا چاہیے مگر مشکل تو یہ ہے تیرے جیسا جہان میں اور ہے کہاں ؟

حیرت کی بات کہ اُدھر کوّا بھی طوطے کی ہمسائیگی سے تنگ بلکہ بیزار تھا۔ لاحول پڑھتا اور دنوں کے ہیر پھیر کا نوحہ کرتا اور دستِ حسرت ملتا ہوا کہتا کتنی بدنصیبی ہے اور کس قدر شومیٔ قسمت، بُرے دنوں کا عجب چکر ـــــ یہ کیا انقلابِ زمانہ ہے میں تو اس لائق تھا کہ میں کسی کوّے کے ساتھ باغ کی دیوار پر ٹہلتا پھرتا۔

۶ پارسا کو صحبتِ رنداں نہیں زنداں سے کم

نہ جانے مجھ سے کیا تقصیر ہوئی جو تقدیر نے گھیر کر ایسے سرپھرے، ناجنس، نابکار اور احمق کی صحبت میں ٹھونس دیا۔

جس دیوار پر تیری منحوس تصویر ہو گی لوگ اس کے سائے سے بھی بھاگیں گے۔

اور اگر تجھے جنت میں جانا نصیب ہوا تو دوسرے دوزخ کی راہ لیں گے۔

یہ حکایت میں نے اس لیے بیان کی ہے تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ جتنی نفرت دانا کو ناداں سے ہوتی ہے اس سے سو گنا وحشت نادان کو دانا سے ہوتی ہے۔

رندوں کی محفلِ سماع میں ایک پارسا بھی کہیں سے آ پھنسا۔ محفل میں موجود ایک بلخی معشوق نے کہا،

تم اگر ہم سے بیزار ہو تو ناک بھوں مت چڑھاؤ۔ تم بھی ہمارے لیے ناگوار ہو

رند تو باہم یوں گھل مل کر بیٹھے ہوتے ہیں جیسے خیاباں میں گل و لالہ کی ایک ٹولی، مگر تو اس پھولوں کے سہانے تختے میں ٹھنٹھ ببول کی طرح ہے یا بادِ مخالف اور یخ سردی کی طرح ناگوار۔ (اٹھنے کا نام نہیں لیتے ہو) برف کی طرح بیٹھ گئے ہو اور یخ کی طرح چپک گئے ہو۔

حکایت میرا ایک دوست تھا ہم دونوں کئی سال ہمسفر رہے۔ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہے۔ مدتوں اس کا نمک کھایا تھا۔ حق بات تو یہ ہے کہ دوستی کے بے حساب حقوق ایک دوسرے کی گردن پر تھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ تھوڑے سے ذاتی نفع کی خاطر اس نے میرا دل دکھانے سے دریغ نہ کیا اور دوستی ختم ہو گئی مگر اس کے باوجود دونوں جانب لگاؤ بدستور قائم رہا۔ میں نے سنا کہ ایک دن کسی محفل میں میرے دو شعر پڑھے جا رہے تھے :-

میرا محبوب اپنی نمکین مسکراہٹوں سے زخمی دلوں پر نمک پاشی کرتا ہے

جس طرح سائل سخی کا دامن تھام لیتے ہیں کاش میں بھی اُس کی زلف کو اپنے ہاتھوں میں تھام سکتا۔

یار دوستوں کا یہ گروہ پاسِ دوستی کیلئے نہیں بلکہ واقعتاً ان اشعار کی شعری خوبیوں پر جھوم رہے تھے اور داد دے رہے تھے، وہ بھی دوسروں سے بڑھ

جمله مبالغه کرده بود و بر فوت صحبت دیرین تاسف خورده و بخطای خویش اعتراف نموده، معلوم کردم که از طرفی او هم رغبتی هست، این بیتها بفرستادم و صلح کردیم:

نه مارا درمیان عهد و وفا بود؟ جفا کردی و بد عهدی نمودی
بیک بار از جهان دل در تو بستم ندانستم که بر گردی بزودی
هنوزت گر سر صلحست، باز آی کز آن مقبول تر باشی که بودی

حکایت یکی را زنی صاحب جمال جوان درگذشت و مادر زن فرتوت بعلّت کابین در خانه متمکن بماند مرد از محاورت او بجان رنجیدی و از مجاورت او چاره ندیدی، تا گروهی آشنایان بپرسیدن آمدندش، یکی گفتا، چگونه در مفارقت یار عزیز؟ گفت: نادیدن زن برمن چنان دشوار نمی آید که دیدن مادر زن!

گل بتاراج رفت و خار بماند گنج برداشتند و مار بماند
دیده بر تارک سنان دیدن خوشتر از روی دشمنان دیدن
واجب است از هزار دوست برید تا یکی دشمنت نباید دید

حکایت یاد دارم که در ایام جوانی گذر داشتم بکوئی و نظر بر روئی، در تموزی که حرورش دهان بخوشانیدی و سمومش مغز استخوان بجوشانیدی، از ضعف بشریت تاب آفتاب هجیر نیاوردم و التجا بسایهٔ دیواری کردم، مترقب که کسی حر تموز از من ببرد، آبی فرو نشاند، که همی ناگاه از ظلمت دهلیز خانه روشنی بتافت - یعنی جمالی که زبان فصاحت از بیان صباحت او عاجز آید، چنانکه در شب تاری صبح برآید، یا آب حیات از ظلمات بدر آید، قدحی برفآب بردست و شکر در آن ریخته و بعرق برآمیخته، ندانم بگلابش مطیب کرده بود یا قطرهٔ چند از گل رویش در آن چکیده - فی الجمله شراب از دست نگارینش برگرفتم و بخوردم و عمر از سر گرفتم:

ظمأ بقلبی لا یکاد یسیغه رشف الزلال ولو شربت بحورا

خرم آن فرخنده طالع را، که چشم بر چنین روی اوفتد هر بامداد
مست می بیدار گردد نیم شب مست ساقی روز محشر بامداد

چڑھ کو تحسین و آفرین کر رہا تھا، بیتے ہوئے دنوں کی رفاقت کے ختم ہو جانے پر افسوس کرتے ہوئے اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا، مجھے جب معلوم ہوا کہ وہ دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی طرف مائل ہے تو میں نے اسے یہ اشعار لکھ بھیجے اور صلح کر لی۔

کیا ہم نے باہم اُلفت کا عہد نہ باندھا تھا، یہ تمہیں تھے جن نے وفاؤں کے بدلے جفا کی اور اس عہد کو توڑ دیا۔

میں نے تو دنیا بھر سے منہ موڑ کر تم سے ناطہ جوڑا تھا مجھے کیا خبر تھی کہ تم بے رُخی کر کے اتنی جلدی پینترا بدل جاؤ گے۔

اب بھی اگر صلح کا ارادہ اور ملنے کی خواہش ہے تو لوٹ آؤ، تم مجھے پہلے سے بھی زیادہ قبول و محبوب ہو گے۔

حکایت ایک آدمی کی خوبصورت بیوی عین جوانی میں مر گئی، اور بڑھیا کھوسٹ ساس حق مہر و جہیز کے تصفیہ کیلئے اُس کے گھر میں براجمان رہی۔ بچارہ اُس کی باتوں سے زچ پڑ گیا دِلی کوفت ہوتی مگر فرار کی کوئی راہ نہ تھی، حتیٰ کہ اس کے یاروں کی ایک منڈلی حال احوال پوچھنے آئی۔ ایک نے کہا کہ یارِ عزیز کے اُٹھ جانے کے بعد کیسے گزر رہی ہے، کہنے لگا:- بیوی کو گھر میں نہ دیکھ سکنا میرے لیے اتنا گراں بار نہیں جتنا کہ بیوی کی ماں کو دیکھتے رہنا۔

پھول تو اڑا لیا گیا نکیلا کانٹا باقی رہ گیا۔ گویا خزانہ تو لُٹ گیا اور سانپ رہ گیا۔

آنکھوں کو نیزے کی انی پر دیکھنا آسان ہے مگر کسی دشمن کا چہرہ دیکھنا سخت دشوار۔

ہزار احباب سے قطع تعلق کر کے بھی اگر ایک دشمن کی صورت دیکھنے سے نجات مل سکے تو عین واجب ہے۔

حکایت مجھے یاد ہے جوانی کے دنوں میں ایک گلی میری گزرگاہ بن گئی تھی، اور ایک چہرہ منظور نظر تھا، گرمی کا موسم، جولائی کا مہینہ، بلا کی گرمی، زبان سوکھ کر کانٹا ہو رہی تھی۔ ہڈیوں کے گودے کو اُبال کر رکھ دینے والی گرم لُو چل رہی تھی، کم ہمتی کے باعث میں ہجیر کے اس دہکتے ہوئے سُورج کی تاب نہ لا سکا اور اس امید پہ ایک دیوار کے سائے میں جا کھڑا ہوا کہ شاید کوئی پانی کے چند گھونٹوں سے میری پیاس بجھائے اور اس بے پناہ گرمی سے میری جان چھڑائے۔ اچانک ایک گھر کی ڈیوڑھی کے اندھیرے سے روشنی کی ایک کرن چمکی، حسن کی ایک دیوی جس کے حُسن کی صباحتوں اور رنگتوں کو بیان کرنے سے زبان قاصر، یوں نظر آئی جیسے اندھیری رات میں پو پھٹنے پہ سفیدی نمودار ہو یا گھٹا ٹوپ گھُپ اندھیرے میں آبِ حیات آشکار۔ برف آلود ٹھنڈے میٹھے شربت کا گلاس جس میں عرقِ گلاب کی آمیزش تھی، اپنے نقرئی ہاتھوں میں تھامے سامنے آئی، نہ جانے اس میں واقعی عرقِ گلاب کی ملاوٹ تھی یا اس کے اپنے سُرخ گلابی گالوں کے چند معطر قطرے اس میں گھُل مل گئے تھے، مختصر یہ کہ میں نے وہ مشروب اسکے مرمریں ہاتھوں سے لے کر پی لیا اور جان میں جان آئی۔

مگر دل میں جو آگ بھڑک اٹھی وہ تو دنیا بھر کے صاف شفاف سمندروں کے پانی پی کر بھی بجھنے کی نہ تھی۔

جو منہ دیکھے ترا ہر صبح اٹھ کر مبارک آنکھ اس شخص کی ہے
مگر مستانِ ساقی صبحِ محشر اٹھیں گے مستِ بادہ نصف شب کو

حکایت سالی محمد خوارزم شاه باختا برای مصلحتی صلح اختیار کرد - بجامع کاشغر در آمدم، پسری دیدم نحوی، در غایتِ جمال و نهایتِ اعتدال، چنانکه در امثالِ او گویند :-

معلّمت همه شوخی و دلبری آموخت — جفا و ناز و عتاب و ستمگری آموخت

من آدمی بچنین شکل و خوی و قد و روش — ندیده ام، مگر این شیوه از پری آموخت

مقدمهٔ نحو زمخشری در دست داشت و همی خواند : ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً وَکَانَ الْمُتَعَدِّی عَمْرواً گفتم، ای پسر، خوارزم و ختا صلح کردند و زید و عمر را همچنان خصومت باقی است، بخندید و مولدم پرسید، گفتم، خاکِ شیراز، گفت : از سخنان سعدی چه داری؟ گفتم :

بُلِیتُ بِنَحْوِیٍّ یَصُولُ مُغَاضِباً — عَلَیَّ کَزَیْدٍ فِی مُقَابَلَةِ الْعَمْرو

عَلَی جَرِّ ذَیْلٍ لَیْسَ یَرْفَعُ رَأْسَهُ — وَهَلْ یَسْتَقِیمُ الرَّفْعُ مِنْ عَامِلِ الْجَرِّ

لختی باندیشه فرو رفت و گفت : غالب اشعار او در این سرزمین بزبان پارسی ست، اگر بگوئی بفهم نزدیکتر باشد، کَلِّمِ النَّاسَ عَلَی قَدْرِ عُقُولِهِمْ - گفتم :

طبع تو را تا هوس نحو کرد — صورتِ صبر از دلِ ما محو کرد

ای دلِ عشاق بدامِ تو صید — ما بتو مشغول و تو با عمرو زید

بامدادان که بعزم سفر مصمم شدم گفته بودندش که، فلان سعدیست، دوان آمد و تلطف کرد و تأسف خورد که، چندین مدت چرا نگفتی که منم تا شکر قدوم بزرگان را میان بخدمت بستمی - گفتم

با وجودت ز من آواز نیاید که منم

گفتا، چه شود اگر درین خطه چندی برآسائی، تا بصحبت مستفید شویم؟ گفتم : نتوانم، بحکم این حکایت :

بزرگی دیدم اندر کوهساری — قناعت کرده از دنیا بغاری

چرا گفتم بشهر اندر نیائی؟ — که باری بندی از دل برگشائی

بگفت : آنجا پری رویان نغزند — چو گل بسیار شد پیلان بلغزند

این بگفتم و بوسه برسر و روی یکدیگر دادیم و وداع کردیم،

بوسه دادن بروی دوست چه سود؟ — هم در آن لحظه کردنش بدرود

سیب گوئی وداع یاران کرد — روی ازین نیمه سُرخ و زانسو زرد

إِنْ لَمْ أَمُتْ یَوْمَ الْوَدَاعِ تَأَسُّفاً — لَا تَحْسَبُونِی فِی الْمَوَدَّةِ مُنْصِفاً

حکایت جس سال محمد خوارزم شاہ نے کسی مصلحت کی بنا پر "خاقان خطا" سے صلح کا معاہدہ کیا، مجھے جامع مسجد کاشغر میں جانے کا اتفاق ہوا میں نے ایک طالب علم کو دیکھا، بانکا سجیلا اور انتہائی متناسب الاعضا، ایسے ہی شوخ و شنگ نازنین کے متعلق لوگ بطور مثال کہتے ہیں

یہ شوخی و ادا، یہ جور و جفا، یہ سختی و سخت گیری تمہیں کسی استاد کامل نے سکھائی ہیں۔

میں نے ایسا مرد اور اس پہ یہ خو بو کسی اور انسان میں تو دیکھی نہیں۔ تو نے یہ ساری عادات کسی پری سے سیکھی ہیں۔

اُس کے ہاتھ میں نحو زمخشری کا مقدمہ تھا اور اونچی آواز سے پڑھ رہا تھا کہ زید نے عمر کو مارا، عمر ہوا متعدی۔ میں نے کہا بیٹا خوارزم شاہ اور خاقان نے تو آپس میں صلح کر لی کیا زید و عمر کی دشمنی اسی طرح باقی ہے۔ ہنس پڑا اور پوچھا میاں کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا شیراز سے ہوں، اس نے پوچھا سعدی کے کوئی شعر تمہیں یاد ہیں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اور عربی کے یہ شعر پڑھے۔

میں ایک نحوی کے ہاتھوں تنگ ہوں جو مجھ پر اسی طرح ہاتھ اٹھاتا ہے جیسے کہ زید عمر کے مقابل اُٹنے پر

جب وہ دامن گھسیٹتا ہے تو اپنا سر نہیں اٹھاتا۔ جب جر کار فرما ہو تو پھر رفع ممکن بھی کیسے۔

گھڑی دو گھڑی کیلئے وہ خیالات میں کھو گیا پھر کہنے لگا: اس سرزمین میں تو سعدی کے فارسی اشعار ہی زیادہ تر لوگوں کی زبان پر ہیں۔ اگر فارسی کا کوئی شعر سناؤ تو میں زیادہ آسانی سے سمجھ سکوں گا۔ بات وہی بھلی جو لوگوں کی سمجھ اور فہم کے مطابق کی جائے۔ میں نے یہ شعر پڑھے۔

تو نے علم نحو کو اپنی توجہ کا مرکز بنا کر ہمارے صبر و قرار کو چھین لیا ہے۔

بچارے عاشقوں کا دل تمہاری نگہ ناز کا شکار اور تمہارے لب پر عمرو زید کی تکرار ۔ ع (ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلہ)

اگلی صبح جب میں سفر پہ روانہ ہونے کو تھا لوگوں نے اسے بتا دیا کہ وہی سعدی ہے۔ دوڑتا ہوا آیا بڑی محبت سے ملا اور کہنے لگا افسوس ہے آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا کہ میں ہی سعدی ہوں تاکہ ہم بھی آپ کی خاطر تواضع کرتے اور قدم رنجہ فرمانے کا شکریہ ادا کر سکتے۔ میں نے کہا:-

ع تیرے ہوتے کس طرح کہتا مری جاں میں بھی ہوں۔

کہنے لگا کیا ہی اچھا ہو اگر کچھ دن اور قیام کر کے سستا بھی لو اور ہمیں بھی خدمت کا موقع مل جائے۔ میں نے کہا اس حکایت کے پیش نظر رک نہیں سکتا۔

میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ نے دنیا کو تیاگ کر پہاڑوں کی ایک کھوہ میں جا ڈیرہ جمایا۔

میں نے کہا تم شہر میں کیوں نہیں اُٹھ آتے، تاکہ دل کو تنہائی کی اس قید و بند سے رہائی ملے۔

اُس نے جواب دیا کہ وہاں تو دل لبھانے والے حسین رہتے ہیں (اور ظاہر ہے) جہاں کیچڑ زیادہ ہو تو ہاتھی کا پاؤں خواہ مخواہ پھسلتا ہے۔

میں نے یہ کہا اور پھر ایک دوسرے کے سر اور منہ کو چومتے ہوئے باہم الوداع کہی۔

دوست کے منہ پر اس وقت بوسہ دینے سے کیا حاصل جب کہ اسی لمحے میں اس سے جدا ہونا ہو۔

سیب بھی شاید اپنے یاروں سے بچھڑ گیا ہے جو اس کی ایک طرف سُرخ اور دوسری زرد ہے۔

الوداعی شام کو اگر میں غم جدائی کے باوجود جیتا رہوں تو میرا وفادار دوستوں میں شمار نہ کرنا۔

حکایت خرقه پوشی در کاروان حجاز همراه ما بود، یکی از امرای عرب مراو را صد دینار بخشید، تا قربان کند، دزدان خفاجه ناگاه بر کاروان زدند و پاک ببردند، بازرگانان گریه وزاری کردن گرفتند و فریاد بیفایده خواندن ـ

گر تضرّع کنی وگر فریاد　　　دزد زر باز پس نخواهد داد

مگر آن درویش صالح، که بر قرار خویش مانده بود و تغیّر درو نیامده، گفتم مگر معلوم ترا دزدان نبردند که جزع نمیکنی؟ گفت بلی بردند ولیکن مرا باآن الفتی چنان نبود که بوقت مفارقت خسته دلی باشد :

نباید بستن اندر چیز و کس دل　　　که دل برداشتن کاریست مشکل

گفتم : موافقِ حال منست آنچه گفتی، که مرا درعهد جوانی با جوانی اتّفاق مخالطت بود وصدق مودت، تا بجائی که قبلهٔ چشمم جمالِ او بودی وسود و سرمایه عمرم وصالِ او :

مگر ملائکه بر آسمان، وگرنه بشر　　　بحسن صورت او در زمی نخواهد بود

بدوستی، که حرامست بعد از وصحبت　　　که هیچ نطفه چنو آدمی نخواهد بود

ناگهی پای وجودش بگِل اجل فرو رفت و دود فراق از دودمانش برآمد، روزها بر سر خاکش مجاورت کردم واز جمله برفراق او گفتم :

کاش آن روز که در پای تو شد خارِ اجل　　　دست گیتی بزدی تیغ هلاکم بر سر

تا درین روز جهان بی تو ندیدی چشمم　　　این منم بر سرِ خاک تو که خاکم بر سر

آنکه قرارش نگرفتی و خواب　　　تا گل و نسرین نفشاندی نخست

گردش گیتی گل رویش برخیت　　　خار بنان بر سر خاکش برست

بعد از مفارقتِ او عزم کردم ونیتِ جزم که، بقیت زندگانی فرش هوس در نوردم وگردِ مجالست نگردم ـ

سود دریا نیک بودی گر نبودی بیم موج　　　صحبت گل خوش بدی گر نیستی تشویش خار

دوش چون طاوّس مینازیدم اندر باغ وصل　　　دیگر امروز از فراقِ یار می پیچم چو مار

حکایت یکی را از ملوک عرب حدیث مجنون ولیلی وشورش حال او بگفتند که، با کمال فضل وبلاغت سر در بیابان نهاده وزمام عقل از دست داده بفرمودش تا حاضر آوردند، ملامت کردن گرفت که : در شرفِ نفسِ انسان چه خلل دیدی که خوی بهایم گرفتی وترکِ عشرت مردم گفتی ؟ بنالید وگفت :

حکایت حجاز کے قافلے میں ایک گدڑی پوش درویش ہمارے ہمراہ تھا۔ عرب سرداروں میں سے ایک نے اسے سو اشرفیاں دیں تاکہ قربانی کرے، اچانک خفاجہ قبیلہ کے ڈاکوؤں نے قافلے کو آلیا اور سب کی صفائی کر گئے۔ سوداگر رونے دھونے اور شور مچانے لگے، مگر سب بے فائدہ ۔

تم کرو منتیں ، مچاؤ شور مال و دولت نہ دیگا واپس چور

مگر وہ نیک خو درویش بدستور اسی حال پر قائم رہا۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ میں نے کہا تم واویلا نہیں کرتے، کیا تمہارا مال ان کی لوٹ مار سے بچ گیا۔ کہنے لگا، نہیں سب کچھ لے گئے، مگر مجھے اس مال سے اتنا لگاؤ نہیں تھا کہ جس کے لٹ جانے پر میں یوں خستہ حال و نڈھال ہو جاتا۔

نہ لگاؤ کسی سے اپنا دل ہے محبت کا چھوٹنا مشکل

میں نے کہا تم نے یہ بات تو بالکل میرے حسب حال کہی۔ جوانی کے دنوں میں ایک نوجوان سے میری دوستی اور محبت کا یہ حال تھا، اس کا حسن میرے لیے قبلۂ حاجات تھا اور اس کی ملاقات سرمایۂ حیات ۔

یہ حسنِ صورت فلک پر کسی ملک کو حاصل ہو تو ہو روئے زمین پر کسی آدم زاد کو نہیں ۔

مجھے اُس کی دوستی کی قسم کہ دوستی کا مزہ بھی اسی کے دم سے تھا۔ اس جیسا آدمی زاد اب کہاں ؟

اچانک اس کا پاؤں موت کی دلدل میں پھنس گیا، گھر بھر میں ایک کہرام مچ گیا۔ کتنے دنوں تک میں اُس کی قبر پر مجاور بن کے بیٹھا رہا اور یہ اشعار ہجر و فراق کے انہی دنوں کی یادگار ہیں۔

جس دن تمہارے پاؤں میں موت کا کانٹا چبھا کاش زمانہ تیز تلوار کی دھار سے میرا سر بھی تن سے جدا کر دیتا۔

تاکہ آج بھی میری آنکھ دنیا میں تجھی کو دیکھ رہی ہوتی مگر بدبختی یہ کہ میں ہوں اور تیری تربت ۔ میرے سر پر خاک

وہ جو اتنے نرم و نازک تھے کہ جب تک بستر پر پھولوں کی سیج نہ ہوتی انہیں نیند تو کیا کسی کل چین نہ آتا۔

گردشِ زمانہ نے اس پھول جیسے چہرے کو بھی خاک میں ملا دیا اور آج اُس کی قبر پر کانٹے دار جھاڑیاں اُگی ہوئی ہیں۔

اس کی مفارقت کے بعد میں نے بھی اپنے جی میں دو ٹوک فیصلہ کر لیا اور پکی نیت کر لی کہ اب آئندہ کیلئے بساط محبت لپیٹ کر رکھ دونگا اور کسی سے دوستی و محبت کی پینگیں نہ بڑھاؤنگا۔ اگر موجوں کے تھپیڑوں کا ڈر نہ ہو تو سمندر سے بیشمار فائدے ہیں۔ نوکِ خار نہ ہو تو گلچینی بڑا ہی پیارا شغل ہے۔

ابھی کل کی بات ہے میں باغِ وصل میں مور کی طرح اٹھلاتا پھرتا تھا یا آج یہ حال ہے کہ سانپ کی طرح بل کھا رہا ہوں۔

حکایت عرب کے ایک بادشاہ نے لیلیٰ و مجنوں کی محبت کی داستان سُنی کہ کس طرح مجنوں نے اپنے تمام علم و فضل کے باوجود عشق و مستی کے عالم میں جنگلوں، بیابانوں کا رُخ کیا اور عقل سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اسکے حکم پر مجنوں کو اُس کے حضور میں لایا گیا، بادشاہ نے مجنوں کو لعنت ملامت کی کہ انسانی شرف میں تمہیں کیا نقص دکھائی دیا کہ تم نے انسانوں سے ترکِ تعلق کر کے حیوانوں کی خُو بُو کو اپنا لیا۔ مجنوں رو پڑا اور بولا

وَرُبَّ صَدِيقٍ لَامَنِي فِي وِدَادِهَا | أَلَمْ يَرَهَا يَوْمًا فَيُوضِحُ لِي عُذْرِي

کاش کانان که عیب من جستند | رویت، ای دلستان، بدیدندی

تا بجای ترنج در نظرت | بی خبر دست ها بریدندی

تا حقیقت معنی بر صورت دعوی گواه آمدی که، فَذَٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ملک را در دل آمد جمال لیلی مطالعه کردن، تا چه صورتست موجب چندین فتنه؟ بفرمودش طلب کردن؛ در احیاء عرب بگردیدند و بدست آوردند و پیش ملک در صحن سراچه بداشتند؛ ملک در هیئت او نظر کرد؛ شخصی دید سیه فام، باریک اندام، درنظرش حقیر آمد، بحکم آنکه کمترین خدم حرم او ازو در پیش بودند و بزینت بیش؛ مجنون بفراست دریافت، گفت: از دریچهٔ چشم مجنون بایستی در جمال لیلی نظر کردن، تا سر مشاهده او بر تو تجلی کند:

مَا مَرَّ مِنْ ذِكْرِ الْحِمَىٰ بِمَسْمَعِي | لَوْ سَمِعَتْ وُرْقُ الْحِمَىٰ صَاحَتْ مَعِي

يَا مَعْشَرَ الْخُلَّانِ قُولُوا لِلْمُعَا | فِي لَسْتَ تَدْرِي مَا بِقَلْبِ الْمُوجَعِ

تندرستان را نباشد درد ریش | جز به همدردی نگویم درد خویش

گفتن از زنبور، بی حاصل شود | با یکی در عمر خود ناخورده نیش

تا ترا حالی نباشد، همچو ما | حال ما باشد ترا افسانه پیش

سوز من با دیگری نسبت مکن | او نمک بر دست و من بر عضو ریش

حکایت قاضی همدان را حکایت کنند که، با نعلبندپسری دلخوش بود، و نعل دلش در آتش، روزگاری در طلبش متلهف بود و پویان و مترصد و جویان و برحسب واقعه گویان:

در چشم من آمد آن سهی سرو بلند | بر بود دلم ز دست و در پای فگند

این دیدهٔ شوخ میکشد دل بکمند | خواهی که بکس دل ندهی، دیده ببند

شنیدم که در گذری پیش قاضی آمد. برخی ازین معامله به سمعش رسیده و زاید الوصف رنجیده؛ دشنام بی تحاشی داد و سقط گفت و سنگ برداشت و هیچ از بی حرمتی نگذاشت؛ قاضی یکی را گفت، از علمای معتبر، که هم عنان او بود و همداستان،

آن شاهدی و خشم گرفتن بینش | وان عقده برابروی ترش شیرینش

در بلاد عرب گویند ضرب الحبیب زبیب

اس عشق و محبت پہ بہت سے دوستوں نے مجھے ملامت کا ہدف بنایا ہے کاش کہ وہ کسی دن اسے دیکھ لیتے پھر مجبوری اُن پر واضح ہو جاتی۔

وہ جو مجھ میں عیب پاتے اور مجھ پہ انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ اے دلربا کاش وہ تیری اک جھلک دیکھ پاتے۔

تو تیرے حُسنِ بے مثال میں وہ یوں کھو جاتے، کہ لیموں کی بجائے ہاتھ کاٹ بیٹھتے۔

معنی کی حقیقت صورت دعویٰ کی گواہ بن جاتی اور میں پوچھتا کیا تم وہی ہو جو اس کے بارے میں مجھے ملامت کیا کرتی تھیں۔ بادشاہ کے جی میں سمائی کہ لیلیٰ کے حسن کا جلوہ دیکھے، پتہ تو چلے وہ کیا صورت ہے جو اس عذاب کا باعث بن گئی۔ لیلیٰ کو ڈھونڈھنے کا حکم دیا۔ مختلف عرب قبائل کے خیمے چھان مارے اور آخر کار اُسے ڈھونڈ نکالا اور محل سرا میں جا اتارا۔ بادشاہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اک سیاہ فام، نازک اندام کو سامنے کھڑے پایا۔ اسے بے وقعت دکھائی دی اس لیے کہ اس کے اپنے حرم سرا میں ادنیٰ سے ادنیٰ کنیز بھی حسن و جمال میں اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی۔ مجنوں بھی اپنی دانائی سے صورتِ حال کو بھانپ گیا، کہا، دیدۂ مجنوں کے دریچے سے لیلیٰ کے جمال کا جلوہ دیکھنا چاہیے، تاکہ اُس کے دیدار کا راز تجھ پر عیاں ہو۔

اس سرو ناز کا ذکرِ جمیل جو میرے کانوں نے سنا ہے اگر تیرے کانوں میں اس کی بھنک پڑ جاتی تو وہ بھی میرے ساتھ مل کر آہ و زاریاں کرتے۔

اے دوستو اس بیدرد سے کہہ دو کہ کاش وہ بھی درد آشنا ہوتا اور خود دیکھ لیتا کہ دردمندوں کے دلِ زار پہ کیا گزرتی ہے۔

میں اپنا دردِ دل کسی درد آشنا ہی کو سُناؤں گا کیونکہ گھائل کی گھت گھائل جانے اور نہ جانے کو !!

جس نے عمر بھر کبھی ڈنک نہ کھایا ہو اس کے سامنے بھڑوں کا ذکر بے معنی ہے۔

ترا جو حال نہ ہو پُر ملال مجھ جیسا تو میرا حال ترے سامنے کہانی ہے،

میرے سوز اور جلن کو دوسرے سے کیا نسبت۔ نمک اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر ہے اور میرے زخمی عضو پر۔

حکایت کہتے ہیں کہ ہمدان کے قاضی کا ایک نعلبند بچے پہ دل آگیا، بچارے کے دل کی نعل عشق کی دہکتی ہوئی آگ میں جا گری، ایک مدت اُس کی جستجو میں بھاگ دوڑ کی، مارا مارا گھومتا پھرا اور ملاقات کے کسی موقع کی تلاش میں رہا۔ ان دنوں قصہ خوانوں کے یہ اشعار اس کے بالکل حسبِ حال تھے:۔

میرا وہ سرو بلند میری نظروں میں کُھب گیا، میرا دل چھین کرلے گیا اور مجھے ٹھکرا دیا۔

وہ شوخ آنکھ دِل کے لیے مثلِ کمند ہے لہٰذا ع دِل حسینوں سے بچانا ہے تو آنکھیں موندلے۔

میں نے سنا ایک دن قاضی صاحب کی اس سے سرِ راہے ملاقات ہو گئی۔ اس معاملہ کی کچھ بھنک اس کے کانوں میں پہلے ہی پڑ چکی تھی، اسے بے اندازہ دکھ پہنچا، بے تحاشا گالیاں دینے لگا۔ خوب بے نقط سنائیں۔ پتھر اٹھا کر مارنے کو آگے بڑھا۔ حتیٰ کہ اس کو بے عزت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ قاضی نے ایک بڑے معتبر عالم سے جو اس کا واقف حال اور ہم خیال تھا یُوں کہا:۔

محبوب وہ اور پھر اس کے غصے سے بھڑکنا دیکھو تو سہی اور اس کے ابروئے ترش پہ بل کتنے میٹھے تھے۔

عرب کی سرزمین میں یہ مقولہ مشہور ہے۔ محبوب کی مار پیٹ بھی کشمش ہوتی ہے۔

از دست تو مشت بر دهان خوردن　　خوشتر که بدست خویش نان خوردن

همانا که از وقاحتِ او بوی سماحت همی آید :

انگور نو آورده ترش طعم بود　　روزی دو سه صبر کن که شیرین گردد

این بگفت، و بمسند قضا باز آمد. تنی چند از بزرگان عدول، که در مجلس حکم او بودندی، زمین خدمت ببوسیدند که، باجازت سخنی در خدمت بگوییم، اگرچه ترکِ ادب است و بزرگان گفته اند :

نه در هر سخن بحث کردن رواست　　خطا بر بزرگان گرفتن خطاست

اما بحکم آنکه سوابق انعامِ خداوندی ملازم روزگار بندگانست مصلحتی که ببینند و اعلام نکنند نوعی از خیانت باشد. طریقِ صواب آنست که با این پسر گردِ طمع نگردی و فرشِ وَلَع در نوردی، که منصبِ قضا پایگاه منیع است، تا بگناهی شنیع ملوث نگردانی، و حریف این است که دیدی وحدیث اینکه شنیدی :

یکی کرده بی آبروئی بسی　　چه غم دارد از آبروئی کسی؟
بسا نام نیکوی پنجاه سال　　که یک نام زشتش کند پایمال

قاضی را نصیحتِ یاران بیکدل پسند آمد و بر حسن رایِ قوم آفرین خواند و گفت : نظرِ عزیزان در مصلحتِ حال من عینِ صوابست ومسئله بی جواب، ولیکن :

ملامت کن مرا چندانکه خواهی　　که نتوان شستن از زنگی سیاهی

از یاد تو غافل نتوان کرد بهیچم　　سر کوفته مارم، نتوانم که نپیچم

این بگفت وکسانرا بتفحص حال وی برانگیخت ونعمتِ بیکران بریخت وگفته اند : هر که را زر در ترازوست زور در بازوست، وآنکه بر دینار دسترس ندارد درهمه دنیا کس ندارد :

هر که زر دید، سر فرود آورد　　در ترازویِ آهنین دوش است

فی الجمله شبی خلوتی میسّر شد وهم در آن شب شحنه را خبر شد. قاضی همه شب شراب در سر و شاب در بر، از تنعم نخفتی و بترنّم گفتی :-

امشب مگر بوقت نمی خواند این خروس　　عشاق بس نکرده هنوز از کنار و بوس
یکدم که دست فتنهٔ خفتست زینهار　　بیدار باش تا نرود عمر بر فسوس
تا نشنوی ز مسجدِ آدینه بانگِ صبح　　یا از درِ سرایِ اتابک غریو کوس

اپنے ہاتھ سے لقمہ کھانے میں وہ مزہ نہیں جو اے سراپا ناز تیرے ہاتھوں منہ پر مکّہ کھانے میں ہے ۔

مجھے اس کی گستاخی میں بھی مہر و محبت کی بُو آتی ہے ۔

کچے انگوروں کا ذائقہ ابھی ترش ہے دو چار روز صبر سے کام نے تاکہ وہ پک کر میٹھے ہو جائیں ۔

یہ کہہ کر وہ اپنی عدالت میں لوٹ آیا ۔ اسی عدالت کے چند کرتا دھرتا افسروں نے آداب بجا لا کر کہا کہ اگر اجازت ہو تو ایک بات کہیں ۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ بھی بے ادبی ہے کیونکہ داناؤں کا قول ہے :-

کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی جن پر بحث کرنا مناسب نہیں ہوتا ۔ بڑوں کی عیب گیری خود بڑا عیب ہے ۔

لیکن آپ کے سابقہ احسانات اور انعامات کا لحاظ ہم خادموں کی زندگی کا لازمہ بن گیا ہے ۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر کسی بات میں آپ کی بھلائی دیکھیں مگر آپ کو اس سے آگاہ نہ کریں تو یہ بھی ایک طرح کی بددیانتی ہوگی ۔ اب بھلا اسی میں ہے کہ اس لونڈے سے ہاتھ اٹھایئے ۔ آئندہ نہ اس پر للچایئے اور نہ محبت کی پینگیں بڑھایئے ۔ قضا اک عہدۂ جلیلہ ہے کسی گناہ رذیلہ سے کہیں اسکے دامن کو داغدار نہ کر دینا ۔ مقابلہ اس سے ہے جسے آپ نے دیکھا اور روایت یہ ہے جو آپ نے سُنی ۔

جو خود بے آبرو ہو اسے دوسروں کی آبرو کا کیا پاس و احساس ۔

کبھی ایک ہی بدنامی کے ہاتھوں پنجاہ سال کے کئے کرائے نیک کاموں پر پانی پھر جاتا ہے ۔

قاضی کو ان دلی خیر خواہوں کی نصیحت پسند آئی ۔ ان کے نیک مشورے کی اس نے جی بھر کر داد دی اور کہا کہ عزیز میری بہتری کے باب میں جو کچھ دیکھ رہے ہیں واقعاً میری بھلائی عین اسی میں ہے اور جو انہوں نے مطالبہ کیا ہے اس میں تردید کی گنجائش نہیں ۔ لیکن ؎

سُدھرنے کی رکھیں نہ میرے امید   کہ حبشی نہ دھونے سے ہو گا سفید

اب کوئی چیز مجھے اُس کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی ، میں سر کُچلا ہوا سانپ ہُوں پیچ و تاب کھائے بغیر نہیں رہ سکتا ۔

یہ کہہ کر اُس نے بعض اصحاب کو اس لونڈے کے حالات کُریدنے پر اکسایا اور روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہایا اور کہا گیا ہے کہ دولت میں بڑی طاقت ہے ، زر جس کے ترازو میں زور اسی کے بازو میں ۔ اس کے برعکس پیسہ نہ ہو تو خدا کی اس بھری دنیا میں نہ کوئی سنگی نہ ساتھی ۔

جو بھی سونا دیکھتا ہے سر جُھکا دیتا ہے خواہ وہ لوہے کے کاندھوں والا ترازو ہی کیوں نہ ہو ۔

مختصر یہ کہ ایک رات خلوت کی گھڑی میسر آ گئی ۔ کہیں سے کوتوال نے بھی یہ بات سُن پائی ۔ قاضی کے سر پر رات بھر شراب کا بھُوت سوار اور محبوب در کنار ، مارے خوشی کے سو نہ سکا ، اور گا گا کر کہتا تھا ،

آج شاید مُرغ نے بے وقت اذان دے دی ہے کیونکہ عاشق ابھی بوس و کنار سے سیر نہیں ہوئے ۔

پل بھر کے لیے فتنے کی آنکھ لگ گئی ہے ۔ دیکھنا تمہاری آنکھ جھپکنے نہ پائے ، کہیں یہ حاصل عمر لمحات ضائع نہ ہو جائیں ۔

مُرغ بے ہنگام کا کیا اعتبار ، جب تک جامع مسجد سے موذن کی اذان بلند نہ ہو یا اتابک کے محل سے صبح کے نقارے نہ بجیں ۔

لب از لبی چو چشم خروس، ابلهی بود　　برداشتن، بگفتن بیهوده خروس

قاضی درین حالت، که یکی از متعلقان در آمد و گفت: چه نشینی؟ خیز و تا پای داری گریز، که، حسودان بر تو دقی گرفته اند، بلکه حقی گفته اند، تا مگر آتش فتنه، که هنوز اندک است، بآب تدبیری فرونشانیم، مبادا که فردا چو بالا گیرد عالمی فراگیرد. قاضی متبسم درو نظر کرد و گفت:

پنجه در صید برده ضیغم را　　چه تفاوت کند که سگ لاید؟

روی در روی دوست کن بگذار　　تا عدو پشت دست می خاید

ملک را همدر آن شب آگهی دادند که، در ملک تو چنین منکری حادث شده است، چه فرمائی؟ ملک گفتا: من او را از فضلای عصر میدانم و یگانهٔ روزگار، باشد که معاندان درحق وی خوضی کرده اند، این سخن در سمع قبول من نیاید، مگر آنگه که معاینه گردد، که حکما گفته اند:

به تندی سبک دست بردن به تیغ　　بدندان برد پشت دست دریغ

شنیدم که سحرگاهی با تنی چند خاصان ببالین قاضی فراز آمد. شمع را دید ایستاده و شاهد نشسته و می ریخته و قدح شکسته و قاضی در خواب مستی و بی خبر از ملک هستی. بلطف اندک اندک بیدار کردش که، خیز کآفتاب برآمد، قاضی دریافت که، حال چیست گفت از کدام جانب برآمد؟ گفت از قبل مشرق، گفت: الحمدلله که در توبه همچنان باز است. بحکم حدیث که لَا یُغْلَقُ عَلَى الْعِبَادِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا اَسْتَغْفِرُكَ اَللّٰهُمَّ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ

این دو چیزم بر گناه انگیختند　　بخت نافرجام و عقل ناتمام

گر گرفتارم کنی، مستوجبم　　ور به بخشی، عفو بهتر کانتقام

ملک گفتا، توبه درین حالت که بر هلاک اطلاع یافتی سودی نکند، آیه: فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا.

چه سود از دزدی؟ آنگه توبه کردن　　که نتوانی کمند انداخت بر کاخ

بلند از میوه، گو، کوتاه کن دست　　که کوتاه خود ندارد دست بر شاخ

ترا با وجود چنین منکری، که ظاهر شد، سبیل خلاص صورت نبندد، این بگفت و موکلان عقوبت در وی آویختند، گفتا: که مرا در خدمت سلطان یکی سخن باقیست. ملک بشنید و گفت: آن سخن چیست؟ گفت:

بآستین ملالی، که بر من افشانی　　طمع مدار که از دامنت بدارم دست

اگر خلاص محال است ازین گنه که مراست　　بدان کرم، که تو داری، امیدواری هست

تم محبت کے پانسے کھیلتے جاؤ۔ مرغ بے ہنگام کی بیہودہ بک بھک سے مُرغ کی سُرخ آنکھ جیسے لبِ لعل سے لب جُدا کر لینا محض حماقت ہے۔

قاضی اسی حال میں تھا کہ ایک عزیز اندر آیا اور کہنے لگا بیٹھے کا ہے کو ہو اٹھو اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگو کیونکہ حاسدوں نے تمہیں بدنام کرنے کی تہمت لگائی ہے بلکہ حق بات کہہ دی ہے، اٹھو ابھی تو فتنہ کی یہ چنگاری سلگ رہی ہے ممکن ہے کسی تدبیر سے اسے بُجھا سکیں۔ لیکن کل کلاں کہیں بھڑک اٹھی تو آگ دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیگی۔ قاضی نے مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا اور کہا :۔

جب شیر اپنے شکار میں پنجے گاڑ دیتا ہے تو کتوں کے بھونکنے کی پرواہ نہیں کرتا۔

تو اپنے صنم کے لب پر لب چسپاں رہنے دے اور دشمن کو حسد کے مارے اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھانے دے۔

بادشاہ کو بھی اسی رات یہ اطلاع پہنچا دی گئی کہ حضور کی سلطنت میں یہ شیطنت ہو رہی ہے۔ فرمایئے کیا حکم ہے بادشاہ نے کہا میں اسے اس زمانے کے چوٹی کے فاضلوں میں شمار کرتا ہُوں ملک بھر میں اس کا ثانی نہیں۔ ہو سکتا ہے دشمنوں نے اس کے خلاف سازش کی ہو جب تک میں خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں، میں یقین نہیں کر سکتا۔ داناؤں کا قول ہے۔

بلا سوچے سمجھے اندھا دھند تلوار کھینچ لینے والا آخر کار ندامت کے مارے اپنی پشت، دست کاٹتا ہے۔

میں نے سُنا کہ چند خاص مصاحبوں کے ساتھ بادشاہ پو پھٹتے ہی قاضی کے سرہانے آن دھمکا۔ کیا دیکھتا ہے کہ شمع جل رہی ہے، محبوب جلوہ افروز ہے، شراب بکھری پڑی ہے، جام ٹوٹے پڑے ہیں۔ قاضی مست شراب، محو خواب، دنیا و ما فیہا سے بے خبر۔ بادشاہ نے آہستہ آہستہ جگایا کہ اُٹھ سورج نکل آیا، قاضی صورتِ حال کو بھانپ گیا، کہنے لگا :۔ کدھر سے نکلا؟ بادشاہ نے کہا مشرق سے، کہنے لگا :۔ خدا کا شکر ہے کہ توبہ کا دروازہ ابھی بدستور کھُلا ہے کیونکہ پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں پر توبہ کا دروازہ اسوقت تک بند نہیں ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے نہیں نکلتا۔ اے اللہ میں تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں اور میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔

میرے جرم کا باعث دو چیزیں ہیں۔ میری بدنصیبی اور میری عقل نا پُختہ۔

اے بادشاہ اگر تو دھر پکڑے تو میں اس سزا کا حق دار ہوں اور اگر بخش دے تو جانتا ہے کہ بخشش بہتر ہے کہ انتقام۔

بادشاہ نے کہا اب جبکہ موت تیرے دروازے پر دستک دے رہی ہے توبہ بے سُود ہے۔ قرآن مجید میں خدا کا فرمان ہے کہ جب وہ آنکھوں سے ہمارے انتقام کو اپنے سامنے دیکھ لیں تو اس وقت ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

کمند محل تک نہ پہنچ سکے تو چور کے چوری سے توبہ کرنے کی کیا حقیقت۔ ؟

لمبے قد والا درخت سے پھل نہ توڑے تو اس کی ہمت ہے ٹھنگنا تو توڑ سکتا ہی نہیں وہ اپنے پست قد سے مجبور ہے۔

جس ناپسندیدہ فعل کے جرم میں تم پکڑے گئے ہو اس کے پیش نظر تمہاری خلاصی کی کوئی صورت ہی نہیں۔ بادشاہ نے یہ کہا ہی تھا کہ سپاہی اس پر پل پڑے۔ کہنے لگا مجھے بادشاہ سلامت سے ایک بات کہنا ابھی باقی ہے۔ بادشاہ نے سن کر کہا، کہو وہ کیا بات ہے۔ قاضی نے کہا :۔

اے بادشاہ تم خفا ہو کر میرا ہاتھ جھٹک دو تو ہزار بار۔ مگر میرے ہاتھ سے آپ کا دامن چھوٹنے نہ پائیگا۔

میں مجرم سہی مگر تم تو کریم ہو۔ میں تو گنہگار ہُوں پہ تیرے کرم کو کیا ہوا، تیرا کرم کہاں گیا ؟

ملک گفت : این لطیفه بدیع آوردی و این نکته غریب گفتی - ولیکن محال عقل است و خلاف شرع، که : ترا فضل و بلاغت امروز از چنگِ عقوبتِ من رهائی دید - مصلحت آن بینم که ترا از قلعه بزیر اندازم، تا دیگران نصیحت پذیرند و عبرت گیرند - گفت، ای خداوندِ جهان، پروردهٔ نعمت این خاندانم و این گنه نه تنها من کرده ام، دیگری را بینداز، تا من عبرت گیرم - ملک را خنده گرفت و بعفو از خطای او درگذشت و متعنّتان را، که اشارت بکشتن او همی کردند گفت :

هر که حمّال عیب خویشتنید | طعنه بر عیب دیگران مزنید

حکایت منظومه

جوانی پاکباز و پاک رو بود | که با پاکیزه روئی در گرو بود
چنین خواندم که، در دریای اعظم | بگردابی در افتادند باهم
چو ملاح آمدش تا دست گیرد | مبادا کاندران حالت بمیرد
همیگفت از میانِ موج و تشویر: | مرا بگذار و دستِ یارِ من گیر
درین گفتن، جهان بروی برآشفت | شنیدندش که جان میداد و میگفت:
حدیثِ عشق از آن بطّال منیوش | که در سختی کند یاری فراموش
چنین کردند یاران زندگانی | ز کار افتاده بشنو، تا بدانی
که سعدی راه و رسم عشقبازی | چنان داند که در بغداد تازی
دلآرامی، که داری دل در و بند | دگر چشم از همه عالم فرو بند
اگر مجنون و لیلیٰ زنده گشتی | حدیثِ عشق ازین دفتر نبشتی

بادشاہ نے کہا یہ بات تم نے بڑے پتے کی کہی ہے اور بڑا نادر نکتہ بیان کیا ہے لیکن تیرا علم و فضل اگر آج تجھے میرے پنجے سے چھڑائے اور سزا سے بچائے تو یہ عقل اور شرع دونوں کے خلاف ہوگا۔ میں تو مصلحت اسی میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں قلعے کی بلندیوں سے نیچے گراؤں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ قاضی نے کہا اے دنیا کے بادشاہ میں نے آپ کے خاندان کا نمک کھایا ہے۔ تیری سلطنت میں اکیلا میں ہی تو نہیں جس نے یہ گناہ کیا ہے، کسی اور کو قلعہ کی دیوار سے گرا دیجئے تاکہ مجھے عبرت ہو جائے۔ بادشاہ کھلکھلا کر ہنس پڑا اور اس کی خطا معاف کر دی، اس کے بد خواہوں اور قتل کے حامیوں سے کہنے لگا :۔

تم خود بھی تو عیبوں کے پشتارے اٹھائے پھرتے ہو لہذا دوسروں کو طعنۂ عیب نہ دو۔

حکایت منظومہ

ایک جوان پاکباز اور پاک رُو تھا اور ایک ایسے ہی پاکیزہ رو کی محبت میں گرفتار تھا۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ دونوں کسی سمندری سفر میں ناگاہ بھنور میں پھنس گئے۔

ملاح نے آگے بڑھ کر ایک ڈوبتے کو سہارا دینا چاہا کہ کہیں وہ مر نہ جائے۔

مجھے چھوڑ دے اور میرے اس یار عزیز کو بچالے۔

یہ کہہ کر دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی وہ خود اس جہان سے جا رہا تھا مگر زیر لب یہ الفاظ گنگنا رہا تھا۔

جو سختی اور بدبختی میں یار کو بھلا دے اس ناکارہ انسان سے حدیثِ عشق کیا سنوگے ؟

میں تجربہ کار ہوں، مجھ سے سنو کہ دوست دوستی کس طرح نبھاتے ہیں۔ ؟

سعدی عشق کی گھاتوں کو اسی طرح پہچانتا ہے جس طرح بغداد کا رہنے والا عربی زبان جانتا ہے۔

محبوب سے ناطہ جوڑے اور دنیا و مافیہا سے منہ موڑے۔

لیلیٰ و مجنوں اگر آج زندہ ہوتے تو حدیثِ عشق اسی دفتر سے لکھتے۔

باب ششم
در ضعف و پیری

حکایت با طائفه دانشمندان در جامع دمشق بحثی همی کردم، که جوانی در آمد و گفت: درین میان کسی هست که زبان فارسی بداند؟ غالب اشارت بمن کردند. گفتمش: خیر است؟ گفت پیری صد و پنجاه ساله در حالت نزع است و بزبان فارسی چیزی همی گوید که مفهوم ما نمیگردد، اگر بکرم رنجه شوی مزد یابی، باشد که وصیتی همی کند. چون ببالینش فراز رسیدم این میگفت:

دمی چند، گفتم، بر آرم بکام   دریغا که بگرفت راه نفس!
دریغا! که بر خوانِ الوانِ عمر   دمی خورده بودیم و گفتند: بس

معانی این سخن را بعربی باشامیان همی گفتم و تعجب میکردند، از عمرِ دراز و تاسفِ او همچنان برحیاتِ دنیا، گفتم: چگونه ای درین حالت؟ گفت: چه گویم؟

ندیدهٔ که چه سختی همی رسد بکسی؟   که از دهانش بدر میکنند دندانی
قیاس کن که چه حالش بود دران ساعت   که از وجود عزیزش بدر رود جانی

گفتم: تصورِ مرگ از خیال بدر کن و وهم را بر طبیعت مستولی مگردان، که فیلسوفانِ یونان گفته اند: مزاج ارچه مستقیم بود، اعتماد ببقا را نشاید، و مرض گرچه هائل دلالت کلی بر هلاک نکند، اگر فرمائی طبیبی را بخوانم، تا معالجت کند، دیده برکرد و بخندید و گفت:

دست برهم زند طبیبِ ظریف   چون خرف بیند اوفتاده حریف
خواجه در بندِ نقشِ ایوانست   خانه از پای بست ویرانست
پیر مردی ز نزع می نالید   پیر زن صندلش همی مالید
چون مُخبّط شد اعتدالِ مزاج   نه عزیمت اثر کند، نه علاج

حکایت پیری حکایت کند که، دختری خواسته بودم و حجره بگل آراسته و بخلوت با او نشسته و دیده

چھٹا باب

ضعف و بڑھاپے کے بارے میں

حکایت میں دمشق کی جامع مسجد میں عالموں کے ساتھ علمی بحث مباحثہ میں مصروف تھا کہ ایک نوجوان نے آکر کہا، آپ میں سے کوئی صاحب فارسی جانتے ہیں؟ اکثر نے میری طرف اشارہ کیا، میں نے پوچھا خیر تو ہے؟ کہنے لگا جناب ڈیڑھ سو برس کا ایک بوڑھا نزع کی حالت میں ہے اور فارسی زبان میں کچھ کہہ رہا ہے جو ہم سمجھ نہیں سکتے۔ اگر آپ تکلیف فرما کر تشریف لے چلیں تو خدا سے صلہ پائیں۔ ممکن ہے کوئی وصیت ہی کر رہا ہو۔ میں اس کے ہمراہ بیمار کے سرہانے پہنچا وہ یہ قطعہ پڑھ رہا تھا :۔

زندگی کے اس مختصر سے قیام میں امنگوں کی راتیں اور مرادوں کے دن بسر کرنے کا خیال تھا مگر افسوس کہ سانس رُکنے لگی۔

زندگی کے خوان پر رنگا رنگ کی نعمتیں چنی ہوئی تھیں مگر صد حیف کہ خوانِ نعمت سے ابھی بہت کم بہرہ ور ہوئے کہ اُٹھنے کی نوبت آگئی۔

میں نے اس قطعہ کا مطلب شامیوں کو عربی زبان میں سمجھایا تو وہ سخت حیران ہوئے کہ اتنی لمبی عمر پائی اور پھر بھی مرتے وقت یہ دہائی!

میں نے بوڑھے سے کہا اس وقت طبیعت کا کیا حال ہے؟ کہنے لگا کیا کہوں؟

کیا تم نہیں جانتے کہ منہ سے ایک دانت نکالتے ہیں تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

اسی سے قیاس کر لو کہ جس کے جسم سے جان نکال رہے ہوں اس پہ کیا گزرتی ہوگی؟

میں نے کہا موت کا تصور دل سے دُور کر دو اور وہم کو طبیعت پر غالب نہ آنے دو، یونانی حکیموں نے کہا ہے آدمی خواہ کتنا چاق و چوبند کیوں نہ ہو زندگی کا پھر بھی کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح مرض خواہ کتنا ہی مہلک کیوں نہ ہو ضروری نہیں کہ آدمی مر ہی جائے۔ کہو تو حکیم کو بُلا لیا جائے تاکہ تمہارا علاج معالجہ کرے۔ اُس نے نگاہوں کو اُوپر اُٹھایا، ہنسا اور کہا :۔

مریض جب عمر رسیدہ بھی ہو اور حواس باختہ بھی تو زندہ دِل طبیب حاذق بھی ہاتھ اُٹھا لیتا ہے۔

مکان کی بنیادیں ہی کھوکھلی ہو رہی ہیں اور مالک نقش و نگار کرانے کی سوچ رہا ہے۔

بوڑھا موت کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے اور طرہ یہ کہ بڑھیا صندل کا لیپ لگا رہی ہے۔

جب مزاج کا اعتدال لڑکھڑانے لگ جائے تو دعا اثر کرے نہ دوا !!

حکایت ایک بُوڑھا اپنی آپ بیتی سنا رہا تھا کہ میں نے ایک جوان سال لڑکی سے بیاہ رچایا۔ گھر کو پھولوں سے سجایا اور خلوت میں اسکا ہمنشیں

ودل دروبسته شبهای دراز نخفتمی وبذله ها ولطیفه ها گفتمی، باشد که مؤانست پذیرد و وحشت نگیرد - از جمله شبی میگفتم: بخت بلندت یار بود وچشم دولتت بیدار که بصحبت پیری فتادی پخته، پرورده، جهاندیده، آرمیده گرم وسرد چشیده، نیک وبد آزموده، که حق صحبت بداند وشرط مودت بجای آورد، مشفق ومهربان، خوش طبع وشیرین زبان

تا توانم دلت بدست آرم ور بیازاریم، نیازارم
ور چو طوطی شکر بود خورشت جان شیرین فدای پرورشت

نه گرفتار آمدی بدست جوانی معجب، خیره رای، سرتیز، سبک پای، که هردم هوسی پزد وهرلحظه رائی زند وهرشب جای خسپد وهرروز یاری گیرد

جوانان خرم اند و خوب رخسار ولیکن در وفا باکس نپایند
وفا داری مدار از بلبلان چشم که هر دم بر گلی دیگر سرایند

خلاف پیران که بعقل وادب زندگانی کنند، نه بمقتضای جهل جوانی -

ز خود بهتری جوی وفرصت شمار که با چون خودی گم کنی روزگار

گفت: چندین برین نمط بگفتم که گمان بردم که دلش درقید من آمد وصید من شد، ناگه نفسی سرد از درون سینه پردرد برآورد وگفت: چندین سخن که بگفتی در ترازوی عقل من وزن آن یک سخن ندارد، که وقتی شنیدم از قابلهٔ خویش، که گفت: زن جوان را اگر تیری در پهلو نشیند به که پیری -

لَمَّا رَأَتْ بَيْنَ يَدَيْ بَعْلِهَا شَيْئًا كَارْخَى شَفَةِ الصَّائِمِ
تَقُولُ هٰذَا مَعَهُ مَيِّتٌ وَإِنَّمَا الرُّقْيَةُ لِلنَّائِمِ

زن کز بر مرد بی رضا برخیزد بس فتنه وجنگ از آن سرا برخیزد
پیری که زجای خویش نتواند خاست اِلّا بعصا کیش عصا برخیزد؟

فی الجمله امکان موافقت نبود وبمفارقت انجامید، چون مدت عدت برآمد، عقد نکاحش بستند با جوانی تند وترشروی، تهی دست وبدخوی، جور وجفا میدید ورنج وعنا میکشید وشکر نعمت حق همچنان می گفت که الحمدلله از آن عذاب الیم برهیدم وبدین نعیم مقیم برسیدم:

با این همه جور وتند خوئی نازت بکشم، که خوب روئی

ہوا۔ آنکھیں اور دل اس میں محو۔ پل بھر نہ سوتا کبھی اسے چٹکلے سناتا اور کبھی لطیفے تاکہ اس کا جی بہل جائے اور وہ نہ گھبرائے۔ ایک رات میں اسے کہہ رہا تھا، تیری بڑی خوش نصیبی تھی کہ تجھے مجھ جیسا رفیق زندگی ملا جو عمر رسیدہ، جہاں دیدہ، تجربہ کار اور سنجیدہ ہے۔ دنیا کے نشیب و فراز سے آگاہ، اور بُرے بھلے سے واقف ہے رفاقت کا حق جانتا ہے۔ دوستی کی شرطوں اور رمزوں کو پہچانتا ہے، مشفق و مہربان ہے، خوش طبع اور خوش بیان ہے۔

مجھ سے جہاں تک بن پڑیگا تیری دلجوئی کرونگا تو ظلم بھی کرے تو سہونگا اور تیرے دل کو کبھی ٹھیس نہ لگاؤں گا۔

تو اگر شکر خور طوطی ہے تو یہ جان شیرین حاضر ہے۔

شکر کرو، تم کسی سرپھرے، وہم کے مارے، مغرور، سرکش اور ہرجائی نوجوان کے پلے نہ پڑ گئیں، ہر گھڑی اک نئی ہوس کا شکار، ہر لحظہ نئی دھن پر سوار، نت نئے گھر میں رات بسر کرنے والا خطاکار، ہر روز اِک نئے معشوق کا عاشق زار،

جوان یوں تو بانکے، سجیلے اور خوبرو ہوتے ہیں مگر وفا کے نام سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

ہر گھڑی پھول پھول اڑنے والے بلبل چشم حسینوں سے وفا کی امید نہ رکھ۔

اس کے برعکس بوڑھے عقل و شعور سے زندگی گزارتے ہیں اور جوانی کی دیوانگی اور جہالت کے تقاضوں سے بری ہوتے ہیں۔

اپنے سے بہتر ہم نشین تلاش کر اور مل جائے تو اس کی صحبت کو غنیمت جان کیونکہ اگر تجھے تیرے ہی جیسا مل جائے تو نبھاؤ مشکل ہو گا۔

بوڑھے نے کہا، میں کافی دیر تک اسی انداز میں باتیں کرتا رہا اور مجھے گمان گزرا کہ شاید میں نے اس کا دل موہ لیا اور وہ میری ہو گئی کہ اچانک اس نے ایک لمبی اور ٹھنڈی آہ بھری، کہنے لگی، آپ کی یہ سب کتھا کہانی اپنی دایہ سے سنے ہوئے ایک مقولے کے مقابلے میں کوئی وزن نہیں رکھتی۔ اُس نے کہا تھا کہ جوان دلہن کے پہلو میں مرد پیر سے بہتر کہ تیر۔

شوہر کے بیتے روزہ دار کے لٹکے ہوئے لبوں کی طرح ڈھیلی اور سست شے کو دیکھ کر بیوی نے کہا،

یہ پژمردہ ہے بلکہ مردہ۔ اور افسون وگدگدی سوئے ہوئے کو جگا سکتی ہے مُردے کو نہیں اٹھا سکتی۔

جو عورت اپنے خاوند کے پہلو سے ناخوش اُٹھ کھڑی ہو اُس گھر میں سدا کھٹ پٹ رہتی ہے۔

جو بوڑھا لاٹھی کا سہارا لیے بغیر اٹھنے سے قاصر ہو وہ عین وصال میں کیا جوانمردی دکھائیگا۔

مختصر یہ کہ نبھاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی اور بات علیحدگی پہ جا ختم ہوئی۔ جب اس کی عدت کی مدت ختم ہوئی، اس کا نکاح ایک ہٹے کٹے نوجوان سے ہُوا۔ جو بد شکل، بدخو، سخت گیر اور غریب تھا۔ فقر و فاقے میں بھی اُس کی سختیوں، گھرکیوں اور جھڑکیوں کو برداشت کرتی اور ساتھ ساتھ خدا کا شکر بھی ادا کرتی رہتی کہ اے اللہ تیرا ہزار ہزار احسان ہے کہ تونے مجھے اُس دردناک عذاب سے چھڑایا اور اس پائیدار نعمت تک پہنچایا۔

تیری اس تمام جور و جفا اور سختی، تلخی کے باوجود میں تیری ناز برداری کروں گی کیونکہ تو خوب رُو ہے۔

با تو مرا سوختن اندر عذاب　　به که شدن با دگری در بهشت
بوی پیاز از دهن خوبروی　　نغز تر آید که گل از دست زشت

حکایت مهمان پیری شدم در دیار بکر، که مال فراوان داشت و فرزندی خوبروی. شبی حکایت کرد که، مرا بعمر خویش بجز این فرزند نبوده است - درختی درین وادی زیارت گاه است که مردمان بحاجت خواستن آنجا روند، شبهای دراز در پای آن درخت برحق نالیده ام تا مرا این فرزند بخشیده است. شنیدم که پسر با رفیقان آهسته همی گفت، چه بودی گر من آن درخت را بدانستمی کجاست تا دعا کردمی و پدرم بمردی :

خواجه شادی کنان که پسرم عاقلست و پسر طعنه زنان که : پدرم فرتوت !-

سالها بر تو بگذرد که گذار　　نکنی سوی تربت پدرت
تو بجای پدر چه کردی خیر؟　　تا همان چشم داری از پسرت؟

حکایت روزی بغرور جوانی سخت رانده بودم و شبانگاه بپای گریوه سست مانده، پیرمردی ضعیف از پس کاروان همی آمد و گفت، چه نشینی؟ که نه جای خفتن است گفتم : چون روم که نه پای رفتن است؟ گفت، آن نشنیدی که صاحبدلان گفته اند :؟ رفتن و نشستن به که دویدن و گسستن ؟

ای که مشتاق منزلی، مشتاب　　پند من کار بند و صبر آموز
اسپ تازی دو تگ رود بشتاب　　شتر آهسته میرود شب و روز

حکایت جوانی چست، لطیف، خندان شیرین زبان، در حلقهٔ عشرت ما بود که در دلش از هیچ نوعی غم نیامدی و لبان از خنده فراهم. روز گاری برآمد که اتفاق ملاقات نیفتاد. بعد ازان دیدمش زن خواسته و فرزندان خاسته و بیخ نشاطش بریده و گل هوسش پژمرده. پرسیدمش : چگونه و چه حالتست؟ گفت تا کودکان بیاوردم دگر کودکی نکردم -

ماذا الصبا والشیب غیر لمتی　　وکفی بتغییر الزمان نذیراً
چون پیر شدی ز کودکی دست بدار　　بازی و ظرافت بجوانان بگذار

تیرے ساتھ دوزخ کی آگ میں جلنا، دوسروں کے ساتھ بہشت میں رہنے سے بہتر ہے۔

ایک خوبرو کے منہ سے آنے والی پیاز کی بو، اس پھول کی خوشبو سے بھلی جو کسی بدشکل کے ہاتھ میں ہو۔

حکایت دیارِ بکر میں مجھے ایک بوڑھے کے ہاں مہمانی کا اتفاق ہوا۔ اسکے پاس مال و دولت کے انبار تھے اور ایک چاند سا بیٹا۔ رات کو باتوں باتوں میں بوڑھے نے مجھے قصہ سنایا کہ میرے ہاں عمر بھر یہی اکلوتی اولاد ہوئی۔ ہماری اس وادی میں ایک درخت زیارت گاہ چلا آتا ہے۔ جہاں لوگ اکثر منّتیں مرادیں مانگنے جاتے ہیں۔ میں بھی متواتر کئی راتیں اس درخت کے نیچے رو رو کر خدا کے حضور میں دعائیں مانگتا رہا ہوں تب جاکر کہیں خدا نے مجھے یہ بیٹا عطا کیا، میں نے سنا کہ صاحبزادہ اپنے دوستوں سے سرگوشیوں میں کہتا تھا کہ کاش مجھے اس درخت کا پتہ مل جائے تو میں بھی وہاں جاکر دعا مانگوں کہ باپ مرے۔

باپ پھولا نہیں سماتا کہ بیٹا ہونہار ہے اور بیٹا طعنے دیتا نہیں اکتاتا کہ باپ بڈھا کھوسٹ ہے۔

سالہا سال گزر جاتے ہیں اور تو کبھی باپ کی قبر کا رُخ نہیں کرتا۔

تم نے باپ سے کیا بھلائی کی جو بیٹے سے اُس کی توقع رکھتے ہو

حکایت ایک دن جوانی کے نشے میں میں نے سفر میں بڑی تیزی دکھائی، اور تھک ہار کر رات کے وقت ایک ٹیلے کے دامن میں جا لیٹا، ایک بوڑھا ضعیف جو قافلے کے پیچھے پیچھے آرہا تھا کہنے لگا: بیٹھے کاہے کو ہو میاں یہ بھی کوئی سونے کی جگہ ہے میں نے کہا چلوں تو کیسے مُجھ میں دم نہیں۔ بوڑھے نے کہا کیا تم نے داناؤں کا قول نہیں سنا کہ آہستہ چلنا اور کبھی کبھار دم بھر کیلئے سستانا، بھاگنے اور تھک ہار کر بیٹھ جانے سے ہزار درجے بہتر ہے۔

اے بھائی منزل کا شوق ہے تو جلدی نہ کر، میری نصیحت کو پلّے باندھ اور صبر و سکون سے کام لے۔

عربی گھوڑے نے دو چار میل سرپٹ دوڑ کر ہوا سے باتیں کریں اور پھر ہانپنے لگا۔ اونٹ کو دیکھو دھیمی چال چلتا ہے مگر مسلسل رات دن چلا جاتا ہے۔

حکایت ہمارے دوستوں کے حلقہ میں ایک منچلا نوجوان تھا۔ بڑا چست و چالاک، نرم و نازک، شوخ و شنگ، ہنستا ہوا چہرہ اور زبان میٹھی، لبوں پر ایک مستقل ٹھہری ہوئی مسکراہٹ، غم اس کے کبھی پاس تک نہ پھٹکنے پاتا۔ وقت گزرتا گیا۔ ایک مرتبہ بڑی مدت تک اُس سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ مدت مدید کے بعد مِلا تو پتہ چلا کہ شادی کی اور خوب خانہ آبادی کی، اس کی مسرتوں کا درخت کملا گیا تھا اور بہارِ عیش کا پھول مرجھا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کہو میاں کیسے گزرتی ہے اور یہ کیا ہیئت بنا رکھی ہے۔ کہنے لگا جب سے لڑکے بالے پیدا ہوئے میں نے لڑکپن اور بانکپن چھوڑ دیا۔

کہاں بڑھاپا اور کہاں لڑکپن۔ ایسے عالم میں کودکی کی باتیں کیونکر ہوں جبکہ بڑھاپا دامنگیر ہو۔ انقلابِ زمانہ آگاہ کنندہ کی حیثیت سے کافی ہوتا ہے۔

اب لڑکپن چھوڑ دے ظالم بڑھاپا آگیا۔ یہ شوخی و ظرافت تو جوانوں ہی کو زیب دیتی ہے۔

طرب نوجوان ز پیر مجوی — که دگر ناید آب رفته بجوی
زرع را چون رسید وقت دِرَو — نخرامد چنانکه سبزهٔ نو

دورِ جوانی بشد از دستِ من — آه و دریغ! آن زمنِ دلفروز
قوتِ سرپنجهٔ شیری برفت — راضیم اکنون به پنیری چو یوز
پیر زنی موی سیه کرده بود — گفتمش: ای مامکِ دیرینه روز
موی به تلبیس سیه کرده گیر — راست نخواهد شدن این پشت کوز

حکایت وقتی بجهل جوانی بانگ بر مادر زدم، دل آزرده بکنجی نشست و گریان همی گفت: مگر خوردی فراموش کردی که درشتی، همی کنی؟

چه خوش گفت زالی بفرزندِ خویش — چو دیدش پلنگ افگن و پیلتن
گر از عهد خردیت یاد آمدی — که بیچاره بودی در آغوشِ من
نکردی درین روز بر من جفا — که تو شیرمردی و من پیر زن

حکایت توانگری بخیل را پسری رنجور بود، نیک خواهان گفتندش: مصلحت آنست که: ختم قرآنی کنی از بهر وی یا بذلِ قربانی. لختی باندیشه فرو رفت وگفت: مصحف مهجور اولیٰتر است که گله دور. صاحبدلی بشنید وگفت: ختمش بعلّت آن اختیار آمد که قرآن بر سرِ زبان است و زر درمیانِ جان.

دریغا: گردنِ طاعت نهادن — گرش همراه بودی دست دادن
بدیناری چو خر درِ گِل بمانند — ور الحمدی بخواهی صد بخوانند

حکایت پیرمردی را گفتند: چرا زن نکنی؟ گفت: با پیر زنانم عیشی نباشد، گفتند جوانی بخواه، چو مکنت داری. گفت: مرا که پیرم با پیر زنان الفت نیست، پس او را که جوان باشد با من که پیرم چه دوستی صورت بندد؟

شیرازی

پیر هفطاثه جونی میسکند — عشغ مقری فحی بونی چش روشت

بڑھاپے میں جوش جوانی نہ ہوگا   بہا ہے جو پانی وہ واپس نہ ہوگا
ہے کھیتی بھی جس وقت پکنے پہ آتی   تو سبزے کی صورت نہیں لہلہاتی

آہ وہ دن جب خون رگوں میں جوانی کے گیت گا رہا تھا۔ آہ زندگانی کا وہ دلکش و دلفریب زمانہ۔
اب شیر کی سی وہ طاقت اور قوت جاتی رہی، اب تو پنیر کا ٹکڑا ہی مل جائے تو میں چیتے کی طرح راضی ہوں۔

ایک بڑھیا نے کئے کالے جو بال   دیکھ کر میں نے کہا اے کہن سال
بال وسمے نے تو کالے کر دیئے   اپنی کبڑی پیٹھ کا بھی کر خیال

حکایت ایک دن میں جوانی کی نادانی میں ماں سے کڑک کر بولا۔ دکھیا دل بڑھیا دبک کر ایک کونے میں بیٹھ گئی اور رو کر کہنے لگی: کیا تمہیں اپنا بچپن بھول گیا ہے جو یوں ڈانٹ ڈپٹ پلانے لگے ہو۔

اپنے بیٹے کو شہ زور اور شیر افگن دیکھ کر بڑھیا نے کیا ہی بھلی بات کہی
اے بیٹا اگر تجھے وہ دن یاد ہوتے جب تیری ننھی سی بے بس جان میرے آغوش میں پلتی تھی۔
تو آج مجھے تو اُف تک نہ کہتا کیونکہ اب تو شیر بہادر جوان ہے اور میں اک بوڑھی جان !!

حکایت ایک امیر مگر بخیل شخص کا بیٹا بیمار پڑ گیا۔ اُس کے خیر خواہوں نے مشورہ دیا کہ مصلحت اسی میں ہے کہ یا تو ختم قرآن کرا دیا جائے اور یا سر صدقہ کیلئے کوئی جانور قربان کر دیا جائے۔ کچھ دیر سوچ بچار میں گم رہا پھر کہنے لگا، قرآن جو (بغل) میں ہے بہتر ہے اس ریوڑ سے جو دُور ہے۔ ایک بزرگ نے اسکی یہ بات سنی تو اس نے فرمایا کہ اس نے ختم قرآن کو اس لیے ترجیح دی کہ قرآن تو زبان کی نوک پر ہے اور روپیہ اس کے دل کی گہرائیوں میں۔

کیا ہی بھلا ہو اگر تم اپنی قولی عبادت کے ساتھ ہاتھ کا دیا شامل کر کے فعلی عبادت بھی ملا دو۔
پیسے کا سوال کرو تو گویا گدھا کیچڑ میں پھنس گیا اور الحمد کہو تو ہزار بار پڑھ دیں۔

حکایت ایک بوڑھے سے کہا گیا کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگا:۔ بڑھیا سے شادی کرنے میں کیا مزہ؟ لوگوں نے کہا تمہارے پاس خدا کا دیا سبھی کچھ ہے کسی الہڑ جوان کو بیاہ لاؤ، کہنے لگا میں جو بوڑھا ہوں مجھے بڑھیا عورتوں سے رغبت نہیں وہ جس کی رگوں میں خون جوانی کے گیت گا رہا ہوگا مجھ بوڑھے کی طرف کیسے مائل ہوگی۔

ستر سالہ بڈھا کھوسٹ شیرازی دولہا بن کر کیا کریگا، مادر زاد اندھے کو تو خواب میں بھی دکھائی نہیں دیتا۔

پارسی

زور باید نه زر، که بانو را — گزری دوست‌تر که ده من گوشت

شنیده‌ام که: درین روزها کهن پیری — خیال بست به پیرانه سر، که گیرد جفت
بخواست دختری خوبروی، گوهر نام — چو درج گوهرش از چشم مردمان بنهفت
چنانکه رسم عروسی بود، مهیا بود — ولی بحملهٔ اول عصای شیخ بخفت
کمان کشید و نزد بر هدف، که نتوان دوخت — مگر بسوزن فولاد جامهٔ هنگفت
بدوستان گله آغاز کرد و حجّت ساخت — که: خان و مان من این شوخ دیده پاک برفت
میان شوهر و زن، جنگ و فتنه خاست چنان — که سر بشحنه و قاضی کشید و سعدی گفت
پس از خلافت و شنعت گناه دختر چیست — ترا که دست بلرزد گهر چه دانی سفت

نئی نویلی جوان سال دلہن کو حق زوجیت ادا کرنے کے لیے زور درکار ہے زر سے سروکار نہیں۔

میں نے سنا کہ حال ہی کے دنوں میں ایک بڈھے کھوسٹ کو بڑھاپے میں شادی رچانے کا شوق چرّایا۔
گوہر نامی ایک حسینہ کو دلہن بنا لایا۔ اور اسے قیمتی موتیوں کی ڈبیا کی طرح لوگوں کی نظروں سے چھپائے رکھا،
سہاگ کی رات جیسا کہ رسم دنیا اور دستور ہے کہ حسن پہ عشق مچلتا ہے مگر شیخ صاحب کی پہلے ہی ہلّے میں چیں بول گئی؟
تیر کو چلّے پر چڑھایا مگر نشانے پر نہ لگا، موٹے جھوٹے کھُردرے کپڑے کو سینے پرونے کے لیے تو فولادی سُوا درکار ہوتا ہے۔
دوستوں کے سامنے گلہ گزاری کرنے، بہانے تراشنے اور دوشیزہ کو کوسنے دینے لگا کہ اس نٹ کھٹ نے تو میرے گھر بھر کو چوپٹ کر دیا ہے۔
پھر میاں بیوی کے درمیان وہ کھٹ پٹ ہوئی کہ خدا کی پناہ اور جھگڑا بڑھتے بڑھتے کوتوال اور قاضی کی عدالت تک جا پہنچا۔ یہ ماجرا سن کر سعدؔی نے کہا:۔
اس تمام تو تو میں میں اور دانتا کِل کِل میں آخر اس بچاری قسمت کی ماری کا کیا قصور؟ ضعف کے مارے تمہارے ہاتھوں میں رعشہ ہے تم موتی کو کیسے پرو سکو گے۔

باب هفتم
در تأثیر تربیت

حکایت یکی را از وزرا پسری کودن بود. پیش یکی از دانشمندان فرستاد، که مرین را تربیتی می کن، مگر عاقل شود، روزگار تعلیم کردش و مؤثّر نبود، پیش پدرش کس فرستاد که: این عاقل نمی شود و مرا دیوانه کرد،

چون بود اصلِ گوهری قابل   تربیت را در و اثر باشد
هیچ صیقل نکو نداند کرد   آهنی را، که بد گهر باشد
سگ بدریای هفتگانه مشوی   که چو تر شد، پلید تر باشد
خرِ عیسیٰ گرش، بمکّه برند   چون بیاید، هنوز خر باشد

حکایت حکیمی، پسران را پند همی داد، که جانان پدر، هنر آموزید، که ملک و دولتِ دنیا اعتماد را نشاید و سیم و زر در سفر بر محلِ خطر است، یا دزد بیکبار ببرد، یا خواجه به تفاریق خورد، اما هنر چشمهٔ زاینده است و دولت پاینده، واگر هنرمند از دولت بیفتد غم نباشد که، هنر خود دولت است، هر جا که رود قدر بیند و در صدر نشیند، و بی هنر لقمه چیند و سختی بیند.

سخت است پس از جاه تحکّم بردن   خو کرده بناز، جورِ مردم بردن

وقتی افتاد فتنهٔ در شام   هر کس از گوشهٔ فرا رفتند
روستا زادگان دانشمند   بوزیری پادشاه رفتند
پسرانِ وزیرِ ناقص عقل   بگدائی بروستا رفتند

حکایت یکی از فضلا تعلیم ملک زاده همی کردی و ضرب بی محابا زدی و زجر بی قیاس کردی. باری پسر از بی طاقتی شکایت پیش پدر برد و جامه از تنِ دردمند برداشت. پدر را دل بهم برآمد. استاد را بخواند و گفت

ساتواں باب

تربیت کے اثر کے بارے میں

حکایت ایک وزیر کا لڑکا بڑا کند ذہن تھا۔ اس نے ایک بڑے لائق فائق استاد کی خدمت میں بھیج کر اسے کہا کہ ذرا اس کی تربیت کیجئے گا شاید یہ بھی عقلمند ہو جائے۔ استاد ایک مدت تک پڑھاتا رہا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا کسی کی معرفت کہلوا بھیجا کہ بندہ پرور یہ تو دانا ہونے سے رہا البتہ میں دیوانہ ہو گیا

جو ہر قابل ہو تو تربیت کا اثر قبول کرتا ہے۔

جس گوار کا لوہا ہی بدگوہر ہو اسے دنیا کی کوئی پالش چمکا نہیں سکتی۔

کتے کو سات سمندروں کے پانی میں دھوؤ، جتنا تر ہو گا پلید تر ہو گا۔

خرِ عیسیٰ کو مکے لے جائیں۔ واپس آنے پر بھی وہ خر ہو گا۔

حکایت ایک دانا اپنے بیٹوں کو نصیحت کر رہا تھا کہ اے میری آنکھ کے تارو، ہنر سیکھو کہ بادشاہت اور مایا تو ڈھلتی پھرتی چھایا ہے۔ سونے چاندی کا تو سدا کھٹکا ہی لگا رہتا ہے یا تو اسے چور ڈاکو چوری کر کے یکمشت لے جاتے ہیں اور یا خود مالک آہستہ آہستہ اسے خرچ میں لے آتے ہیں لیکن ہنر تو سدا بہنے والا چشمہ اور ہمیشہ رہنے والا مال ہے ہنرمند کا مال اگر جاتا بھی رہے تو کچھ پروا نہیں کہ اس کے پاس ہنر خود بڑی دولت ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی جائیگا قدر و منزلت پائیگا۔ لیکن بے ہنر اگر لقمہ بھی کمائے گا تو بڑی مشقت اٹھائے گا۔

ناز و نعمت میں پرورش پانے کے بعد سختی اور افسری کے بعد ماتحتی بڑی گراں گزرتی ہے۔

سرزمین شام میں ایک دفعہ ایسا انقلاب آیا کہ جس کے جدھر سینگ سمائے بھاگ نکلا۔

گنوار دہقانوں کے ہنرمند لڑکے تو بادشاہِ وقت کے وزیر بن بیٹھے۔

اور وزیر کے نادان اور بے ہنر بیٹے گاؤں گاؤں ٹکر گدائی کرتے پھرتے تھے۔

حکایت۔ ایک عالم کسی شہزادے کو پڑھاتا تھا، اسے خوب ڈانٹ ڈپٹ پلاتا اور جھڑکتا بلکہ بے تحاشا مار پیٹ سے بھی نہ جھجکتا۔ تنگ آ کر شہزادے نے باپ سے شکایت کی اور بدن کھول کر مار کے نشان دکھائے، بادشاہ کا دل بھر آیا۔ استاد کو بلا کر کہا کہ آپ دوسرے

پسرانِ آحادِ رعیت را چندین جفا و توبیخ روا نمیداری که فرزند مرا، سبب چیست گفت: سبب آنکه سخن اندیشیده باید گفتن و حرکت پسندیده کردن همهٔ خلق را علی العموم و پادشاهانرا علی الخصوص، بموجب آنکه بردست و زبان ایشان هرچه رفته شود قولاً و فعلاً هر آیینه بافواه گفته شود و قول و فعلِ عوام الناس را چندان اعتباری نباشد.

اگر صد ناپسند آید ز درویش　　رفیقانش یکی از صد ندانند
وگر یک بذله گوید پادشاهی　　از اقلیمی باقلیمی رسانند

پس واجب آمد معلّم پادشه زاده را در تهذیب اخلاق خداوندزادگان انبتهم الله نباتاحسنا اجتهاد از آن بیش کردن که در حقِ عوام.

هر که در خُردیش ادب نکنند　　در بزرگی فلاح ازو برخاست
چوب تر را چنانکه خواهی پیچ　　نشود خشک جز بآتش راست

ملک را حسنِ تدبیرِ فقیه و تقریرِ جوابِ او موافقِ رای آمد، خلعت و نعمت بخشید و پایهٔ منصب بلند گردانید.

حکایت معلّم کتابی را دیدم، در دیار مغرب، ترشروی، تلخ گفتار، بدخوی، مردم آزار، گداطبع، ناپرهیزگار، که عیش مسلمان بدیدن او تبه گشتی و خواندن قرآنش دل مردم سیه کردی. جمعی پسران پاکیزه و دختران دوشیزه بدست جفای او گرفتار، نه زهرهٔ خنده و نه یارای گفتار، گه عارض سیمین یکی را طپنچه زدی، وگه ساق بلورین دیگری را شکنجه کردی. القصه شنیدم که: طرفی از خباثت نفس او معلوم کردند و بزدند و براندند و مکتب او را بمصلحی دادند: پارسای سلیم، نیک مرد حلیم، که سخن جز بحکم ضرورت نگفتی و موجب آزار کس بر زبانش نرفتی. کودکان را هیبت استاد نخستین از سر برفت و معلّم دومین را اخلاقِ ملکی دیدند و یک یک دیو شدند. باعتماد حلمِ او، ترک علم کردند. اغلب اوقات ببازیچه فراهم نشستندی و لوح درست ناکرده بر سر هم شکستندی:

استاد معلّم چو بود بی آزار　　خرسک بازند کودکان در بازار

بعد از دو هفته بر آن مسجد گزر کردم. معلّم اولین را دیدم که: دل خوش کرده بودند و بجای خویش آورده، انصاف برنجیدم و لاحول گفتم که، مر این ابلیس را معلّم ملائکه دیگر چرا کردند؟ پیرمردی ظریف جهاندیده گفت

پادشاهی پسر بمکتب داد　　لوحِ سیمینش بر کنار نهاد
بر سرِ لوحِ او نبشته بزر　　جورِ استاد به ز مهرِ پدر

بچوں کو بھی پڑھاتے ہیں مگر اُن پہ اتنی سختی نہیں کرتے جتنی کہ شہزادے پر، آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟ عالم نے جواب دیا کہ یُوں تو جچی تلی بات اور کلام اور پسندیدہ کام عوام کے لیے عموماً اچھا ہے مگر بادشاہوں کے لیے خصوصاً، کیونکہ اُن کی زبان اور ہاتھ سے جو کچھ بھی نکل جائے وہ شہرت پا کر ہر کسی کے نوکِ زبان پر ہوگا اور عام لوگوں کے قول و فعل سے تو کوئی واقف بھی نہیں ہوتا۔

کسی غریب میں سو عیب ہوں تو اس کے ساتھیوں کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔
مگر بادشاہ کے منہ سے نکلے ہوئے ایک چٹکلے کا ملک بہ ملک ڈھنڈورا پٹ جاتا ہے۔

لہٰذا شہزادوں (خدا انہیں نیک پروان چڑھائے) کے اخلاق کو سدھارنے کے لیے عام بچوں کے مقابلے میں زیادہ کوشش کرنی پڑتی ہے۔

جسے بچپن میں ادب نہ سکھایا جائے بڑے ہونے پر اس سے بھلائی کی کیا توقع ؟
ہری ٹہنی کو جس طرف چاہو جھکا لو مگر سُوکھی لکڑی بن آگ کے سیدھی نہیں ہو سکتی۔

بادشاہ کو عالم کا جواب اور استدلال اتنا پسند آیا کہ اُسے خلعت و انعام بخشا اور اس کا مرتبہ بلند کر دیا۔

حکایت میں نے سرزمینِ مغرب میں ایک مکتب کے میاں جی کو دیکھا جو بہت تیز مزاج، زبان دراز، بد اطوار، دل آزار، سوال کا خوگر اور نیکی سے نا آشنا تھا، جسے دیکھتے ہی بچارے مسلمانوں کا سارا مزہ کرکرا ہو جاتا۔ قرآن شریف پڑھتا تھا تو اسے سُن کر دل پر اور سیاہیاں پھیلتی جاتیں، بھولے بھالے خوبصورت بچے بچیوں کی ایک جماعت اس سنگدل کے سپرد تھی۔ بچارے سہمے ہوئے کو نہ ہنسنے کی ہمت اور نہ بولنے کی سکت۔ کبھی ایک کے سُرخ گلابی گالوں پر تھپڑ مارتا اور کبھی دوسرے کی مرمریں پنڈلیوں کو شکنجے میں کس دیتا۔ قصہ مختصر یہ کہ میں نے سنا آخر لوگوں کو اس کی بد مزاجی کا کچھ حال معلوم ہوا تو اسے مار بھگایا اور مکتب ایک صلح کل استاد کے حوالے کیا۔ بڑا ہی پارسا اور نیکو کار، حلیم طبع اور بردبار تھا، جو بلا ضرورت بات تک نہ کرتا اور کسی کے دل دکھانے والی بات زبان پر نہ لاتا۔ بچوں کے دل سے پہلے استاد کا ہوّا اٹھا۔ دوسرے کو انہوں نے فرشتہ سیرت پایا تو سب کے سب شر بر شیطان بن گئے، اُس کی حلیمی کو دیکھ کر پڑھائی لکھائی چھوڑ بیٹھے۔ سارا وقت کھیل کود میں ضائع کرتے اور تختی لکھ کر نہ لاتے بلکہ ان سے ایک دوسرے کا سر پھوڑتے۔

استاد اگر بچوں کو پھُول کی چھڑی تک نہ لگائے تو وہ سرِ بازار آ کر گھوڑی ٹاپا کھیلنے لگیں گے۔

دو ہفتے بعد مجھے پھر اُدھر سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ محلے والے اسی پہلے استاد کو راضی کر لائے اور اُسے مدرسے میں لا بٹھایا ہے سچ یہ ہے کہ مجھے دلی دکھ ہوا میں نے لاحول پڑھی اور کہا کہ واہ یہ شیطان پھر کیسے فرشتوں کا معلّم بن گیا؟ ایک خوش مزاج بوڑھا بھی سن رہا تھا، ہنس کر کہنے لگا :-

ایک بادشاہ نے اپنے بیٹے کو مکتب میں بٹھایا تو چاندی کی ایک عمدہ تختی اس کی بغل میں دی،
جس پر سنہری حروف میں لکھا ہوا تھا کہ ع ہے بھلی ماں باپ کی اُلفت سے مار استاد کی۔

حکایت پارسا زاده ای را نعمت بیکران از ترکهٔ عمّان بدست افتاد، فسق و فجور آغاز کرد و مبذّری پیشه گرفت - فی الجمله نماند از سائر معاصی منکَری که نکرد و مُسکِری که نخورد، باری به نصیحتش گفتم: ای فرزند، دخل آبِ روان است و عیش آسیای گردان، یعنی خرجِ فراوان کردن مسلّم کسی را باشد که دخلِ معیّن دارد -

چو دخلت نیست خرج آهسته‌تر کن | که میگویند ملّاحان سرودی:
اگر باران بکوهستان نبارد | بسالی دجله گردد خشک رودی

عقل و ادب پیش گیر و لهو و لعب بگذار، که چون نعمت سپری شود سختی بری و پشیمانی خوری - پسر، از لذت نای و نوش، این سخن در گوش نیاورد، و بر قول من اعتراض کرد و گفت: راحتِ عاجل بتشویشِ محنتِ آجل منغّص کردن خلاف رای خردمندان است:

خداوندان کام و نیک بختی | چرا سختی خورند از بیم سختی؟
برو شادی کن، ای یار دل افروز | غم فردا نشاید خوردن امروز

فکیفَ مرا که در صدرِ مروت نشسته ام و عقدِ فتوت بسته و ذکرِ انعام در افواهِ عوام افتاده:

هر که علم شد بسخا و کرم | بند نشاید که نهد بر درم
نام نکوئی چو برون شد بکوی | در نتوانی که ببندی بروی

دیدم که نصیحت نمی پذیرد و دمِ گرمِ من در آهنِ سردِ او اثر نمیکند - ترکِ مناصحت گرفتم و روی از مصاحبت بگردانیدم و قول حکما را کار بستم که گفته اند: بلغ ما علیك فان لم یقبلوا فما علیك

گرچه دانی که نشنوند بگوی | هر چه دانی ز نیک خواهی و پند
زود باشد، که: خیره سر بینی | بدو پای اوفتاده اندر بند
دست بر دست می زند که، دریغ! | نشنیدم حدیث دانشمند

تا پس از مدتی آنچه در اندیشهٔ من بود از نکبتِ حالش بصورت بدیدم که پاره پاره بهم بر میدوخت و لقمه لقمه همی اندوخت - دلم از ضعف حالش بهم برآمد - مروّت ندیدم در چنان حالی ریش درونش را بملامت خراشیدن و نمک پاشیدن - پس با دلِ خود گفتم:

حریفِ سفله در پایانِ مستی | نیندیشد ز روزِ تنگ دستی
درخت اندر بهاران بر فشاند | زمستان لاجرم بی برگ ماند

حکایت ایک شریف زادے کو اپنے چچاؤں کی میراث سے بہت سی دولت ہاتھ آئی، اس نے اندھا دھند عیاشی شروع کر دی اور لگا گلچھرے اڑانے۔ کوئی کبیرہ گناہ نہ تھا جو نہ کیا اور کوئی نشہ نہ تھا جو نہ پیا، ایک دفعہ میں نے اُسے نصیحت کرتے ہُوئے کہا کہ بیٹا آمدنی بہتا ہوا پانی اور خرچ چلتی چکی ہے یعنی خرچ آمدنی پر موقوف ہے تو پھر فضول خرچی مقررہ آمدنی والوں ہی کو روا ہے۔

آمدنی کم ہو تو خرچ بھی سوچ سمجھ کے کر کیونکہ ملّاح اکثر یہ گیت گاتے ہیں۔

اگر پہاڑوں پر بارش نہ برسے تو دجلہ بھی ایک سال کے اندر خشک ہو جائے۔

پس تم بھی کھیل کود چھوڑ کر عقل و تمیز سیکھو ورنہ دولت ٹھکانے لگ جانے پر بڑی مشقت اور ندامت کا سامنا ہوگا۔ شراب کے رسیا نوجوان نے میری بات پر کان ہی نہ دھرا الٹا میری بات پر اعتراض کیا، کہ حضرت کل کے اندیشے پر آج کا عیش قربان کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔؟

زندگی میں کامیاب اور خوش نصیب لوگ محض سختی کے وہم ہی سے سختی کیوں اٹھائیں۔

جا اے دوست، خوشی کا دن خوشی سے گزار دے، آنے والے کل کے غم کو آج کاہے کو کھائیں۔

پھر میں جو "مروت" کی بلندیوں پر بیٹھنے والا ہوں اور جس نے کرم و سخاوت کی ٹھان رکھی ہے اور جس کی سخاوت کے گھر گھر چرچے ہیں اپنے آپکو کیسے روک سکتا ہوں؟

جس کی سخاوت اور مروت کا ہر سو شہرہ پھیل چکا ہو اسے زیب نہیں دیتا کہ خسّت سے کام لے۔

جب شہر کے گلی کوچوں میں شہرت عام ہو جائے تو دروازہ بند کرنا محال ہوگا۔

میں نے دیکھا کہ وہ نصیحت قبول نہیں کرتا۔ میرے سانس کی گرمی اس کے ٹھنڈے لوہے پر اثر نہیں کرتی تو نصیحت چھوڑ میں نے اسے ملنا جلنا بھی ترک کر دیا اور داناؤں کے اس مقولے پر عمل کیا:۔ کہ ان تک جو کچھ پہنچانا تیرا فرض ہے پہنچا دے اگر وہ نہ مانیں تو تو بری الذّمہ۔

تمہیں اگر یقین بھی ہو کہ وہ نہیں مانے گا تو بھی نصیحت کرنے سے نہ چوکو۔

اور وہ دن دُور نہیں جب تم ایسے احمق کو جیل کی کال کوٹھڑی میں بند پاؤ گے۔

دستِ حسرت ملتا ہوا کہہ رہا ہوگا افسوس میں نے اُس کی بات نہ سُنی ہائے سچ کہہ رہا تھا دانشمند۔

اور پھر جس کا خدشہ تھا وہی بات ہوئی۔ اک مدت کے بعد اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چہرے پر افلاس برس رہا ہے۔ چیتھڑے پہ چیتھڑے جوڑتا اور لقمہ لقمہ مانگ کر پیٹ پالتا تھا، اُس کی اس تباہ حالی پر جی بھر آیا مگر اس پریشان حالی میں اس کے دلی زخموں کو ملامت کے ناخنوں سے چھیلنا اور اس پر نمک پاشی کرنا مروت سے دُور سمجھا پس میں نے اپنے جی میں کہا

چھچھوروں کو دولت کے نشہ و مستی میں یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ موسم بدل بھی جایا کرتے ہیں۔

جو درخت بہار کے دنوں میں اپنے پتے گرا دیتے ہیں تو خزاں میں پھر بالکل لنڈ منڈ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

حکایت پادشاهی پسر را بادیبی داد و گفت : این فرزندِ تُست ، تربیتش همچنان کن که یکی از فرزندانِ خویش ، ادیب خدمت کرد و متقبّل شد و سالی چند بر وسعی کرد و بجایی نرسید ، و پسرانِ ادیب در فضل و بلاغت منتهی شدند ، ملک دانشمند را مواخذت کرد و معاتبت که : وعده خلاف کردی و وفا بجا نیاوردی ، گفت : بر رای خداوندِ زمین پوشیده نماند که ، تربیت یکسانست و طبایع مختلف :

گرچه سیم و زر زسنگ آید همی　　در همه سنگی نباشد زرّ و سیم
بر همه عالم همی تابد سهیل　　جای انبان میکند ، جای ادیم

حکایت یکی را شنیدم ، از پیران مربّی ، که مریدی را همیگفت : ای پسر ، چندانکه تعلّقِ خاطر آدمیزاد بروزی است اگر بروزی رسان بودی بمقام از ملائکه برگذشتی .

فراموشت نکرد ایزد در آنحال　　که بودی نطفهٔ مدفون مدهوش
روانت داد و عقل و طبع و ادراک　　جمال و نطق و رایَ و فکرت و هوش
ده انگشتت مرتّب کرد بر کف　　دو بازویت مرکّب ساخت بر دوش
کنون پنداری ، ای ناچیز همّت　　که خواهد کردنت روزی فراموش

حکایت اعرابیَ را دیدم که پسر را همی گفت : یَا بُنَیَّ اِنَّکَ مَسْئُولٌ یَومَ الْقِیَامَةِ مَاذَا اکْتَسَبْتَ وَلَا یُقَالُ بِمَنِ انْتَسَبْتَ ؛ یعنی ترا خواهند پرسیدن که عملت چیست ، نگویند که پدرت کیست ؟

جامهٔ کعبه را ، که می بوسند　　او نه از کرم پیله نامی شد
با عزیزی نشست روزی چند　　لا جرم ، همچو گرامی شد

حکایت در تصانیف حکما آورده اند که ، کژدم را ولادت معهود نیست ، چنانکه دیگر حیوانات را ، بلکه احشای مادر را بخورند و شکمش را بدرند و راهِ صحرا گیرند و آن پوستها که در خانهٔ کژدم بینند اثرِ آنست . باری این نکته پیش بزرگی همی گفتم ، گفت : دلِ من بر صدقِ این سخن گواهی میدهد و جز چنین نتوان بودن در حالت خردی با مادرِ خویش این معاملت کرده اند ، لا جرم در بزرگی چنین مُقبل اند و محبوب .

پسری را پدر وصیّت کرد　　کای جوان بخت ، یاد گیر این پند

حکایت ایک بادشاہ نے اپنے بیٹے کو ایک قابل استاد کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اسے بھی اپنا بیٹا ہی سمجھئے اور اپنے بیٹوں کی طرح اُس کی تربیت کیجئے۔ استاد نے آداب بجا لاتے ہوئے ذمہ داری قبول کر لی ایک مدت تک اُس پر بہت سر مارا مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی جبکہ اس کے اپنے بیٹے جو اُسی کے ہم سبق تھے پڑھ لکھ گئے۔ بادشاہ نے استاد سے سختی کے ساتھ باز پرس کی کہ تو نے نہ وعدہ نبھایا اور نہ حق نمک ادا کیا، اس نے جواب دیا، جہاں پناہ! تربیت سب کے لیے یکساں تھی مگر اس کا کیا علاج کہ طبیعتیں جدا جدا تھیں۔

اگرچہ چاندی، سونا پتھروں ہی سے نکلتا ہے مگر ہر پتھر میں سونا چاندی کہاں ؟

سہیل ستارہ کی شعاعیں ساری دنیا پہ یکساں پڑتی ہیں مگر کہیں پٹ سن ہوتا ہے اور کہیں خوشبودار چمڑا۔

حکایت میں نے سنا کہ ایک پیر اپنے مرید سے کہہ رہا تھا :۔ 'اے عزیز' انسان کو جتنا دلی لگاؤ رزق سے ہوتا ہے اگر رزق دینے والے سے ہو تو اس کا مقام فرشتوں سے بھی بلند ہو جائے۔

وہ پالنہار تمہیں اس وقت بھی نہیں بھولا جب کہ تم نطفہ کی اک بوند تھے۔

تجھے جان، عقل، ذہن اور تمیز عطا کی، ایسی صورت بنائی، بولنے کی قوت بخشی اور سوچ بچار کا مادہ ،

تیرے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر دس انگلیاں سجائیں، کندھوں سے ملتے ہوئے دو بازو عنایت کیے۔

تو اب اے بے ہمت انسان تیرے دل میں یہ گمان کیسے سما گیا کہ وہ تیری روزی کو فراموش کر دے گا۔

حکایت ایک عربی اپنے بیٹے کو سمجھا رہا تھا کہ قیامت کے دن تجھ سے تیرے کام پوچھیں گے نہ کہ باپ دادا کا نام۔

ع جو پوچھے جائیں گے محشر میں وہ اعمال ہیں تیرے ، نہ کہ حسب نسب تیرا

غلافِ کعبہ کو اک دنیا بوسہ دیتی اور آنکھوں سے لگاتی ہے وہ ریشم کے کپڑے کی وجہ سے نامی نہیں ہوا۔

بلکہ وہ ایک مدت کسی عزت والے (بیت اللہ شریف) کا ہم نشین رہا بیشک اسی کی طرح معزز ہو گیا۔

حکایت حکما لکھتے ہیں کہ بچھو کی پیدائش دوسرے خاندانوں کے معمول کے مطابق نہیں بلکہ اس ڈگر سے بالکل مختلف ہے وہ اپنی ماں کی انتڑیوں کو کھاتے اور اس کے پیٹ کو پھاڑ کر باہر نکل آتے ہیں اور صحرا کا رُخ کرتے ہیں۔ بچھوؤں کے بلوں میں اسی کھال کے نیچے کچھے نشان پائے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے یہ بات ایک بزرگ کو سنائی تو وہ کہنے لگا کہ میرا اپنا دل اس بات کی سچائی پر گواہی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ہو سکتا ہی نہیں۔ چونکہ بچپن میں ماں باپ سے خود یہ سلوک کرتے ہیں اسی لیے بڑے ہونے پر وہ اتنے مقبول ہیں کہ لوگ انہیں گھے ہاتھوں لیتے ہیں۔

ایک باپ اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا :۔ اے بیٹا میری یہ بات یاد رکھنا۔

هر که با اصل خود وفا نکند　　　نشود دوست روی و دولتمند

کژدم را گفتند: چرا بزمستان بیرون نیائی؟ گفت: بتابستان چه حرمت دارم که بزمستان نیز بیایم"؟

حکایت فقرهٔ درویشی حامله بود و مدت حمل بسر آورده، و مر این درویش را همه عمر فرزند نیامده بود، گفت: اگر خدای عز وجل مرا پسری دهد جزین خرقه که پوشیده دارم هر چه ملک منست ایثار درویشان کنم. اتفاقاً پسر آورد وسفرهٔ درویشان بموجب شرط بنهاد. پس از چند سالی که از سفر شام باز آمدم بمحلت آن دوست برگذشتم واز چگونگی حالش خبر پرسیدم. گفتند: بزندان شحنه دراست، سبب پرسیدم. گفتند: پسرش خمر خورده است وعربده کرده وخون کسی ریخته وخود از میان گریخته پدر را بعلت او سلسله در نای است وبند گران برپای. گفتم: این بلا را بحاجت از خدا خواسته است،

زنان باردار، ای مرد هشیار　　　اگر وقت تحمّل مار زایند
ازان بهتر بنزدیک خردمند　　　که فرزندان ناهموار زایند

حکایت طفل بودم که بزرگی را پرسیدم از بلوغ. گفت: درمسطور آمده است که، سه نشان دارد: یکی پانزده سالگی و دیگری احتلام وسیّم برآمدن موی پیش، اما درحقیقت یک نشان دارد وبس: آنکه در بند رضای حق جلّ وعَلا بیش از آن باشی که در بند حظّ نفس خویش، وهر آنکه درو این صفت موجود نیست بنزد محقّقان بالغ نشمارندش:

بصورت آدمی شد قطرهٔ آب　　　که چل روزش قرار اندر رحم ماند
وگر چل ساله را عقل وادب نیست　　　به تحقیقش نشاید آدمی خواند

جوانمردی ولطف است آدمیّت　　　همین نقش هیولائی مپندار
هنر باید که صورت میتوان کرد　　　بایوانها در، از شنگرف و زنگار
چو انسان را نباشد فضل و احسان　　　چه فرق از آدمی تا نقش دیوار؟
بدست آوردن دنیا هنر نیست　　　یکی را، گر توانی دل بدست آر

کہ جس نے اپنوں سے بے وفائی کی وہ کبھی بھلائی کا منہ نہ دیکھے گا۔

بھوسے کسی نے پوچھا تم سردیوں میں باہر کیوں نہیں آتے۔ کہنے لگا گرمیوں میں میری کیا آؤ بھگت ہوتی ہے جو سردیوں میں بھی باہر آؤں۔

حکایت ایک درویش کی بیوی حاملہ تھی اور وضع حمل کا وقت قریب آرہا تھا۔ اس بچارے کے ہاں عمر بھر کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی تھی، اس نے منت مانی کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھے بیٹا عطا کرے تو میں اپنے تن کے ان کپڑوں کے علاوہ باقی سب کچھ اسکی راہ میں مسکینوں اور محتاجوں کو دیدوں اتفاق کی بات اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اپنی منت کے مطابق اس نے خوان کرم بچھایا، میں مدتوں شام کی سرزمین میں گھومتا رہا، کئی سالوں کے بعد جب سفر سے واپس آیا تو اس محلے سے گزر ہوا۔ میں نے لوگوں سے اسکا حال احوال پوچھا۔ کہنے لگے وہ تو کوتوالی کی حوالات میں ہے۔ میں نے وجہ پوچھی بتایا گیا کہ اس کے بیٹے نے شراب پی۔ نشے میں دھت ہو کر خرمستی کی اور کسی کو موت کے گھاٹ اتار کر خود بھاگ نکلا۔ اب اس کی جگہ باپ کے پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ہے، میں نے کہا اس بلا کو تو اس نے دعاؤں اور منتوں مرادوں سے پایا تھا۔

اے جوانمرد، اہلِ عقل کے نزدیک ایک نااہل بچے کو جنم دینے کی بجائے

سانپ جننا بدرجہا بہتر ہے۔

حکایت میں نے اپنے بچپن کے دنوں میں ایک بزرگ سے پوچھا کہ آدمی بالغ کب ہوتا ہے۔ اس نے کہا کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کی تین علامتیں ہیں۔ پہلی علامت پندرہ سال کی عمر ہے۔ دوسری علامت بدخواب ہو جانا اور تیسری زیر ناف بالوں کا اُگ آنا اور حق بات تو یہ ہے کہ بالغ ہونے کی فقط یہی اک علامت ہے کہ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے بجائے خدای بزرگ و برتر کی رضا میں پہلے کی نسبت زیادہ کھو جائے۔ جو اس صفت سے عاری ہے اہلِ تحقیق اسے بالغ نہیں گنتے۔

ماں کے رحم میں چالیس دن رہ کر پانی کی اک بوند آدمی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

لیکن چالیس سال گزرنے پر بھی جو عقل و تمیز سے عاری ہو تو پھر حق بات تو یہ ہے کہ اسے آدمی کہنا آدمیت کی توہین ہے۔

فقط اس پیکرِ خاکی کو آدمی نہ سمجھ۔ آدمیت تو جوانمردی اور لطف و مروت کا دوسرا نام ہے۔

غرض تو سیرت سے ہے صورت سے کیا کام ؟ فقط صورت تو نقش دیوار کی مانند ہے۔

علم و ہنر اور فضل و احسان سے عاری انسان تو سُرخ و سفید مٹی کی مورت ہے آدمی نہیں۔

دنیا بھر کو فتح کر لینا تو کوئی خوبی نہیں۔ ہو سکے تو کسی کے دل کو مسخر کرے۔

حکایت سالی نزاعی در پیادگانِ حجّاج افتاده بود وداعی هم درآن سفر پیاده. انصاف درسر و روی هم فتادیم و دادِ فسوق و جدال بدادیم. کجاوه نشینی را شنیدم که با عدیلِ خود میگفت : یا للعجب! پیادهٔ عاج چو عرصهٔ شطرنج بسر میبرد فرزین میشود یعنی به از آن گردد که بود و پیادگان حاجّ بادیه بسر بردند و بتر شدند.

از من بگوی حاجیِ مردم گزای را کو پوستین خلق بآزار می درد :
حاجی تو نیستی، شتر است از برای آنک بیچاره خار میخورد و بار میبرد

حکایت هندوئی نفت اندازی همی آموخت. حکیمی گفت : ترا که خانه نیین است بازی نه این است:

تا ندانی که سخن عینِ صوابست ، مگوی وآنچه دانی که نه نیکوش جوابست، مگوی

حکایت مردِ کی راچشم دردخاست ، پیشِ بیطار رفت که ، دوا کن ، بیطار از آنچه درچشم چارپایان میکشند در دیده او کشید و کور شد ، حکومت بداور بردند. گفت : برو، هیچ تاوان نیست ، اگر این خر نبودی پیش بیطار نرفتی مقصود ازین سخن آنست تا بدانی که هر آنکه ناآزموده را کار بزرگ فرماید، بدانکه ندامت برد به نزدیکِ خردمندان بخفّت رای منسوب گردد :

ندهد هوشمند روشن رای بفرو مایه کارهای خطیر
بوریا باف گرچه بافنده است نبرندش بکارگاهِ حریر

حکایت یکی را از بزرگان ائمه ، پسری وفات یافت ، پرسیدند که ، برصندوق گورش چه نویسیم ؟ گفت ، آیاتِ کتاب مجید را عزت وشرف بیش از آنست که روا باشد برچنین جایها نوشتن که بروزگار سوده گردد وخلایق برو گذرند وسگان بروشاشند ، اگر بضرورت چیزی همی نویسند این دوبیت کفایت است :

وه ! که هرگاه که سبزه در بستان بدمیدی، چه خوش شدی دلِ من
بگذر، ای دوست ، تا بوقت بهار سبزه بینی دمیده بر گلِ من

حکایت پارسای بریکی از خداوندانِ نعمت گذر کرد که بندهٔ را دست وپای استوار بسته عقوبت همیکرد، گفت : ای پسر، همچو تو مخلوقی را خدای عزّوجلّ ، اسیرِ حکم تو گردانیده است وترا بروی فضیلت داده ، تشکر

حکایت ایک سال حاجیوں کے ایک قافلے میں پیدل چلنے والوں میں اک جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ میں بھی پیادوں میں شامل تھا۔ ہم باہم گتھم گتھا ہو گئے ایکدوسرے کا سر پھوڑنے لگے اور خوب کھل کر لڑے۔ میں نے کجاوہ میں بیٹھے ہوئے ایک سوار کو اپنے ساتھی سے یہ کہتے سنا، عجب بات ہے کہ ہاتھی دانت کا بنا ہوا پیادہ تو شطرنج کی بساط پر منزلیں طے کر کے وزیر بن جاتا ہے یعنی اپنی حالت سے بہتر ہو جاتا ہے مگر یہ حج کرنے والے پیادے صحرا کی منزلیں طے کر کے پہلی حالت سے بھی گئے۔

بال کی کھال کھینچنے اور خلق خدا کو آزار دینے والے حاجی صاحب سے میرا یہ پیام دے دیجئے کہ

حاجی تم نہیں حاجی تو تمہارا اونٹ ہے جو کانٹے دار جھاڑیاں کھا کر اور بوجھ اٹھا کر صابر و شاکر رہتا ہے۔

حکایت ایک ہندو آتش گیر مادے کا استعمال سیکھ رہا تھا، ایک دانا نے دیکھا تو فرمایا، تمہارا تو اپنا گھر بانسوں کا بنا ہوا ہے تم آگ سے کھیلنا کیوں سیکھتے ہو

جب تک پورا یقین نہ ہو کہ بات بالکل درست ہے اسے زبان پر مت لاؤ اور جس سوال کا بھلا جواب ملنے کی توقع نہ ہو کبھی نہ پوچھو۔

حکایت کسی بیوقوف کی آنکھ میں درد اٹھا تو علاج کیلئے سلوتری کے پاس چلا گیا۔ اس نے وہی سلائی جو چوپایوں کی آنکھ میں لگتے ہیں اُس کی آنکھ میں بھی پھیر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اندھا ہو گیا اور دعویٰ حاکم کے پاس لے گیا، حاکم نے کہا:۔ جاؤ اس پہ کوئی تاوان نہیں۔ تمہارا اپنا گدھا پن ہے تم آدمی ہوتے تو سلوتری کے پاس جاتے ہی کیوں؟ مراد اس حکایت سے یہ ہے کہ جو شخص بغیر آزمائش کے کسی انجان کو اہم کام پہ لگاتا ہے ندامت اٹھاتا ہے اور عقلمندوں کے نزدیک ناقص الرائی کہلاتا ہے۔

کوئی عقلمند آدمی کسی ادنیٰ آدمی کو اہم کام کبھی نہیں سونپتا

چٹائی بننے والا بھی اگرچہ بافندہ ہی ہے مگر بھلا ریشم کے کارخانے میں اُسے کون لے جائے گا۔

حکایت کسی امام وقت کا بیٹا مر گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کی قبر کے تعویذ پر کیا لکھیں۔ کہنے لگا:۔ کہ قرآن حکیم کی آیات کے احترام کا تو تقاضا یہ ہے کہ ایسی جگہوں پر نہ لکھا جائے جو وقت گزرنے پر گھس ٹوٹ جائیں گی یا جو عام گزرگاہ ہو اور جہاں کتے بھی پیشاب کریں، اگر ضروری لکھنا ہی ہے تو یہ شعر کافی ہے:۔

اے دوست تمہیں یاد ہو گا کہ بہار میں جب ہر طرف سبزہ پھوٹتا تھا تو میں کتنا خوش ہوا کرتا تھا۔

موسم بہار میں میرے مزار پر آ، اور سبزہ اُگا ہوا دیکھ۔

حکایت ایک آقا اپنے نوکر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بے رحمی سے مار رہا تھا۔ ایک پرہیزگار کا اُدھر سے گزر ہوا تو فرمایا:۔ اے بیٹا خدا نے ایک تمہارے ہی جیسے انسان کو تمہارا فرمانبردار نوکر بنایا ہے اور تمہیں اس پہ فضیلت بخشی ہے۔ خدا کی اس دین کا شکر ادا کرو اور اس پر اتنا ظلم نہ کرو

نعمت باری تعالیٰ بجای آر وچندین جفا بروی مپسند، نباید که فردای قیامت به از تو باشد وشرمساری بری:

بر بنده مگیر خشم بسیار		جورش مکن و دلش میازار
او را تو بده درم خریدی		آخر نه بقدرت آفریدی؟
این حکم و غرور و خشم تا چند؟		هست از تو بزرگتر خداوند
ای خواجهٔ ارسلان و آغوش		فرمانده خود مکن فراموش

درخبر است از سیّد عالم، صلی اللّٰه علیه وسلّم، که گفت: بزرگترین حسرتی روز قیامت آن بود که، بندهٔ صالح را به بهشت برند وخواجهٔ فاسق او را بدوزخ.

بر غلامی، که طوع خدمت تست		خشم بیحد مران وطیره مگیر
که فضیحت بود بروز شمار		بنده آزاد و خواجه در زنجیر

حکایت سالی از بلخ باشامیانم سفر بود راه از حرامیان پرخطر جوانی بیدرقهٔ همراه ما شد، سپرباز، چرخ انداز، سلحشور، بیش زور، که بده مرد توانا کمان او زه کردندی و زورآوران روی زمین پشت او بر زمین نیاوردندی، ولیکن متنعّم بود وسایه پرورده، نه جهان دیده وسفر کرده، رعد کوس دلاوران بگوشش نرسیده وبرق شمشیر سواران ندیده؛

نیفتاده بر دستِ دشمن اسیر		بگردش نباریده بارانِ تیر

اتفاقاً من واین جوان هر دو در پی هم روان، هرآن دیوار قدیمش که پیش آمدی بقوّت بازو بیفگندی، وهر درخت عظیم که دیدی بزور سرپنجه برکندی وتفاخرکنان گفتی:

پیل کو؟ تا کتف وبازوی گردان بیند		شیر کو؟ تا کف وسرپنجه مردان بیند

ما درین حالت که دو هندو از پس سنگی سر برآوردند وآهنگِ قتال ما کردند، بدستِ یکی چوبی ودر بغل آن دیگر کلوخ کوبی. جوان را گفتم: چه پائی؟

بیار آنچه داری زمردی و زور		که دشمن بپای خود آمد بگور

تیر و کمان را دیدم از دست جوان افتاده ولرزه بر استخوان.

نه هرکه موی شگافد بتیر جوشن خای		بروز حملهٔ جنگ آوران بدارد پای

چاره جزآن ندیدیم که رخت وسلاح وجامه رها کردیم وجان سلامت بیاوردیم.

ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن خدا کے نزدیک وہ تم سے بہتر سمجھا جائے اور تمہیں آج کے ظلم کی ندامت اٹھانی پڑے۔

غلام پر غضبناک ہو کر جور و جفا نہ کر اور اس کا دل نہ دکھا۔

اور ذرا سوچو کہ تم نے تو اسے اپنی قدرت سے پیدا نہیں کیا، بلکہ محض دس درم کے بدلے خریدا ہے۔

یہ تحکم، یہ غرور، یہ غیظ و غضب تابکے تجھ سے بھی تو بڑا آقا ہے۔

اے ارسلان اور آقوش کے آقا اپنے آقا کو مت بھول۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے بڑا حسرتناک منظر وہ ہوگا جب گنہگار آقا کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے اور پرہیزگار نوکر کو بہشت کی جانب۔

جس بچارے کے گلے میں تیری غلامی کا طوق ہو اس پر نہ غضب ناک ہو اور نہ ظلم و ستم کر۔

کہیں قیامت میں اس ذلّت کا سامنا نہ کرنا پڑے کہ غلام آزاد ہو اور تو گرفتار۔

حکایت ایک سال میں بلخ سے شامیوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ راستے میں رہزنوں کا خطرہ تھا۔ ہمارا رہبر اور نگہبان ایک طاقتور نوجوان تھا ڈھال کے استعمال میں ماہر، تیر انداز، پانچوں ہتھیاروں سے لیس۔ طاقت کا یہ عالم کہ دس آدمی مل کر اُس کی کمان کا چلّہ چڑھاتے اور دنیا بھر کے پہلوان اسے چت نہ گرا سکتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی نازو نعمت اور لاڈ پیار کا پلا ہوا تھا، نہ کبھی گھر سے باہر نکل کے دیکھا تھا اور نہ سفر کی مشکلات کا تجربہ تھا۔ نہ کسی معرکے میں شریک ہوا، نہ اس کے کانوں نے نقارہ جنگ سُنا تھا، نہ آنکھوں نے میدان جنگ میں چمکتی اور کھنکتی ہوئی تلواروں کا نظارہ ہی کیا تھا۔

نہ کبھی دشمن کے ہاتھوں قیدی بنا اور نہ ہی کبھی اپنے گرد تیروں کی بوچھاڑ دیکھی۔

اتفاق کی بات میں اور یہ نوجوان آگے پیچھے چلے جا رہے تھے، جو کوئی پرانی دیوار راہ میں آتی اسے ایک ہی دھکے میں گرا دیتا اور ہر درخت جو راہ میں آتا اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکتا اور اپنی شہ زوری پہ فخر کرتے ہوئے گنگناتا جا رہا تھا :-

کہاں ہے ہاتھی ؟ آئے اور آ کر دلیروں کی دلیری دیکھے۔ کہاں ہے شیر آئے اور آ کر اس شیر کی شیری دیکھے۔

ہم اسی طرح چلے جا رہے تھے کہ دو قزاق ایک بڑی چٹان کی اوٹ سے نکل کر حملہ کرنے کے لیے ہماری طرف بڑھے۔ ایک کے ہاتھ میں لٹھ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں ہتھوڑا۔ میں نے جوان سے کہا، دیکھتے کیا ہو؟

اب اپنے زور اور طاقت کے جوہر دکھاؤ، دشمن خود چل کر موت کے منہ میں آ پہنچا ہے۔

مگر دیکھتا کیا ہوں کہ تیر و کمان جوان کے ہاتھ سے چھوٹ چکے ہیں اور ڈر کے مارے ہڈیاں تک لرز گئیں۔

ضروری نہیں کہ چھلّی کی آنکھ کو چھید دینے والا نشانے باز تیر انداز جنگ کے دن بہادروں کے حملہ کے وقت بھی ڈٹا رہے۔

ناچار ہم نے اپنے بچاؤ کا اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ کپڑے، سامان اور ہتھیار دے کر ڈاکوؤں سے جان چھڑائیں۔

بکار های گران مرد کار دیده فرست که شیر شرزه در آرد بزیر خم کمند
جوان اگرچه قوی یال و پیلتن باشد بجنگ دشمنش از هول بگسلد پیوند
نبرد پیش مصاف آزموده معلومست چنانکه مسئلهٔ شرع پیش دانشمند

حکایت توانگر زاده ای را دیدم، بر سر گور پدر نشسته و با درویش بچه ای مناظره در پیوسته که، صندوق تربت سنگین است و کتابه رنگین و فرش رخام انداخته و خشت پیروزه درو بکار برده، بگور پدرت چه ؟ خشتی دو فراهم آورده و مشتی دو خاک بر آن پاشیده. درویش پسر این بشنید و گفت : تا پدرت زیر این سنگهای گران بر خود بجنبیده باشد پدر من به بهشت رسیده بود.

خر، که کمتر نهند بروی بار بی شک آسوده تر کند رفتار

مرد درویش که بار ستم فاقه کشید بدر مرگ همانا که سبکبار آید
وانکه در نعمت و آسایش و آسانی زیست مردنش زین همه شک نیست که دشخوار آید
به همه حال اسیری که ز بندی برهد سرخرو تر ز امیری که گرفتار آید

حکایت بزرگی را پرسیدم در معنی این حدیث که : اَعْدَا عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِی بَینَ جَنْبَیكَ ؟ گفت : بحکم آنکه هر آن دشمنی را که با وی احسان کنی دوست گردد مگر نفس را که چندانکه مدا رابیش کنی مخالفت زیادت کند،

فرشته خوی شود آدمی بکم خوردن دگر خورد چو بهایم بیوفتد چو جماد
مراد هر که برآری مطیع امر تو گشت خلافِ نفس که فرمان دهد چو یافت مراد

جدال سعدی با مدعی در بیان توانگری و درویشی

حکایت یکی در صورت درویشان نه بر صفت ایشان در محفلی دیدم نشسته و شنعتی در پیوسته و دفتر شکایتی باز کرده و ذم توانگران آغاز، سخن بدینجا رسانیده که درویش را دست قدرت بسته است و توانگران را پای ارادت شکسته،

اہم معرکوں میں ایسے ہشیار اور تجربہ کار لوگ بھیجو جو دھاڑتے ہوئے شیروں کو بھی ڈھب سے پھانس لائیں۔
جوان خواہ کتنے زور آور اور طاقتور کیوں نہ ہوں جنگ کے نام ہی سے خوف کے مارے لرز جاتے ہیں۔
مردان کار ہی کے لیے میدان جنگ ایسے ہی ہے جیسے مفتیٔ شرع کے سامنے شرعی مسائل۔

حکایت میں نے دیکھا کہ ایک دولتمند کا لڑکا باپ کی قبر پر بیٹھا ہوا کسی غریب کے بیٹے سے جھگڑ رہا تھا، کہ دیکھو میرے باپ کی قبر کا تعویذ کیسا پختہ اور کتبہ کیسا رنگین ہے۔ سنگ مرمر کا فرش اور اس پہ کاشیگری کا کام۔ تمہارے باپ کی قبر کی طرح نہیں کہ دو چار اینٹیں اکٹھی کر دیں اور ان پر دو مٹھی بھر مٹی ڈال دی۔ غریب کے بیٹے نے سن کر کہا: جب تک تمہارا باپ ان بھاری بھرکم پتھروں کے نیچے سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا رہیگا، میرا باپ بہشت میں پہنچ جائیگا۔
گدھے پر اگر ہلکا بوجھ لدا ہوا ہو گا تو اس کا قدم آسانی اور تیزی سے اُٹھے گا۔

جس درویش کی عمر فقر و فاقہ میں گزری ہو یقیناً موت کے دروازے پر ہلکا پھلکا جائے گا۔
جس نے عیش اور ناز نعمتوں میں دن گزارے ہوں ان سب کو چھوڑ کر موت کے منہ میں جانا اس کے لیے دشوار ہو گا۔
درویش کہ زنداں سے ملے جس کو رہائی — اس شاہ سے بہتر ہے جو ہو جائے گرفتار

حکایت میں نے ایک بزرگ سے اس حدیث کے معنی پوچھے: "تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان جو نفس ہے اسے اپنا بدترین دشمن سمجھ۔ اس نے کہا وجہ یہ ہے کہ نفس کے سوا جس دشمن سے بھی مروّت سے پیش آؤ گے تمہارا دوست بنجائے گا مگر نفس سے جتنی مروّت برتو گے اتنی ہی زیادہ مخالفت کرے گا۔
انسان اگر کم کھائے تو فرشتہ بن جائے، اگر ڈھوروں کی طرح کھائے تو اینٹ پتھر کی طرح گر جاتے۔
جس کسی کی حاجت بر لاؤ گے تمہارا مطیع بن جائیگا مگر نفس کی حاجت پوری کرو تو یہ حکم چلائیگا۔

سعدی کا ایک مدعی سے امیری و غریبی کے سلسلہ میں مناظرہ

حکایت ایک شخص جس نے درویشوں کی سی صورت تو بنا رکھی تھی مگر ان کی سیرت سے عاری تھا، ایک محفل میں بیٹھا مسلسل طعن توڑے جا رہا تھا۔ گلہ شکوہ کا دفتر کھولے، امیروں کی مذمت کر رہا تھا۔ بات یہاں تک پہنچی کہ غریبوں کا تو دستِ قدرت بندھا ہوا ہے مگر امیروں کے ارادہ کا پاؤں ہی ٹوٹ چکا ہے۔

کریمان را بدست اندر درم نیست — خداوندان نعمت را کرم نیست

مرا که پروردهٔ نعمت بزرگانم این سخن سخت آمد. گفتم: ای یار! توانگران دخل مسکینان اند و ذخیرهٔ گوشه نشینان و مقصد زائران و کهف مسافران و متحمل بار گران از بهر راحت دیگران دست تناول بطعام آنگه برند که متعلقان و زیردستان بخورند و فضلهٔ مکارم ایشان باارامل و پیران و اقارب و جیران رسیده.

توانگرانرا وقف است و نذر و مهمانی — زکوة و فطره و اعتاق و هدی و قربانی

تو کی بدولت ایشان رسی که نتوانی — جز این دو رکعت و آنهم بصد پریشانی

اگر قدرت جودست وگر قوت سجود، توانگران را به میسر شود که مال مزکی دارند و جامه پاک و عرض مصون و دل فارغ، و عاقلان دانند که قوت طاعت در لقمهٔ لطیف است و صحت عبادت در کسوت نظیف پیداست که از معدهٔ خالی چه قوت آید و از دست تهی چه مروت و از پای بسته چه سیر آید و از دست گرسنه چه خیر؟

شب پراگنده خسبد آنکه پدید — نبود وجه بامدادانش

مور گرد آورد بتابستان — تا فراغت بود زمستانش

فراغت با فاقه نپیوندد و جمعیت در تنگدستی صورت نبندد، یکی تحریمهٔ عشا بسته و دیگری منتظر عشا نشسته، هرگز این بدان کی ماند:

خداوند مکنت بحق مشتغل — پراگنده روزی پراگنده دل

پس عبادت اینان بقبول اولی ترکه جمع اند و حاضر، نه پریشان و پراگنده خاطر، اسباب معیشت ساخته و بر اوراد عبادت پرداخته، عرب گوید: اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفَقْرِ المکب وجوار من لا احب و در خبر است. اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ. گفتا: نشنیدی که پیغمبر علیه السلام گفت: اَلْفَقْرُ فَخْرِي. گفتم: خاموش که اشارت خواجهٔ عالم علیه السلام بفقر طائفه ایست که مرد میدان رضا اند و تسلیم تیر قضا نه اینان که خرقهٔ ابرار پوشند و لقمهٔ ادرار فروشند:

ای طبل بلند بانگ در باطن هیچ — بی توشه چه تدبیر کنی وقت بسیج؟

روی طمع از خلق بپیچ ار مردی — تسبیح هزار دانه بر دست مپیچ

درویش بی معرفت نیارامد تا فقرش بکفر انجامد کَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُونَ كُفْراً که نشاید جز بوجود نعمت برهنه پوشیدن یا در استخلاص گرفتاری کوشیدن و ابنای جنس ما را بمرتبهٔ ایشان که رساند و ید علیا بید سفلی چه ماند؟ نه بینی که حق جل وعلا، در محکم تنزیل از نعیم اهل بهشت خبر میدهد که: اُولٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَعْلُومٌ

سخی دام و درم سے محروم ہیں اور امیر جود و سخا کے جذبہ سے،

میں امیروں کی نعمتوں کا پلا ہوا ہوں مجھ پہ یہ بات گراں گزری۔ میں نے کہا اے دوست امیر غریبوں کا سرمایہ، گوشہ نشینوں کا ذخیرہ، زائرین کا ملجا اور مسافروں کی پناہ گاہ ہیں۔ خود اخراجات کا بھاری بوجھ اٹھاتے ہیں مگر دوسروں کو سکھ پہنچاتے ہیں۔ قرابت داروں اور لگے بندھوں کو پہلے کھلاتے اور پھر آپ کھاتے ہیں۔ ان کی کشادہ دستی کے نیچے کھچے سے بیوائیں، بوڑھے، عزیز و اقارب اور ہمسائے فیض پاتے ہیں۔

نذر، نیاز اور مہمانی، زکوۃ، فطر، صدقہ اور قربانی، سب امیروں ہی کے لیے وقف ہیں۔

تو ان کے نصیبے کو کیسے پہنچ سکتا ہے، لے دے کے یہی دو رکعت نماز اور وہ بھی بصد فکر و پریشانی،

سخاوت کی بات ہو کہ عبادت کی دونوں کی سہولتیں امیروں ہی کو زیادہ حاصل ہیں۔ زکوۃ دیتے ہوئے مال کی پاکیزگی، لباس کی صفائی، محفوظ ناموس، اور دلی فراغت کے سامان، سبھی کچھ انہی کو میسر ہے۔ عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ اطاعت کی رُوح رزقِ حلال میں ہے اور عبادت کی جان پاکیزہ لباس میں۔ ظاہر ہے خالی معدے والے سے ہمّت و قوّت کی کیا توقع اور خالی ہاتھ والے سے احسان و مروّت کی کیا امید جس کے پاؤں بندھے ہیں وہ کیا چلیگا۔ جو خود بھوکا ہو وہ دوسروں کو کیا کھلائیگا۔ جس کے پاس صبح کے کھانے کا سامان نہ ہو وہ رات پریشان خوابی میں گزارتا ہے

چونٹیاں گرمیوں میں ذخیرہ جمع کر لیتی ہیں تاکہ سردیوں میں فراغت نصیب ہو۔

نہ فاقہ و مستی میں چین ملتا ہے نہ تنگدستی میں سکون۔ ایک نے نماز عشا کی نیت باندھ لی دوسرا بچارہ عشائیہ کا منتظر ہے۔ اِس میں اس میں بڑی تفاوت ہے۔

جو مطمئن ہیں وہ تو حضورِ قلب سے خدا سے لو لگا بیٹھے۔ جس کی روزی پریشان اس کا دل بھی پریشان۔

پس انہی کی عبادت قبول اور یہی مقبول ہیں کہ دلی سکون نصیب ہے اور حضوریِ قلب۔ نہ پریشان حال ہیں نہ پریشان خیال۔ زندگی کے سامان مہیّا کیے بیٹھے ہیں اور اوراد و وظائف کا تہیہ۔ عربوں کا ایک مقولہ ہے کہ:۔ خدا چت گرا دینے والے فقر و فاقہ سے پناہ دے اور اس ہمسائے سے جس سے میں محبت نہیں کرتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مفلسی دونو جہانوں میں روسیاہی کا باعث ہے۔ وہ کہنے لگا کیا تم نے پیغمبرِ پاک کی یہ حدیث نہیں سنی کہ "مجھے اپنے فقر پر ناز ہے" میں نے کہا چپ رہو اس حدیث میں سرورِ عالم کا اشارہ مجاہدوں کے اس گروہ کے فقر و فاقہ کیطرف ہے جو مجاہد و غازی بھی ہیں اور ہر حال میں اُس کی رضا پہ راضی بھی۔ یہاں مراد اُن بھِک منگے فقیروں سے نہیں جنہوں نے درویشوں کی گدڑی اوڑھ رکھی ہے اور پھر چٹکی چٹکی اکٹھی کی ہوئی بھیک کو بیچنے بیٹھ جاتے ہیں۔

اے ڈھول کے پول زادِ راہ لیے بغیر سفر کا ارادہ کرنا دلیلِ غفلت ہے

جواں مرد ہے تو لالچ سے دست کش ہو کر لوگوں سے منہ موڑ اور دکھاوے کی اس لمبی چوڑی تسبیح کا پھیرنا چھوڑ۔

معرفتِ حق سے عاری درویش اس وقت تک چین نہیں پاتا جب تک کہ اس کا فقر کفر تک نہیں پہنچ جاتا۔ مفلسی آدمی کو گھسیٹ کر کفر کی سرحدوں تک لے جاتی ہے خود نعمت سے محروم دوسرے ننگے کو کیا پہنائیگا۔ یا مصیبت کے مارے کو کیسے چھڑائیگا۔ ہم جیسے اُن کے رتبے کو کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ لینے والے ہاتھ کو دینے والے ہاتھ سے کیا نسبت؟ کیا تم نہیں جانتے کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہلِ بہشت کی راحتوں کا یوں ذکر کیا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا رزق

تا بدانی که مشغولِ کفاف از دولتِ عفاف محرومست وملکِ فراغت زیرِنگین رزقِ معلوم :

تشنگان را نماید اندر خواب همه عالم بچشم چشمهٔ آب

حالی که من این سخن بگفتم عنانِ طاقتِ درویش از دستِ تحمل برفت تیغِ زبان برکشید واسبِ فصاحت درمیدانِ وقاحت بجهانید و برمن دوانید وگفت : چندان مبالغه در وصفِ ایشان بکردی و سخنهای پریشان بگفتی که وهم تصور کند که تریاق اند یا کلیدِ خزانهٔ ارزاق ؛ مشتی متکبر، مغرور، مُعجب، نفور، مشتغل مال ونعمت، مفتتن جاه وثروت، که سخن نگویند اِلّا بسفاهت ونظر نکنند اِلّا بکراهت ؛ علما را بگدائی منسوب کنند وفقرا را به بی سر و پائی معیوب گردانند وبعزّت مالی که دارند وعزّت جاهی که پندارند برتر از همه نشینند وخود را بهتر از همه بینند و نه آن در سر دارند که سر بکسی بردارند بیخبر از قول حکما که گفته اند هر که بطاعت از دیگران کم است وبه نعمت بیش، بصورت توانگرست ومعنی درویش

گر بی هنر بمال کند کبر بر حکیم کون خرش شمار وگر گاو عنبرست

گفتم ؛ مذمّت ایشان روا مدار که خداوندکرم اند گفت ؛ غلط گفتی که بندهٔ درم اند ؛ چه فایده چون ابر آذارند ونمی بارند وچشمهٔ آفتاب اند ونمی تابند. وبرمرکبِ استطاعت سوار اند ونمیرانند قدمی بهر خدا ننهند و درمی بی مَنّ واذی ندهند ؛ مالی بمشقّت فراهم آرند وبخسّت نگهدارند وبحسرت بگذارند ؛ چنانکه حکیمان گفته اند : سیم بخیل از خاک وقتی برآید که وی درخاک رود .

برنج وسعی کسی نعمتی بچنگ آرد دگر کس آید وبی سعی ورنج بردارد

گفتمش بر بخل خداوندان نعمت وقوف نیافته ای اِلّا بعلت گدائی وگرنه هر که طمع یکسو نهد، کریم وبخیلش یکی نماید، محکّ داند که زر چیست وگدا داند که ممسک کیست، گفتا ؛ بتجربت آن همی گویم که متعلّقان بردر بدارند وغلیظان شدید برگمارند تا بارِعزیزان ندهند و دست برسینهٔ صاحب تمیزان نهند وگویند : کس اینجا درنیست وراست گفته باشند :۔

آنجا که عقل وهمت وتدبیر ورای نیست خوش گفت پرده دار که کس درسرای نیست

گفتم، بعذر آنکه از دستِ متوقّعان بجان آمده اند واز رقعهٔ گدایان بفغان ومحالِ عقلست اگر ریگِ بیابان دُر شود که چشمِ گدایان پرشود .

دیدهٔ اهلِ طمع بنعمت دنیا پر نشود، همچنان که چاه بشبنم

هر کجا سختی کشیدهٔ وتلخی دیدهٔ را بینی خود را بشرّ درکارهای مخوف اندازد واز توابعِ آن نپرهیزد و از

معین و معلوم ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ کہ فکر معاش میں کھویا ہوا نیکی و تقویٰ سے محروم رہ جاتا ہے اور فراغت کا ملک رزق معلوم ہی کے زیر نگیں ہے۔

پیاسے کو سوتے وقت خواب میں ساری دنیا پانی کا چشمہ ہی نظر آتی ہے۔

جونہی میں نے یہ تقریر کی۔ درویش کے ہاتھ سے صبر کی عنان چھوٹ گئی، زبان کی تلوار نیام سے نکالتے، فصاحت کے گھوڑے کو بے شرمی کے میدان میں اچھالتے اور میرے پیچھے ڈالتے ہوئے کہا :۔ تو نے امیروں کی تعریف میں اتنے قلابے ملائے اور اتنی بہکی بہکی باتیں کہہ ڈالیں کہ گمان گزرتا ہے کہ تریاق ہیں تو امیر اور رزق کے خزانوں کی کنجی ہیں تو امیر۔ یہ مٹھی بھر گروہ متکبر، مغرور، سرکش، دوسروں سے متنفر، مال و منال کا بھوکا اور جاہ و جلال کا پیاسا۔ غریبوں کے ساتھ نفرت سے بولتے ہیں اور انہیں حقارت سے دیکھتے ہیں۔ عالموں کو گدا جانتے ہیں اور غریبوں کو سرے سے بے دست و پا گردانتے ہیں۔ دنیاوی دولت اور مرتبے کے گھمنڈ میں اپنے آپ کو سب سے بلند و بالا سمجھتے ہیں۔ سر میں ایسا سودا سمایا ہوا کہ کسی کی طرف سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ وہ داناؤں کے اس قول سے بے خبر ہیں کہ جس کا قدم دولت میں آگے ہے اور اطاعت میں پیچھے، وہ بظاہر امیر ہے مگر حقیقت میں فقیر۔

جو بے ہنر اپنی امارت کے گھمنڈ میں اپنے آپ کو داناؤں سے بہتر سمجھے، وہ خواہ عنبر ہی کیوں نہ ہو اسے گدھے کی لید سمجھو۔

میں نے کہا ان کو یوں رسوا تو نہ کر۔ آخر وہ لوگ اصحابِ کرم ہیں۔ درویش نے کہا تم غلط سمجھے وہ تو دولت کے غلام ہیں۔ وہ ساون کی گھٹائیں سہی مگر فائدہ کیا جو وہ برستی نہیں۔ وہ نور کا سرچشمہ ہیں مگر چمکتے نہیں۔ استطاعت کے گھوڑے پر سوار ہیں مگر اسے ایڑ نہیں لگاتے اور خدا کی راہ میں قدم نہیں اٹھاتے۔ جب نادار کو کچھ دیتے ہیں تو ہزار احسان دھرتے ہیں اور تکبر سے اکڑتے ہیں۔ سو حیلے فریب سے دولت کماتے ہیں پھر جوڑ جوڑ مر جاتے ہیں اور مال پرائے کھاتے ہیں اور یہ محض حسرت سے جاتے ہیں جیسا کہ داناؤں نے کہا ہے کہ بخیل کا دفینہ زیر زمین سے اس وقت باہر آتا ہے جب وہ خود زیر زمین دفن ہو جاتا ہے۔

اِک شخص تو بہت محنت و کوشش سے کمائے اور دوسرا آئے اور بغیر کسی رنج و محنت کے مفت اٹھائے جائے۔

میں نے کہا میاں درویش، دولت مندوں کے بخل کا اتنی تفصیل سے تمہیں کیسے پتہ چلا، یہی نا۔ کہ خود ان سے مانگتے ہو گے! ورنہ جو آدمی طمع کو دل سے نکال دے اس کے لیے کریم اور بخیل سب یکساں ہیں۔ کھرے اور کھوٹے سونے کو کسوٹی ہی پرکھتی ہے، اور فقیر ہی جانتا ہے کہ سخی کون ہے اور بخیل کون؟ اس نے کہا ہاں میں ذاتی تجربے ہی سے کہتا ہوں کہ وہ تند مزاج دربانوں کو دروازوں پر بٹھاتے ہیں جو عزیزوں کو اندر جانے سے روکتے ہیں اور باتمیزوں کو دھکے دے دے کر ٹوکتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں کہ صاحب گھر پر نہیں اور سچ ہی تو کہتے ہیں۔

کچھ عقل و فراست نہ ہو جس شخص کے سر میں — یوں سمجھو کہ بس صاحب خانہ نہیں گھر میں

میں نے کہا وہ امیدواروں کے ہاتھوں تنگ آئے ہوتے ہیں، ادھر مانگنے والوں نے ناک میں دم کر رکھا ہوتا ہے۔ ریت کے ذرے موتی بن جائیں اور صحرا کا دامن ان موتیوں سے بھر جائے تو ممکن ہے مگر گدا کی آنکھ بھرنے کا کوئی امکان نہیں۔

جس طرح اوس کے قطروں سے کنواں نہیں بھرتا یونہی دنیا کی نعمتوں سے حریص کی آنکھ نہیں بھرتی۔

جہاں کہیں کسی دکھیارے اور سختی کے مارے کو دیکھو۔ اسے کرید کر پوچھو تو پتہ چلیگا کہ وہ کس طرح شر انگیزی سے اپنی جان جوکھوں میں ڈالتا ہے۔ نہ نتائج

عقوبت ایزد نهراسد و حلال از حرام نشناسد.

سگی را گر کلوخی بر سر آید | ز شادی بر جهد کین استخوانست
وگر نعشی دو کس بر دوش گیرند | لئیم الطّبع پندارد که خوانست

اما صاحب دنیا بعین عنایت حق ملحوظ است و بحلال از حرام محفوظ. من هماناکه تقریر این سخن نکردم و برهان و بیان نیاوردم. انصاف از تو توقّع دارم هرگز دیده ای دست دعای بر کتف بسته یا بینوائی بزندان در نشسته یا پرده معصومی دریده یا کفّی از معصم بریده الّا بعلّت درویشی؟ شیرمردان را بحکم ضرورت در نقب ها گرفته اند و کعب ها سفته و محتمل است آنکه یکی را از درویشان نفس امّاره طلب کند چو قوّت احصانش نباشد بعصیان مبتلا گردد، که بطن و فرج توأم اند یعنی دو فرزند در یک شکم اند:- مادام که این یکی بر جاییست آن دگر بر پاست. شنیدم که درویشی را با حَدَثی بر خُبثی گرفتند، با آنکه شرمساری ببرد، بیم سنگساری بود گفت: ای مسلمانان زر ندارم که زن کنم و طاقت نه که صبر کنم، چکنم؟ لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ واز جمله مواجب سکون و جمعیت درون که مر توانگر را میسر میشود یکی آنکه هر شب صنمی در بر گیرد که هر روز بدو جوانی از سر گیرد. صبح تابان را دست از صباحت او بر دل و سرو خرامان را پای از خجالت در گل.

بخون عزیزان فرو برده چنگ | سر انگشتها کرده عنّاب رنگ

محالست که با حسن طلعت او گرد مناهی گردد یا قصد تباهی کند.

دل که حور بهشتی ربود و یغما کرد | کی التفات کند بر بتان یغمائی؟
مَنْ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مَا اشْتَهَى رُطَبٌ | يُغْنِيهِ ذٰلِكَ عَنْ رَجْمِ الْعَنَاقِيدِ

اغلب تهیدستان دامن عصمت بمعصیت آلایند و گرسنگان نان ربایند.

چون سگ درنده گوشت یافت نپرسد | کین شتر صالحست یا خر دجّال

چه مایه مستوران بعلّت درویشی در عین فساد افتاده اند و عرض گرامی بباد زشت نامی برداده،

با گرسنگی قوّت پرهیز نماند | افلاس عنان از کف تقویٰ بستاند

حاتم طائی که بیابان نشین بود اگر شهری بودی از جوش گدایان بیچاره شدی و جامه براو پاره کردندی. گفتا: نه که من بر حال ایشان رحمت میبرم. گفتم: نه که بر مال ایشان حسرت میخوری. ما درین گفتار و هر دو بهم گرفتار، هر بیدقی که براندی بدفع آن بکوشیدمی، و هر شاهی که بخواندی بفرزین بپوشیدمی، تا نقد کیسهٔ همّت در باخت و تیر جعبهٔ حجّت همه بینداخت.

کے عتاب سے ڈرتا ہے نہ خدا کے عذاب سے۔ حلال اور حرام میں تمیز نہیں کرتا۔

کتے کے سر پر کوئی ڈھیلا مارے تو اسے ہڈی سمجھ کر خوشی سے اچھلتا ہے۔

دو آدمی کاندھوں پر نعش اٹھائے لے جاتے ہوں تو لالچی کو اس پر بھی خوانِ نعمت کا گمان گزرتا ہے۔

لیکن دولتمند پر خدا کی عین عنایت ہوتی ہے۔ وہ حلال اور حرام میں پہچان کرتا ہے۔ میرے پاس دلائل بھی ہیں اور ثبوت بھی مگر میں تشریح و توضیح سے اس بات کو مزید طول نہیں دیتا اور تمہارے ہی انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ تمہی کہو کیا کبھی کسی درویش کے دستِ دعا کو کندھوں سے بندھا نہیں دیکھا۔ کسی مفلس کو جیل کی کالی کوٹھڑی میں بیٹھے نہیں پایا؟ یا کسی کے پردۂ عصمت کو چاک چاک اور کسی ہاتھ کو کلائی سے کٹا ہوا نہیں دیکھا۔ یہ سب افلاس ہی کے کرشمے ہیں۔ شیر دلیروں کا حال اور ہوتا ہے وہ ضرورت پڑے پہ نقب لگاتے ہیں، پکڑے جاتے ہیں تو ان کے پاؤں میں بیڑیاں پہناتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی درویش کو ہوسِ نفسانی ستائے، جب اس پر قابو پانے کی قوت نہ پائے تو کوئی گناہ کر بیٹھے، کیونکہ شکم اور ہوسِ نفسانی ایک ہی رحم میں پلنے والے جڑاؤں بچے ہیں۔ دونو کا چولی دامن کا ساتھ ہے جب تک ایک کو قرار ہے دوسرا بھی برقرار ہے۔ میں نے سنا کہ ایک درویش کو کسی نوخیز کے باب میں ناشائستہ حرکت کرنے پر پکڑ لیا گیا۔ شرمسار ہونا تو درکنار اس کے سنگسار کئے جانے کا خطرہ تھا۔ کہنے لگا:۔ اے مسلمانو! میں قلاّش ہوں، نہ شادی کرنے کی ہمت اور نہ صبر کرنے کی طاقت، کروں تو کیا کروں اور ترکِ دنیا کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ امیروں کو دلی سکون کے جو اسباب و سامان مہیا ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر رات ایک نئے محبوب سے ہمکنار اور ہر صبح ایک نئے معشوق سے بوس و کنار جس کے حسن کے نکھار سے صبحِ صادق کی سفیدی دل تھام کر رہ جائے اور خوبصورت سے خوبصورت چال چلنے والا محبوب بھی اس کے سامنے یوں بے بس ہو کر رہ جائے گویا دلدل میں پھنس گیا ہے۔ حسینوں سے چھیڑ چھاڑ میں ہاتھوں میں اسی سرخ گلابی حسن کی جھلکیاں اور ہونٹوں میں عناب کی سرخیاں ہیں۔

محال ہے کہ گھر میں پیکرِ حسن کے ہوتے ہوئے وہ گناہ پہ مائل ہو یا تباہی کے منہ میں جائے۔

وہ دل جس نے کسی بہشتی حور کو موہ لیا ہو اور اس کے ساتھ دادِ عیش دی ہو وہ غنیمت میں آئے ہوئے حسینوں کی طرف کیونکر مائل ہو۔

جس کے سامنے حسبِ دلخواہ پکی ہوئی کھجوریں ہوں وہ اسے گچھوں پر پتھر مارنے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔

اکثر مفلس و قلاش ہی اپنے دامن کو گناہوں کے داغ سے آلودہ کرتے ہیں اور بھوکے ہی دوسروں کے ٹکڑے چھینتے ہیں۔

خونخوار کتے کو گوشت کا ٹکڑا مل جائے تو وہ پھر یہ نہیں پوچھتا کہ یہ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کا گوشت ہے یا دجاّل کے گدھے کا؟

کتنی ہی پردے دار عورتیں بھوک اور افلاس کے ہاتھوں تنگ آ کر گناہگاری کے گڑھے میں جا گرتی ہیں اور اپنی آبرو اور ناموس کے دامن کو گناہوں کے خارزار میں تار تار کر بیٹھتی ہیں۔

سچ ہے کہ بھوکے بھجن نہ ہو اور افلاس آدمی کے ہاتھ سے تقویٰ و پرہیزگاری کی باگ ڈور چھین لیتا ہے۔

یہ تو یوں خیر گزری کہ حاتم طائی بیابان نشین تھا اگر کہیں کسی شہر میں ہوتا تو طبیعت صاف ہو جاتی۔ فقیروں کی یلغار اس کو عاجز کر دیتی اور لباس اس کا تار تار کر دیتی۔ کہنے لگا:۔ نہیں مجھے تو امیروں کی حالت پر ترس آتا ہے۔ میں نے کہا نہیں تو ان کی دولت پہ للچاتا اور رشک کھاتا ہے۔ ہم اسی جواب سوال اور اسی قیل و قال میں مصروف تھے۔ وہ جو مہرہ بھی آگے بڑھاتا، میں اس کی ہر چال کو ناکام بناتا، وہ شاہ کو مات دیتا میں فرزیں سے اس کا چہرہ ڈھانپ لیتا حتیٰ کہ وہ اپنی نقدی کا آخری سکہ بھی داؤ پر لگا بیٹھا اور دلیلوں کے ترکش کا آخری تیر بھی چلا بیٹھا۔

هان تا سپر نیفگنی از حملهٔ فصیح | کورا جز آن مبالغهٔ مستعار نیست
دین ورز و معرفت که سخندان سجع گوی | در بر سلاح دارد و کس در حصار نیست

تا عاقبت الامر دلیلش نماند ذلیلش کردم، دست تعدّی دراز کرد و بیهده گفتن آغاز و سنّت جاهلانست که چون بدلیل از خصم فرومانند سلسلهٔ خصومت بجنبانند، چون آذر بت تراش که بحجّت با پسر برنیامد بجنگش برخاست که: لَئِن لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ دشنامم داد، سقطش گفتم: گریبانم درید زنخدانش شکستم.

او در من و من درو فتاده | خلق از پیِ ما دوان و خندان
انگشت تعجّب جهانی | از گفت و شنید ما بدندان

القصه مرافعهٔ پیش قاضی بردیم و بحکومت عدل راضی شدیم، تا حاکم مسلمانان مصلحتی بجوید و میان توانگران و درویشان فرقی بگوید، قاضی چو حلیت ما بدید و منطق بشنید سر بجیب تفکر فرو برد و پس از تأمّل بسیار سر برآورد و گفت: ای آنکه توانگران را ثنا گفتی و بر درویشان جفا روا داشتی، بدانکه هر جا که گل است خار است و با خمر خمار است و بر سر گنج مار است و آنجا که دُرّ شاهوار است نهنگ مردم خوار است، لذّت عیش دنیا را لدغهٔ اجل در پس است و نعیم بهشت را دیوار مکاره در پیش.

جور دشمن چه کند گر نکشد طالب دوست | گنج و مار و گل و خار و غم و شادی بهم اند

نظر نکنی در بوستان که بید مشک است و چوب خشک، همچنین در زمرهٔ توانگران شاکرند و کفور و در حلقهٔ درویشان صابرند و ضجُور.

اگر ژاله هر قطرهٔ دُر شدی | چو خر مهره بازار ازو پُر شدی

مقرّبان حق جلّ و علا توانگرانند درویش سیرت و درویشان اند توانگر همّت و مهین توانگران آن است که غم درویش خورد و بهین درویشان آنست که کم توانگر گیرد. وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ پس روی عتاب از من بجانب درویش آورد و گفت: ای که گفتی توانگران مشتغل اند و ساهی و مست ملاهی، نعم طائفه ای هستند برین صفت که بیان کردی، قاصر همت، کافر نعمت که ببرند و بنهند و نخورند و ندهند و گر مثل باران نبارد یا طوفان جهان بردارد باعتماد مکنت خویش از محنت درویش نپرسند و از خدای عزّ و جلّ نترسند و گویند:-

گر از نیستی دیگری شد هلاک | مرا هست، بط را ز طوفان چه باک؟
وَرَاكِبَاتُ نِيَاقٍ فِي هَوَادِجِهَا | لَمْ يَلْتَفِتْنَ اِلٰى مَنْ غَاصَ فِي الْكُثُبِ
دونان چو گلیم خویش بیرون بردند | گویند چه غم گر همه عالم مردند

محض لفاظی سے کام لینے والے کے حملہ کی پروا نہ کرو، اس کے پاس فقط مبالغہ ہی کا حربہ ہے اور وہ بھی مانگا ہوا۔

تو دین اور معرفت کی ڈھال کو سنبھال، لفاظی کے ہتھیاروں سے سج کر آنے والا یہ کاغذی شیر تو محض قلعہ کا دربان ہے اور مزے کی بات کہ قلعے کے اندر کوئی ہے نہیں!

حتیٰ کہ وہ بے دلیل ہو گیا۔ میں نے اسے عاجز کر دیا تو ہاتھا پائی پر اتر آیا اور واہی تباہی بکنے لگا جیسا کہ جاہلوں کا وتیرہ ہے کہ جب دلیل سے قائل نہیں کر سکتے تو دھینگا مشتی پہ اتر آتے ہیں جس طرح آذر سے جب کوئی دلیل نہ بن آئی تو جھگڑا کھڑا کر دیا کہ اگر تم باز نہ آئے تو میں یقیناً تمہیں سنگسار کر دونگا۔ وہ گالیاں بکنے لگا، میں نے بھی برا بھلا کہا، اس نے میرا گریبان پھاڑ ڈالا، میں نے اس کی داڑھی کو سنبھالا۔

میں اور وہ دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور لوگ ہمارے پیچھے پیچھے ٹھٹھے کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔

کچھ ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوئے جاتے تھے اور بعض ہماری اس قیل و قال کو سن کر انگشت بدنداں تھے۔

قصہ مختصر یہ کہ ہم اپنا مقدمہ قاضی کے پاس لے گئے اور اس بات پر باہم راضی ہو گئے کہ وہ جو فیصلہ بھی دے اب یہ حاکم شرع کا کام ہے کہ وہ چھان بین کرے اور ہمیں امیر و غریب کا فرق سمجھائے۔ قاضی نے جب ہمارا حلیہ دیکھا اور منطق سنی تو وہ گہری سوچ بچار میں کھو گیا۔ بہت دیر کے بعد سر اوپر اٹھایا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تم نے امیروں کی تعریف کے پل باندھ دیئے اور درویشوں کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے، تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں پھول ہو وہاں کانٹا بھی ہوتا ہے۔ شراب کی مستی کے بعد خمار کی اعصاشکنی بھی ہوتی ہے۔ خزانے پر سانپ اور دریا کی گہرائیوں میں موتیوں کے ساتھ آدمیوں کو ہڑپ کر جانے والے مگرمچھ بھی ہوتے ہیں۔ دنیا کی ناؤ نوش کے ساتھ موت کا نیش بھی ہے اور بہشت کی نعمتوں کے درمیان مشقتوں کی دیوار حائل ہے۔

مجبور ہے متوالے دشمن کے ستم نہ سہیں تو کیا کریں ۶ اس جہاں میں خار و گل اور شادی و غم ہیں بہم۔

کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ باغ میں بید مشک بھی ہے اور چوب خشک بھی، بعینہٖ اسی طرح دولتمندوں کے گروہ میں شکر گزار بھی ہیں اور کافر نعمت بھی۔ اور درویشوں کے حلقے میں صابر بھی ہیں اور بے حوصلہ بھی۔

اگر اولے موتی بن کر برستے تو موتی بازار میں کوڑیوں کے مول بکتے۔

خدای بزرگ و برتر کے ہاں وہی امیر مقبول ہیں جو امیری میں بھی فقیری کرتے ہیں اور وہی درویش قبول ہیں جو درویشی میں بھی دریا دل ہیں اور سب سے بڑا امیر وہ ہے جو غریبوں کا غمخوار ہو اور بہت بڑا درویش وہ ہے جو امیروں سے بے نیاز ہو، خدا پر توکل رکھتا اور دل و جان سے اُسی کی مدد کو کافی جانتا ہو۔ پھر مجھ سے ہٹ کر درویش کیطرف رُخ کیا اور برس پڑا کہ تم جو کہتے ہو کہ سبھی دولتمند دنیا دار ہیں، خطاکار اور لہو و لعب میں محو ہیں یہ غلط ہے۔ ہاں جیسا کہ تم کہتے ہو۔ بعض واقعی ایسے ہیں کم ہمت اور ناشکر گزار، کہ کماتے ہیں، نہ کھاتے ہیں نہ دوسروں کو دیتے ہیں اور اگر بارش نہ آئے، یا سیلاب سب کچھ بہالے جائے وہ اپنی دولت اور ثروت کے گھمنڈ میں رہتے ہیں۔ نہ غریبوں کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ خدا سے ڈرتے ہیں بلکہ یوں کہتے ہیں۔

کہ بھوکوں مرتا ہے تو مرے کوئی ڈوبتا ہے تو ڈوبے ہمارے پاس تو دولت ہے۔ بطخ کو طغیانی سے کیا خطرہ۔

اونٹنی کے ہودج میں بیٹھ کر سفر کرنے والیوں کو ریت کے تودوں میں دب کر رہ جانے والیوں کا کیا غم؟

کمینہ تو صرف اپنے آپ کو بچائے اُسے کیا غم خواہ ساری دنیا ڈوب جائے۔

قومی برین نمط که شنیدی، و طایفه‌ای خوان نعمت نهاده و دست کرم گشاده، طالب نام‌اند و مغفرت و صاحب دنیا و آخرت، چون بندگان حضرت پادشاه عالم عادل مؤیّد مظفّر منصور مالک اَزِمّهٔ اَنام حامی ثغور اسلام، وارثِ ملکِ سلیمان، اعدلِ ملوکِ زمان مظفرالدّنیا والدّین اتابک ابوبکر بن سعد بن زنگی - اَدامَ اللهُ اَیّامَه و نصر اعلامه -

پدر بجای پسر هرگز این کرم نکند	که دست جود تو با خاندان آدم کرد
خدای خواست که بر عالمی ببخشاید	ترا برحمت خود پادشاه عالم کرد

قاضی چو سخن بدین غایت رسانید و ز حدِّ قیاس ما اسب مبالغه در گذرانید، بمقتضای حکمِ قضا رضا دادیم و از ما مضیٰ در گذشتیم و بعد از مجارا طریق مدارا گرفتیم و سر بتدارک بر قدم بر یکدیگر نهادیم و بوسه بر سر و روی هم دادیم و فتنه بیارامید و خصومت بصلح انجامید و ختم سخن برین بود -

مکن ز گردش گیتی شکایت ای درویش	که تیره بختی اگر هم برین نسق مُردی
توانگرا چو دل و دست کامرانت هست	بخور، ببخش که دنیا و آخرت بُردی

کچھ لوگ واقعی ایسے ہیں جیسا کہ تم نے مجھ سے سنا ہے مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے خوانِ کرم بچھایا ہوا ہے اور دستِ کرم بڑھایا ہوا ہے۔ جو شہرت چاہنے والے بھی ہیں اور معرفتِ حق کے متوالے بھی، دین اور دنیا دونوں میں سرخرو، جیسے کہ موجودہ بادشاہ کے دربار میں بعض درباری۔ وہ خدا ترس بادشاہ جسے ہر تائیدِ آسمانی حاصل ہے۔ جو عالم، عادل، فاتح ہے۔ رعیت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے، اسلامی سرحدوں کا محافظ اور ملکِ سلیمان کا وارث۔ دنیا بھر کے بادشاہوں میں منصف ترین مظفر الدنیا والدین اتابک ابوبکر بن سعد بن زنگی، خدا اس کو حیاتِ دوامی بخشے اور اس کے جھنڈوں کو فتح نصیب کرے۔

کوئی باپ اپنی اولاد سے اتنا اچھا سلوک نہیں کرتا جو تو اولادِ آدم سے کر رہا ہے۔

رحمتِ حق جوش میں آئی تو اس نے اپنے بندوں پر تمہیں حاکم بنا دیا۔

قاضی نے جب بات کو یہاں تک پہنچایا اور ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر ہنرِ سخن چلایا تو ہم نے عدالت کے فیصلے کے سامنے یہ کہکر ہتھیار ڈال دیئے کہ جو گزری سو گزر گئی، اور ایک دوسرے سے لڑ چکنے کے باوجود باہم خاطر داری کرنے لگے، ایک دوسرے کے پاؤں پر اپنے سروں کو جھکایا۔ ایک دوسرے کے سر اور منہ پر بوسہ دیا۔ فتنہ دب گیا، اور دشمنی صلح میں بدل گئی اور بات یوں ختم ہوئی کہ:۔

ع گردشِ روزگار کا شکوہ نہ کر گلہ نہ کر ۔ اے درویش اگر ایسی گلہ گذاری میں مر گئے تو بڑی بدنصیبی ہوگی۔

ے تو اے منعم ادا کر شکر انعام الٰہی کا ـــــ کھلا بھی اور کھا بھی دین و دنیا تجھ کو حاصل ہیں ۔

باب هشتم
در آداب صحبت

حکمت مال از بهر آسایش عمرست نه عمر از بهر گرد کردن مال،
عاقلی را پرسیدند نیک بخت کیست و بدبختی چیست؟ گفت: نیک بخت آنکه خورد و کِشت و بدبخت آنکه مُرد و هِشت.

مکن نماز بر آن هیچکس که هیچ نکرد — که عمر در سر تحصیل مال کرد و نخورد

حدیث. موسی علیه السلام قارون را نصیحت کرد که احسن کما احسن الله الیك، نشنید و عاقبتش شنیدی

آنکس که بدینار و درم خیر نیندوخت — سر عاقبت اندر سر دینار و درم کرد
خواهی که ممتّع شوی از دنیی و عقبیٰ — با خلق کرم کن چو خدا با تو کرم کرد

پند عرب گوید اجد ولا تمنن لان الفائدة الیك عائدة یعنی ببخش و منّت منه که نفع آن با تو بازمیگردد،

درختِ کرم هر کجا بیخ کرد — گذشت از فلک شاخ و بالای او
گر امّید داری کزو بر خوری — بمنّت منه ارّه بر پای او

شکر خدای کن که موفّق شدی بخیر — ز انعام و فضل او نه معطّل گذاشتت
منّت منه که خدمت سلطان کنی همی — منّت شناس از او که بخدمت بداشتت

حکمت دو کس رنج بیهوده بردند و سعی بیفائده کردند:- یکی آنکه اندوخت و نخورد و دیگری آنکه آموخت و نکرد.

علم چندانکه بیشتر خوانی — چون عمل در تو نیست نادانی
نه محقّق بود نه دانشمند — چارپایی برو کتابی چند
آن تهی مغز را چه علم و خبر — که برو هیزم ست یا دفتر

حکمت علم از بهر دین پروردنست نه از بهر دنیا خوردن.

آٹھواں باب

آداب صحبت کے بارے میں

حکمت مال زندگی کی آسائش کے لیے ہے نہ کہ زندگی مال جمع کرنے کے لیے۔

کسی دانا سے پوچھا گیا کہ خوش بخت کون ہے اور بدبخت کون؟ اس نے جواب دیا نیک بخت وہ ہے جس نے کھایا اور بویا اور بدنصیب وہ جو مر گیا اور اندوختہ چھوڑ گیا۔

جس نے ساری عمر مال جمع کرنے میں گنوا دی اور خود نہ کھایا اُس ناکارہ انسان کے لیے دُعائے خیر نہ مانگ۔

حدیث۔ موسیٰؑ نے قارون کو نصیحت کی کہ جس طرح خدا نے تجھ پہ احسان کیا ہے تو بھی خلقِ خدا پہ احسان کر، اس نے نہ سنا پھر اس کا انجام تو نے سن لیا۔

جس نے اپنے مال و دولت کو بھلائی کے کاموں میں صرف نہ کیا اور اسی ننانوے کے پھیر میں اپنی جان دے دی۔ بدبخت ہے۔

اگر تم دنیا اور آخرت دونوں سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہو تو تم بھی مخلوقِ خدا سے بھلائی کرو۔ جیسے تم سے خدا نے کی ہے۔

پند عربوں کا مقولہ ہے بخشش کر کے احسان نہ جتاؤ تاکہ اس کا نفع تمہارے لیے بطور امانت محفوظ رہے۔

کرم و سخا کے پودے نے جہاں بھی جڑ پکڑی آسمان کی بلندیوں کو چیر کر نکل گیا۔

تم اگر اس درخت سے پھل کھانے کے امیدوار ہو تو احسان جتا کر اس کے تنے پر آرا نہ چلاؤ۔

خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں نیکی کی توفیق بخشی اور اپنے فضل و کرم سے تمہیں محروم نہ رکھا۔

اگر تم بادشاہ کی خدمت بجالاتے ہو تو اس پر احسان نہ رکھو، بلکہ یہ اس کا احسان سمجھو کہ اس نے تمہیں خدمت پہ مامور کیا۔

حکمت دو شخص بیکار رنج اٹھاتے اور بیفائدہ دوڑ دھوپ کرتے ہیں، ایک وہ جس نے مال جمع کیا مگر نہ کھایا۔ دوسرا وہ جس نے علم پڑھا اور اس پر عمل نہ کیا۔

علم خواہ کتنا کیوں نہ پڑھو جب تک اس پہ عمل نہ کرو گے تم نادان کے نادان۔

کسی چوپائے پہ اگر کتابوں کا گٹھڑ لاد دیا جائے تو وہ نہ عالم و فاضل کہلائے گا اور نہ محقّق۔

اس بچارے نادان کو کیا خبر کہ اس پہ ایندھن لدا ہے یا دفترِ علم۔

حکمت علم کا مقصود دین کی تربیت ہے نہ کہ دنیا کو نگل جانا۔

هر که پرهیز و علم و زهد فروخت　　خرمنی گرد کرد و پاک بسوخت

حکمت عالم ناپرهیزگار کور مشعله دارست.

بیفایده هر که عمر درباخت　　چیزی نخرید و زر بینداخت

حکمت ملک از خردمندان جمال گیرد و دین از پرهیزگاران کمال یابد. پادشاهان بصحبت خردمندان از آن محتاج ترند که خردمندان بقربت پادشاهان

پندی اگر بشنوی ای پادشاه　　در همه عالم به ازین پند نیست
جز به خردمند مفرما عمل　　گرچه عمل کار خردمند نیست

حکمت سه چیز پایدار نماند مال بی تجارت و علم بی بحث و ملک بی سیاست.

حکمت رحم آوردن بر بدان ستم است بر نیکان، و عفو کردن از ظالمان جوراست بر درویشان.

خبیث را چو تعهّد کنی و بنوازی　　بدولت تو گنه میکند بانبازی

پند بر دوستی پادشاهان اعتماد نتوان کرد. و بر آواز خوش کودکان که آن بخیالی متبدّل شود و این بخوابی متغیّر گردد.

معشوق هزار دوست را دل ندهی　　ور میدهی، آن دل بجدائی بنهی

پند هر آن سرّی که داری با دوست درمیان منه، چه دانی که وقتی دشمن گردد، و هر گزندی که توانی بدشمن مرسان که، باشد که وقتی دوست شود. رازی که نهان خواهی، باکس درمیان منه وگرچه دوست مخلص باشد که مرآن دوست را نیز دوستان مخلص باشند، وهمچنین مسلسل.

خامشی به که ضمیر دل خویش　　با کسی گفتن و گفتن که مگوی
ای سلیم، آب ز سرچشمه ببند　　که چو پُر شد نتوان بستن جوی
سخنی در نهان نباید گفت　　که بر انجمن نشاید گفت

حکمت دشمنی ضعیف که درطاعت آید و دوستی نماید مقصود وی جز آن نیست که دشمن قوی گردد، وگفته اند: بر دوستیِ دوستان اعتماد نیست تا به تملّق دشمنان چه رسد.

پند هر که دشمن کوچک را حقیر میدارد بدان ماند که آتش اندک را مهمل میگذارد.

امروز بکش چو میتوان کشت　　کاتش چو بلند شد جهان سوخت
مگذار که زه کند کمان را　　دشمن که به تیر میتوان دوخت

علم فروش عالم اور زہد فروش زاہد کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے خرمن جمع کیا اور پھر خود ہی اسے جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا ڈالا۔

حکمت بے عمل عالم اندھے مشعلچی کی طرح ہے۔

جس نے ساری عمر یونہی بے فائدہ گنوا دی۔ اس نے روپیہ برباد کیا مگر کچھ نہ خریدا۔

حکمت ملک داناؤں کے باعث سنورتا ہے اور دین پرہیزگاروں کے ذریعے کمال کو پہنچتا ہے۔ دانا بادشاہوں کے تقرب کے اتنے محتاج نہیں ہوتے جتنے خود بادشاہ اُن کی صحبت کے۔

اے بادشاہ اگر تو میری نصیحت پہ کان دھرے تو اس سے بڑھکر اور کوئی نصیحت سُود مند نہیں۔

عقلمند کے سوا کسی اور کو حکومت نہ سونپ، اس میں شک نہیں کہ عقلمند حکومت سے کنی کتراتے ہیں۔

حکمت تین چیزیں تین چیزوں کے بغیر قائم نہیں رہتیں۔ مال تجارت کے بغیر، علم تبادلۂ خیال کے بغیر اور حکومت تعزیرات کے بغیر۔

حکمت بُروں پر رحم کرنا نیکوں پر قہر ڈھانے کے برابر ہے اور ظالموں سے درگزر غریبوں اور شریفوں پر ستم کے برابر۔

خبیث انسان پر اگر نوازشات کرو گے تو ایک دن وہ تمہارے ہی مال و دولت پہ ہاتھ صاف کرنے کی جرأت کرے گا۔

پند نہ بادشاہوں کی دوستی قابل اعتماد ہے اور نہ بچوں کی سُریلی آواز۔ وہ ایک خیال سے بدل جاتی ہے اور یہ ایک خواب سے۔

ہرجائی معشوق کو دل نہ دے اور اگر دیتے ہو تو مفت میں جدائی کی سر دردی مول لیتے ہو۔

پند اپنے راز کی بات بڑے مخلص دوست کو بھی نہ بتا۔ کیا معلوم کسی وقت دشمن ہو جائے۔ ہر وہ تکلیف دشمن کو نہ پہنچا جو تمہارے بس میں ہو، ہو سکتا ہے کہ کسی وقت دوست بن جائے۔ تو جس راز کو چھپانا چاہتا ہے دوست کو بھی مت بتا خواہ وہ دوست مخلص کیوں نہ ہو کیونکہ اس دوست کے بھی آخر مخلص دوست ہوں گے۔ اور اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ۔

اپنے دل کا راز دوسروں کو کہہ کر یہ کہنا "کہ مت کہنا کسی سے" اس سے تو خاموشی ہی بھلی ہے۔

اے سلیم الطبع انسان، پانی بند کرنا ہے تو سرچشمہ ہی سے بند کر ورنہ دریاؤں کی طغیانی اور ریلا پھر روکے سے نہیں رُکتا۔

جس بات کو کھلے بندوں جلوت میں نہیں کہہ سکتا، اسے خلوت میں بھی نہ کہہ۔

حکمت کمزور دشمن اگر فرمانبرداری اور دوستی کا دم بھرے تو اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ قوی تر دشمن بنے۔ داناؤں نے کہا ہے کہ دوستوں کی دوستی بھی قابل اعتماد نہیں تو دشمنوں کی چاپلوسی کا کیا بھروسہ۔

پند جو آدمی معمولی دشمن کو حقیر و ناچیز سمجھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ تھوڑی سی آگ کو دہکنے کیلئے کھلا چھوڑ رہا ہے۔

بُجھا سکتے ہو تو اس آگ کو آج ہی بُجھا لو، اگر بھڑک اٹھی تو اک دنیا کو لپیٹ میں لے لے گی،

جو دشمن تیرے تیر کی زد میں آئے اسے کمان کو زہ کرنے کی مہلت نہ دے۔

پند سخن میان دو دشمن چنان گوی که اگر دوست گردند شرم زده نشوی -

میان دو کس جنگ چون آتشست | سخن چین بدبخت هیزم کش است
کنند این و آن خوش دگر باره دل | وی اندر میان کور بخت و خجل
میان دو تن آتش افروختن | نه عقل است خود درمیان سوختن

در سخن با دوستان آهسته باش | تا ندارد دشمن خونخوار گوش
پیش دیوار آنچه گوئی هوش دار | تا نباشد در پس دیوار گوش

حکمت هر که با دشمنان صلح میکند سر آزار دوستان دارد

بشو ای خردمند از آن دوست دست | که با دشمنانت بود هم نشست

پند چون در امضای کاری متردد باشی آن طرف اختیار کن که بی آزار تر برآید -

با مردم سهل خوی، دشخوار مگوی | با آنکه در صلح زند جنگ مجوی

پند تا کار بزر بر میآید جان درخطر افگندن نشاید -

چو دست از همه حیلتی درگسست | حلالست بردن بشمشیر دست

پند برعجز دشمن رحمت مکن، که اگر قادر شود بر تو نبخشاید -

دشمن چو بینی ناتوان لاف از بروت خود مزن
مغز لیست درهر استخوان مردیست در هر پیرهن

حکمت هر که بدی را بکشد خلق را از بلای او برهاند و او را از عذاب خدای عزّ وجلّ -

پسندیده است بخشایش ولیکن | منه بر ریش خلق آزار مرهم
ندانست آنکه رحمت کرد بر مار | که آن ظلم است بر فرزند آدم

حکمت نصیحت از دشمن پذیرفتن خطاست ولیکن شنیدن رواست تا بخلاف آن کار کنی که عین صوابست -

حذر کن زآنچه دشمن گوید آن کن | که بر زانو زنی دست تغابن
گرت راهی نماید راست چون تیر | ازو برگرد وراه دست چپ گیر

پند خشم بیش از حد گرفتن وحشت آرد، و لطف بی وقت هیبت ببرد، نه چندان درشتی کن

پند جو دو آدمی آپس میں دشمن ہوں ان سے گفتگو یوں سنبھل کر کرو کہ کسی وقت اگر وہ آپس میں مل بیٹھیں تو تمہیں شرمساری نہ ہو۔

دو آدمیوں کے درمیان دشمنی دہکتی ہوئی آگ کی طرح ہے اور چغلخور بدبخت ایندھن ڈالنے والے کی مانند ہے۔

اور وہ دونوں اگر کسی وقت باہم مل بیٹھیں تو اس بدبخت کو سوائے ندامت کے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔

دو آدمیوں کے درمیان آگ کے شعلوں کو بھڑکانا اور پھر خود بھی اس میں جل جانا عقلمندی نہیں۔

ذرا آہستہ بولو دوستوں سے نہ دے خونخوار دشمن کو سنائی

دیوار کے سامنے بات کرتے ہوئے بھی احتیاط کرو۔ ہو سکتا ہے پس دیوار کوئی سن پائے۔

حکمت جو دشمنوں کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھاتا ہے وہ دوستوں کے دل دکھانے کا منصوبہ بناتا ہے۔

جو تمہارے دشمنوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہوں ایسے دوستوں سے ہاتھ دھو لینا ہی بہتر

پند جب کسی کام کے کر گزرنے میں تردد ہو تو اس کام کا وہ پہلو اختیار کرو جو نسبتاً کم دقت طلب ہو۔

نرم گو کے ساتھ کڑوی کسیلی باتیں نہ کر اور جو صلح کا دروازہ کھٹکھٹائے اس کے ساتھ مفت میں نہ لڑ۔

پند اگر کام پیسے سے نکل سکے تو جان کا خطرہ مول نہ لینا چاہیے۔

جب سب تدبیریں ناکام ہو جائیں تو تلوار اٹھانا عین جائز ہے۔

پند دشمن کی عاجزی پر رحم نہ کھا وہ اگر مقدور پا گیا تو تجھے نہیں بخشیگا۔

دشمن کو کمزور پا کر مونچھوں کو تاؤ نہ دے۔

۶ ہر استخوان میں مغز ہے ہر پیرہن میں ہے جوان

حکمت جو شخص کسی بد آدمی کو قتل کرتا ہے دوہری نیکی کرتا ہے۔ مخلوق خدا کو اس کی ایذا سے بچاتا ہے اور خود اس کو خدا کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔

بخشش ایک پسندیدہ صفت ہے لیکن ظالم کے زخموں پر تو مرہم نہ لگا۔

جس نے سانپ پر رحم کھایا اس نے یہ نہ سوچا کہ یہ اولادِ آدمؑ پر ظلم ہے۔

حکمت دشمن کی نصیحت قبول کرنا خطا ہے اس کا سُننا روا ہے تاکہ اس کے خلاف عمل کرسکو۔

یہ بالکل صحیح ہے۔

دشمن کے کہنے پر کبھی نہ چلنا ورنہ کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ گے۔

ہر چند وہ تمہیں دائیں جانب کا سیدھا رستہ ہی کیوں نہ بتائے تم پلٹ کر بائیں ہاتھ پہ چل نکلو۔

پند حد سے زیادہ غصہ لوگوں کو بدکا دیتا ہے اور بے وقت نرمی و مہربانی رعب اڑا دیتی ہے۔ نہ اتنی سختی کر کہ لوگ تجھ سے

که از تو سیر گردند و نه چندان نرمی که بر تو دلیر شوند۔

درشتی و نرمی بهم در به است
چو رگ زن که جرّاح و مرهم نِه است

درشتی نگیرد خرد مند پیش
نه سستی، که ناقص کند قدرِ خویش

نه مر خویشتن را فزونی نهد
نه یکباره تن در مذلّت دهد

شبانی با پدر گفت ای خردمند
مرا تعلیم ده۔ پیرانہ یک پند

بگفتا نیک مردی کن نه چندان
که گردد خیره گرگِ تیز دندان

حکمت دو کس دشمن ملک و دین اند، پادشاهِ بی حلم و زاهدِ بی علم۔

بر سرِ مُلک مباد آن مَلک فرمانده
که خدا را نبود بندهٔ فرمانبردار

پند پادشه باید که تا بحدّی خشم بر دشمنان نراند که دوستان را اعتماد نماند۔ آتشِ خشم اوّل در خداوندِ خشم اوفتد پس آنگه زبانه بخصم رسد یا نرسد

نشاید بنی آدم خاک زاد
که در سر کند کبر و تندی و باد

ترا با چنین گرمی و سرکشی
نه پندارم از خاکی، از آتشی

در خاک بیلقان برسیدم بعابدی
گفتم مرا بتربیت از جهل پاک کن

گفتا برو چو خاک تحمّل کن ای فقیه
یا هر چه خواندهٔ همه در زیرِ خاک کن

حکمت بدخوی در دستِ دشمنی گرفتار است که هر کجا رود از چنگِ عقوبت او خلاص نیابد۔

اگر ز دستِ بلا بر فلک رود بدخوی
ز دستِ خوی بدِ خویش در بلا باشد

پند چو بینی که در سپاهِ دشمن تفرقه اوفتاده است تو جمع باش وگر جمع شوند از پریشانی اندیشه کن۔

برو با دوستان آسوده بنشین
چو بینی درمیانِ دشمنان جنگ

وگر بینی که باهم یک زبان اند
کمان را زه کن و بر باره بُر سنگ

حکمت دشمن چو از همه حیلتی فروماند سلسلهٔ دوستی بجنباند، پس آنگه بدوستی کارهائی کند که هیچ دشمن نتواند۔

پند سرِ مار بدستِ دشمن بکوب که از احدی الحسنیین خالی نباشد: اگر این غالب آمد، مار کشتی وگر آن، از دشمن رستی۔

سیر ہوجائیں اور نہ اتنی نرمی کہ وہ تیرے سامنے دلیر ہوجائیں۔

سختی کرنے والے کے لیے بہتر ہے کہ نرمی بھی دکھائے جیسے کہ جرّاح جو فصد بھی کھولتا ہے اور مرہم بھی لگاتا ہے۔

عقلمند انسان زیادہ سخت رویّہ اختیار نہیں کرتے، اور نہ زیادہ نرمی برتتے ہیں کہ جس سے وقار ہی گھٹ جائے۔

نہ اپنے آپ کو اپنی حد سے آگے بڑھاتے ہیں اور نہ یکبار ذلّت کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔

ایک گڈریئے نے اپنے بوڑھے باپ سے کہا :- بابا مجھے کوئی نصیحت کرو۔

باپ نے کہا بیٹا مروّت کرو مگر اتنی نہیں کہ خونخوار بھیڑیا بھی نڈر ہوجائے۔

حکمت دو شخص ملک اور دین کے دشمن ہیں۔ ایک وہ بادشاہ جس میں حلم نہ ہو اور دوسرا زاہد جس کے پاس علم نہ ہو۔

وہ بندہ جو اپنے خدا کا فرمانبردار نہیں ہے ہرگز حکومت کا سزاوار نہیں ہے۔

پند بادشاہ کو چاہیے کہ دشمنوں پر اسقدر خفا نہ ہو کہ دوستوں کا اعتماد بھی اٹھ جائے۔ غصے کی آگ پہلے تو غصہ جھاڑنے والے پر ہی پڑتی ہے اس کے بعد ممکن ہے اُس کے شعلے دشمن تک پہنچیں یا نہ پہنچیں۔

خاک کے اس پتلے کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ مغرور و تند و غضب ناک ہو۔

اگر کسی میں اتنی تندی، تیزی اور سرکشی ہے تو ؏ مری نگاہ میں آدم نہیں وہ شیطاں ہے

میں نے بیلقان میں ایک بزرگ سے کہا کہ اپنے فیض سے مجھے بھی جہالت سے پاک کردیجئے۔

بزرگ نے کہا: "اے فقیہہ یا زمین کی طرح بردبار بن جا نہیں تو اپنے علم کو زیر زمین دفن کردے۔

حکمت بدخو آدمی ایسے دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہے کہ جہاں کہیں بھی جائیگا اس کے عذاب سے رہائی نہ پائیگا۔

بدخو مصیبت کے ہاتھوں بھاگ کر آسمان پر کیوں نہ جا پہنچے اُس کی بدخوئی اسے وہاں بھی مصیبت میں پھنسا دے گی۔

پند جب معلوم ہوجائے کہ دشمن کی فوج میں پھوٹ پڑگئی ہے تو اطمینان رکھو اور اگر ان میں اتفاق ہوجائے تو اپنی پریشانی کا درمان سوچ لو۔

تیرے دشمنوں میں اگر پھوٹ اور نفاق ہو تو دوستوں میں بیٹھ کر مزے اڑا۔

لیکن اگر اُن میں اتحاد و اتفاق ہوجائے تو کمان اُٹھا، چلّہ چڑھا اور فصیل پر پتھروں کا ڈھیر لگا۔

حکمت دشمن جب کوئی تدبیر کارگر نہیں پاتا تو دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہے اور دوست کا روپ دھارتا ہے پھر وہ کچھ کر گزرتا ہے جو دشمن بھی نہ کر سکتا تھا۔

پند سانپ کا سر دشمن سے کچلوایئے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک ضرور اس میں موجود ہے۔ اگر یہ غالب آیا تو تو نے سانپ مارا اور اگر وہ تو، تو نے دشمن سے نجات پائی۔

بروز معرکه ایمن مشو ز خصمِ ضعیف — که مغزِ شیر برآرد چو دل زجان برداشت

پند خبری که دانی دلی بیازارد تو خاموش تا دیگری بیارد

بلبلا مژده‌ٔ بهار بیار — خبرِ بد به بوم باز گذار

پند پادشاه را بر خیانت کسی واقف مگردان مگر آنگه بر قبول کلّی واثق باشی وگرنه در هلاک خویش همی کوشی۔

بسیج سخن گفتن آنگاه کن — که دانی که در کار گیرد سخن

حکمت هر که نصیحت خود رای می کند او خود به نصیحت گری محتاج است ۔

پند فریبِ دشمن مخور و غرورِ مدّاح مخر، که این دامِ زرق نهاده است و آن دامنِ طعام گشاده ۔

حکمت احمق را ستایش خوش آید چون لاشه که در کعبش دمی فربه نماید ۔

الا تا نشنوی مدح سخنگوی — که اندک مایه نفعی از تو دارد

که گر روزی مرادش بر نیاری — دو صد چندان عیوبت بر شمارد

حکمت متکلّم را تا کسی عیب نگیرد سخنش صلاح نپذیرد ۔

مشو غرّه بر حسنِ گفتار خویش — به تحسینِ نادان و پندارِ خویش

حکمت همه کس را عقلِ خود بکمال نماید و فرزند خود بجمال ۔

یکی جهود و مسلمان نزاع میکردند — چنانکه خنده گرفت از نزاعِ ایشانم

بطیره گفت مسلمان گر این قبالهٔ من — درست نیست، خدایا جهود میرانم

جهود گفت بتوریت میخورم سوگند — دگر خلاف کنم، همچو تو مسلمانم

گر از بسیطِ زمین عقل منعدم گردد — بخود گمان نبرد هیچکس که نادانم

حکمت ده آدمی بر سفره ای بخورند و دو سگ بر مرداری باهم بسر نبرند۔ حریص با جهانی گرسنه است و قانع بنانی سیر۔ حکما گفته اند : توانگری بقناعت به از توانگری ببضاعت ۔

رودهٔ تنگ بیک نان تهی پُر گردد — نعمت روی زمین پُر نکند دیده تنگ

پدر چون دور عمرش منقضی گشت — مرا این یک نصیحت کرد و بگذشت

که شهوت آتش است از وی بپرهیز — بخود بر آتشِ دوزخ مکن تیز

درآن آتش نداری طاقتِ سوز — بصبر آبی برین آتش زن امروز

لڑائی کے دن کمزور دشمن سے بھی غافل نہ ہو کیونکہ سر دھڑ کی بازی لگا کر آدمی شیر کا بھیجا بھی نکال کر رکھ دیتا ہے۔

پند تجھے اگر معلوم ہو کہ اس خبر کے بتانے سے کسی کا دل دُکھیگا تو خاموش رہ، کسی اور کو پہنچانے دے۔

اے بلبل تو بہار کی خوشخبری لا بدخبری اُلّو کے لیے چھوڑ دے۔

پند بادشاہ کو کسی جرم سے اسوقت تک آگاہ نہ کر جب تک کہ تمہیں یقین نہ ہو کہ تمہاری بات مان لی جائے گی ورنہ تم اپنی ہلاکت کا سامان کر رہے ہو۔

بات کو تو پھر منہ سے اس وقت بو جب تمہیں یقین ہو کہ تیر نشانے پر بیٹھے گا۔

حکمت جو کسی خود رائے انسان کو نصیحت کرتا ہے خود نصیحت کا محتاج ہے۔

پند نہ دشمن کا فریب کھاؤ اور نہ خوشامدی کی باتوں میں آؤ، کیونکہ اس نے مکاری کا جال بچھایا ہے اور اس نے طمع کا دامن پھیلایا ہے۔

حکمت احمق آدمی اپنی تعریف پر یوں پھولتا ہے جیسے کہ مردے کے ٹخنے پھولے ہوئے ہوتے ہیں۔

خبردار شاعروں کی مدح پر کان نہ دھر، وہ تو ذرا سی لالچ کی خاطر لمبے چوڑے قصیدے سنا دیں گے۔

لیکن جس دن اُن کی مراد بر نہ آئی، وہ اس سے دو سو گنا عیب گنا ڈالیں گے۔

حکمت متکلم کے کلام میں جب تک کوئی عیب نہ نکالے اس کے کلام کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

اپنی خوش بیانی اور اپنی دانش پر جاہلوں کی واہ واہ سُن کر مغرور نہ ہو جا۔

حکمت ہر کسی کو اپنی عقل باکمال اور اپنا فرزند یوسف جمال دکھائی دیتا ہے۔

ایک یہودی اور ایک مسلمان آپس میں یُوں مناظرہ کر رہے تھے کہ میں اپنی ہنسی کو ضبط نہ کر سکا۔

مسلمان نے کڑک کر کہا اگر میری یہ سند غلط ثابت ہو تو خدا کرے میں یہودی ہو کر مروں۔

یہودی کہنے لگا مجھے توریت کی قسم اگر میں جھوٹا ثابت ہوں تو خدا مجھے دائرہ ایمان سے خارج کر کے تمہاری طرح مسلمان کر دے۔

اگر روئے زمین سے عقل مفقود ہو جائے تو بھی کوئی اپنے آپ کو بے عقل نہ سمجھے گا۔

حکمت ایک دستر خوان پر دس آدمی کھانا کھا سکتے ہیں مگر ایک مُردار پر دو کتوں کا نباہ نہیں ہو سکتا۔ حریص ایک دنیا مل جانے پر بھی بدستور بھوکا اور قانع ایک روٹی سے بھی سیر۔ داناؤں نے کہا ہے کہ صاحبِ قناعت درویش صاحبِ دولت حریص سے بہتر ہے (قناعت کی دولت دنیاوی دولت سے بہتر ہے)

کم خور کا خالی پیٹ ایک روٹی سے بھر جاتا ہے مگر چشم تنگدل دنیا بھر کی نعمتوں سے بھی نہیں بھرتی۔

میرے باپ کا آخری وقت آیا تو اس نے مجھے ایک نصیحت کی اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔

بیٹا ہوس ایک آگ ہے۔ اس کی آنچ دوزخ کی آنچ سے کم نہیں۔

اس میں جلنے کی ہمت نہ ہو تو آج ہی اس آگ کو صبر کے پانی سے بجھا دے۔

پند هر که در حالِ توانائی نکوئی نکند در وقتِ ناتوانی سختی بیند۔

بد اختر تر از مردم آزار نیست — که روزِ مصیبت کسش یار نیست

حکمت هر چه زود بر آید دیر نپاید۔

خاکِ مشرق شنیده ام که کنند — بچهل سال کاسهٔ چینی

صد بروزی کنند در مردشت — لاجرم قیمتش همی بینی

مرغک از بیضه برون آید و روزی طلبد — و آدمی بچه ندارد خبر از عقل و تمیز

آنکه ناگاه کسی گشت، بچیزی نرسید — وین بتمکین و فضیلت بگذشت از همه چیز

آبگینه همه جا یابی، از آن قدرش نیست — لعل دشخوار بدست آید از آنست عزیز

پند کارها بصبر بر آید و مستعجل بسر در آید

بچشمِ خویش دیدم در بیابان — که آهسته سَبَق برد از شتابان

سمندِ بادپای از تگ فروماند — شتربان همچنان آهسته می راند

پند نادان را به از خاموشی نیست و گر این مصلحت بدانستی نادان نبودی۔

چون نداری کمال و فضل، آن به — که زبان در دهان نگه داری

آدمی را زبان فضیحه کند — جوزِ بی مغز را سبکباری

خری را ابلهی تعلیم میداد — برو بر صرف کرده سعی دائم

حکیمی گفتش ای نادان چه کوشی — درین سودا بترس از لوم لائم

نیاموزد بهائم از تو گفتار — تو خاموشی بیاموز از بهائم

هر که تامّل نکند در جواب — بیشتر آید سخنش ناصواب

یا سخن آرای چو مردم بهوش — یا بنشین چون حیوانان خموش

حکمت هر که با داناتر از خود بحث میکند تا بدانند که داناست، بدانند که نادانست۔

چون در آید مِهِ از توئی بسخن — گرچه بِه دانی، اعتراض مکن

پند جو شخص طاقت کے دنوں میں نیکی نہیں کرتا ناطاقتی کے وقت بہت دُکھ بھرتا ہے۔

لوگوں کو ستانے والے سے بڑھ کر اور کون بدنصیب ہوگا کہ مشکل کے دنوں میں کوئی اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

حکمت جو شے جلد تیار کی جاتی ہے پائیدار نہیں ہوتی۔

میں نے سنا ہے کہ خاکِ مشرق کا خمیر سالوں تک اٹھایا جاتا ہے تب کہیں جا کر وہ کاسۂ چینی کی شکل میں ڈھلتی ہے۔

مروشت میں ایک دن کے اندر مٹی کے سو جام بن جاتے ہیں اور پھر اس کی قیمت تمہارے سامنے۔

پرندہ ادھر انڈے سے باہر نکلا ادھر دانہ کی تلاش میں کھو گیا دوسری طرف آدمی زادہ اس وقت دانش وتمیز سے بے بہرہ ہوتا ہے۔

جو ناچیز ناگاہ چیز بن بیٹھے وہ لٹھ کا لٹھ ہی رہتا ہے۔ جس نے پائیدار علم وفضل سیکھا وہ ہر شے پر بازی لے گیا۔

شیشہ عام مل جاتا ہے اس لیے اس کی کوئی قدر نہیں اور لعل بڑی مشقت سے ہاتھ آتا ہے اس لیے سب کو عزیز ہے۔

پند کام صبر وتحمل سے نکلتے ہیں اور جلد باز سر کے بل گرتا ہے۔

میں نے بیابان میں اپنی آنکھوں سے آہستہ چلنے والوں کو تیز چلنے والوں پر بازی لے جاتے دیکھا۔

ہوا سے باتیں کرنے والا گھوڑا تھک ہار کر ہانپنے لگا اور اونٹ اپنی دھیمی چال سے مسلسل چلتا رہا۔

پند نادان کے لیے خاموشی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور اگر وہ اس مصلحت کو سمجھ پاتا تو نادان کیوں کہلاتا؟

اگر تجھ میں کوئی فضل وکمال نہیں تو زبان کو منہ میں سنبھال رکھ۔

آدمی کو زبان ذلیل کرتی ہے اور خالی اخروٹ کو اس کا ہلکاپن۔

کوئی احمق ایک گدھے پر مسلسل محنت صرف کرتا تھا۔

ایک دانا نے اُس سے کہا تمہیں اس جنون میں دوسروں کے تمسخر اور لعن طعن کا بھی ڈر نہیں؟

یہ حیوان تو تم سے گویائی نہ سیکھ سکے گا، تم ہی اس سے خاموشی کا سبق سیکھ لو۔

جو آدمی بغیر سوچے سمجھے جواب دیتا ہے اُس کی بات اکثر غلط سلط ہی ہوتی ہے۔

یا انسانوں کی طرح ٹھکانے کی بات کر، اور یا چوپایوں کی طرح چپ بیٹھا رہ۔

حکمت جو شخص اپنی دانائی کا سکہ جمانے کیلئے کسی دانا سے بحث وتکرار کرتا ہے لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ نادان ہے۔

جب تم سے بڑا آدمی بات کر رہا ہو، تم خواہ اس سے بہتر ہی کیوں نہ جانتے ہو اس کی بات نہ کاٹو۔

حکمت هر که با بدان نشیند نیکی نبیند۔

گر نشیند فرشته ای با دیو — وحشت آموزد و خیانت و ریو
از بدان نیکوی نیاموزی — نکند گرگ پوستین دوزی

پند مردمان را عیب نهانی پیدا مکن که مر ایشان را رسوا کنی و خود را بی اعتماد۔

حکمت هر که علم خواند و عمل نکرد بدان ماند که گاو راند و تخم نیفشاند

حکمت از تن بی دل طاعت نیاید و پوست بی مغز بضاعت را نشاید۔ نه هر که در مجادله چُست در معامله درست۔

حکمت بس قامت خوش که زیر چادر باشد — چون باز کنی، مادر مادر باشد

اگر شبها همه قدر بودی شب قدر بی قدر بودی۔

اگر سنگ همه لعل بدخشان بودی — پس قیمت لعل و سنگ یکسان بودی

حکمت نه هر که بصورت نکوست سیرت زیبا در وست، کار اندرون دارد نه پوست۔

توان شناخت بیکروز از شمائل مرد — که تا کجاش رسیده است پایگاه علوم
ولی ز باطنش ایمن مباش و غرّه مشو — که خبث نفس نگردد بسالها معلوم

پند هر که با بزرگان ستیزد خون خود ریزد۔

خویشتن را بزرگ پنداری — راست گفتند، یک، دو بیند لوچ
زود بینی شکسته پیشانی — تو که بازی کنی بسر با قوچ

حکمت پنجه با شیر زدن و مشت بر شمشیر، کار خردمندان نیست۔

جنگ و زور آوری مکن با مست — پیش سرپنجه در بغل نه دست

پند ضعیفی که با قوی دلاوری کند، یار دشمن است در هلاک خویش۔

سایه پرورده را چه طاقت آن — که رود با مبارزان به قتال
سُست بازو بجهل می فگند — پنجه با مردِ آهنین چنگال

حکمت بی هنران مر هنرمند را نتوانند که ببینند همچنان که سگان بازاری سگ صید را، مشغله بر آرند و پیش آمدن نیارند، یعنی سفله چون به هنر باکسی بر نیاید به خبثش در پوستین افتد۔

کند هر آئینه غیبت حسود کوته دست — که در مقابله گنگش بود زبان مقال

حکمت جو شخص بُروں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اسے بھلائی نصیب نہیں ہوتی۔

فرشتہ بھی اگر شیطان کی صحبت میں بیٹھے تو وہ بھی بھگوڑا پن، بددیانتی اور مکروفریب سیکھ لیگا۔

نہ بُروں سے کبھی نیکی سیکھی جاسکتی ہے، نہ بھیڑیا کبھی پوستین کی سلائی کرسکتا ہے۔

پند لوگوں کے پوشیدہ عیب ظاہر نہ کیجیے۔ جہاں اُن کو ذلیل وخوار کروگے وہیں اپنا اعتبار بھی کھودوگے۔

حکمت جس نے علم پڑھا اور عمل نہ کیا اس کی مثل ایسی ہے کہ ہل تو چلائے مگر بیج نہ گرائے۔

حکمت نہ تن بیدل اطاعت کے قابل ہے اور نہ بے مغز اخروٹ کا ذخیرہ تجارت کے لائق! جو شخص مول تول کرنے میں تیز ہو یہ ضروری نہیں کہ وہ لین دین کا بھی اچھا ہو۔

حکمت کتنے ہی خوش قامت برقعہ پوش ہیں کہ نقاب ہٹے تو نانی اماں دکھائی دے۔

اگر سبھی راتیں شبِ قدر ہوتیں تو شبِ قدر بے قدر ہوتی!!

اگر سبھی پتھر لعل بدخشانی ہوتے تو لعل وپتھر کی قیمت میں بھی یکسانی ہوتی۔

حکمت ہر خوبصورت خوب سیرت نہیں ہوتا، اصل چیز سیرت ہے نہ کہ صورت اور مورت۔

کسی کی شکل وصورت اور چہرے مہرے سے اس کے علم وفضل کا مرتبہ ایک ہی دن میں جانچا پرکھا جاسکتا ہے۔ مگر اس بات کا برسوں میں بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس کے باطن میں کیا خباثتیں ہیں لہٰذا احتیاط برتو اور ظاہر ہی پر فریفتہ نہ ہو جاؤ۔

پند جو بڑوں سے ٹکر لیتا ہے وہ اپنا ہی خون بہاتا ہے۔

تو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ سچ ہے بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

تو جو مینڈھے سے ٹکریں لڑتا ہے جلد ہی اپنا سر پھڑوائے گا۔

حکمت شیر سے پنجہ لڑانا اور تلوار کی دھار پر گھونسہ مارنا داناؤں کا کام نہیں۔

مست سے زور آزمائی نہ کر، اس کے تیز ناخنوں کے سامنے ہاتھ بغل ہی میں دبائے رکھ۔

پند جو کمزور آدمی طاقتور کے ساتھ اُلجھنے کی دلیری کرتا ہے وہ اپنی ہلاکت میں اپنے دشمن کی آپ مدد کرتا ہے۔

نازونعمت میں پلے ہوئے کی کیا مجال کہ جنگجو جوانوں کے مدمقابل آئے۔

کمزور بازوؤں والا اگر کسی شہ زور طاقت ور سے پنجہ آزمائی کرے تو اُس کی حماقت ہے۔

حکمت بے ہنروں کو ہنرمند لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ جس طرح کہ بازاری کتّوں کو شکاری کتّوں سے چڑ ہوتی ہے کہ وہ اُن پہ بھونکتے ہیں لیکن نزدیک نہیں آنے پاتے یوہی کمینہ آدمی جب ہنرو فن میں کسی کی برابری نہیں کرسکتا تو خباثت سے اُس کی عیب جوئی کرنے لگتا ہے۔

حاسد کی زبان سامنے تو گنگ اور بند مگر پیٹھ پیچھے چغلیاں کھائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حکمت گر جورِ شکم نیستی، هیچ مرغ در دامِ صیاد نیفتادی، بلکه صیاد خود دام ننهادی، حکیمان دیر دیر خورند و عابدان نیم سیر و زاهدان سدِّ رمق و جوانان تا طبق برگیرند و پیران تا عرق بکنند اما قلندران چندانکه نه در معده جای نفس ماند و نه بر سفره روزیِ کس۔

اسیرِ بندِ شکم را دو شب نگیرد خواب ؛ شبی ز معدهٔ سنگی شبی ز دل تنگی

حکمت مشورت با زنان تباه است و سخاوت با مفسدان گناه ؀

هر که را دشمن پیش است، اگر نکشد دشمن خویش است ؀

سنگ در دست و مار بر سرِ سنگ ؛ خیره رائی بود قیاس و درنگ

حکمت وگروهی خلاف این مصلحت دیده اند وگفته که در کشتن بندیان تامل اولیترست بحکم آنکه اختیار همچنان باقی است۔ توان کشت و توان بخشید وگر بی تامل کشته شود محتمل است که مصلحتی فوت شود که تدارک مثل آن ممتنع باشد۔

نیک سهل است زنده بیجان کرد ؛ کشته را باز زنده نتوان کرد

شرط عقل است صبر تیر انداز ؛ که چو رفت از کمان، نیاید باز

حکمت حکیمی که با جُهّال در افتد، توقع عزت ندارد و اگر جاهلی بزبان آوری و شوخی بر حکیمی غالب آید، عجب نیست، سنگی است که گوهر را همی شکند۔

نه عجب گر فرو رود نفسش ؛ عندلیبی غراب هم قفسش

گر خردمند از اوباش جفائی بیند ؛ تا دل خویش نیازارد و درهم نشود

سنگ بدگوهر اگر کاسهٔ زرّین بشکست ؛ قیمت سنگ نیفزاید و زر کم نشود

حکمت خردمندی را که در زمرهٔ اجلاف سخن ببندد، شگفت مدار که آواز بربط از غلبهٔ دهل بر نیاید و بوی عبیر از گند سیر فروماند۔

بلند آواز نادان گردن افراخت ؛ که دانا را به بی شرمی بینداخت

نمی داند که آهنگِ حجازی ؛ فرو ماند ز بانگِ طبلِ غازی

حکمت جوهر اگر در خلاب افتد همان نفیس است، وغبار اگر بفلک رسد همان خسیس ؀ استعداد بی تربیت دریغ است و تربیت نامستعد ضایع ؀ خاکستر نسبی عالی دارد ؀ که آتش جوهر علویست، ولیکن چون

حکمت اگر پیٹ کا دھندا نہ ہوتا تو کوئی جانور شکاری کے جال میں پھنسنے نہ پاتا بلکہ خود شکاری بھی جال نہ بچھاتا۔ دانا لوگ وقفے وقفے سے کھاتے ہیں اور عابد آدھی بھوک رکھ کر، زاہد صرف اتنا جس سے جسم و جان میں تعلق قائم رہ سکے، جوان (دستر خوان بڑھاتے تک) اور بوڑھے پسینہ چھوٹنے تک کھاتے رہتے ہیں لیکن ملنگ اس وقت تک ٹھونستے جاتے ہیں کہ نہ معدے میں سانس سمانے کی گنجائش رہے نہ دستر خوان پر کسی اور کے کھانے کی۔

دو راتیں نیند پیٹو کے پاس نہیں پھٹکتی۔ ایک وہ رات جب معدہ میں گرانی ہو اور دوسری وہ رات جب پیٹ خالی ہو۔

حکمت عورت کو مشیر بنانا تباہی کو دعوت دینا ہے اور مفسدوں پر سخاوت کرنا گناہ۔

زد میں آئے ہوئے دشمن سے درگزر کرنا اپنی ذات سے دشمنی کرنا ہے۔

سانپ سامنے پتھر پر بیٹھا ہو اور ہاتھ میں پتھر بھی ہو پھر دیر کرنا اور سوچ بچار میں پڑنا سراسر حماقت ہے۔

حکمت ایک گروہ نے اس کے برعکس مصلحت دیکھی ہے اور کہا ہے کہ قیدیوں کے قتل کرنے میں تامل سے کام لینا ہی بہتر ہے اس لیے کہ چھوڑ دینا یا قتل کر دینا دونوں اپنے اختیار میں ہیں۔ اگر بے سوچے سمجھے قتل کر دیا تو کسی مصلحت کے نظر انداز ہو جانے کا بھی احتمال ہو سکتا ہے بعد میں جس کا تدارک ممکن نہ ہو۔

زندہ کو جان سے مارنا بڑا آسان ہے مگر مردے میں پھر سے جان ڈالنا ناممکن۔

اے تیر انداز عقل کا تقاضا ہے صبر سے کام لے کیونکہ کمان سے نکلا ہوا تیر کبھی واپس نہیں آتا۔

حکمت دانا کا جاہلوں سے پالا پڑ جائے تو اسے تعظیم و تکریم کی توقع نہ رکھنی چاہیے اور اگر جاہل زبان درازی اور شوخی سے دانا کو دبا لے تو حیرت کا کوئی مقام نہیں، پتھر لعل و گہر کو توڑ ہی دیتے ہیں۔

کوّے کے ساتھ ایک ہی پنجرے میں بند کئے جانے والی بلبل اگر دم سادھ لے تو کوئی تعجب نہیں!

اگر کوئی دانا کسی اوباش کے ہاتھوں کوئی سختی دیکھے تو دل میں میل لائے اور نہ تیوری چڑھائے۔

پتھر اگر سونے کے قیمتی برتن کو ریزہ ریزہ کر دے تو اس سے سونے کی قیمت میں کمی ہوگی نہ پتھر کی قیمت میں بیشی!

حکمت اگر کوئی دانا جاہلوں کے گروہ میں چپ سادھ لے تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ سارنگی کی آواز ڈھول کے شور میں دب ہی جاتی ہے اور عنبر کی خوشبو لہسن کی بو میں گم ہو جایا کرتی ہے

جاہل آدمی للکار کر پکارتا ہے کہ میں نے دانا کو اپنی بیباکی کے باعث عاجز کر دیا۔

اسے یہ علم نہیں کہ سُریلی نے جنگی نقاروں کے شور میں دب جایا کرتی ہے۔

حکمت موتی اگر کیچڑ میں گر پڑے تو اس کی نفاست وہی رہتی ہے۔ گرد و غبار خواہ آسمان پر بھی پہنچ جائے تو اس کی پستی فطرت جوں کی توں رہتی ہے۔ تربیت کے بغیر صلاحیت نہیں اُبھرتی اور جو نہ جو طبعیت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے۔ راکھ اگرچہ عالی جوہر آگ سے نسبت

به نفس خود هنری ندارد با خاک برابر است، و قیمت شکر نه از نی است بلکه آن خود خاصیت وی است۔

چو کنعان را طبیعت بی هنر بود — پیمبر زادگی قدرش نیفزود
هنر بنمای اگر داری، نه گوهر — گل از خار است و ابراهیم از آذر

حکمت مشک آنست که ببوید نه آنکه عطار بگوید؛

اگر هست مرد از هنر بهره ور — هنر خود بگوید نه صاحب هنر

حکمت دانا چون طبلهٔ عطار است خاموش و هنرنمای و نادان چو طبل غازی بلند آواز و میان تهی،

عالم اندر میان جاهل ها — مثلی گفته اند صدیقان:
شاهدی درمیان کورانست — مصحفی در سرای زندیقان

پند دوستی را که بعمری بدست آرند نشاید که بیکدم بیازارند؛

سنگی بچند سال شود لعل پارهٔ — زنهار تا بیک نفسش نشکنی بسنگ

حکمت عقل در دستِ نفس چنان گرفتار است که مرد عاجز با زن گُربُز — رای بی قوت مکر و فسونست و قوت بی رای جهل و جنون۔

تمیز باید و تدبیر و عقل و آنگه ملک — که ملک و دولتِ نادان سلاح جنگِ خداست

حکمت جوانمردی که بخورد و بدهد به از عابدی که روزه دارد و بنهد که ترک شهوات از بهرِ قبولِ خلق داده است از شهوتی حلال در شهوتی حرام افتاده است۔

عابد که نه از بهر خدا گوشه نشیند — بیچاره در آئینهٔ تاریک چه بیند!؟

حکمت اندک اندک خیلی شود و قطره قطره سیلی گردد، یعنی آنانکه دستِ قوت ندارند سنگ خورده نگاه دارند تا بوقتِ فرصت دمار از دماغ ظالم برآرند:

وَقَطْرٌ عَلٰی قَطْرٍ اِذَا اتَّفَقَتْ نَهْرٌ — وَنَهْرٌ اِلٰی نَهْرٍ اِذَا اجْتَمَعَتْ بَحْرٌ
اندک اندک بهم شود بسیار — دانه دانه است غله در انبار

حکمت عالم را نشاید که سفاهت از عامی بحلم درگذراند که هر دو طرف را زیان دارد: هیبت این کم شود و جهل آن مستحکم؛

چو با سفله گوئی بلطف و خوشی — فزون گرددش کبر و گردن کشی

پند معصیت از هر که صادر شود ناپسندیده است واز علما ناخوب تر که علم سلاح جنگ شیطان

رکھتی ہے مگر چونکہ بذاتِ خود جوہرِ قابل سے محروم ہے لہٰذا مٹی کے برابر ہے۔ شکر کی قیمت اسلیے نہیں کہ وہ گنے سے بنتی ہے بلکہ اسلیے ہے کہ وہ خود اپنے اندر خاص خاصیت رکھتی ہے۔

کنعان چونکہ اپنی فطرت میں جوہرِ قابل نہ رکھتا تھا اس لیے پیمبرزادگی نے بھی اسے فائدہ نہ دیا۔

کوئی جوہرِ قابل ہے تو دکھاؤ تمہیں حسب نسب سے کیا کام؟ کانٹوں کے یہاں پھول پیدا ہوتے ہیں اور آذر کے ہاں ابراہیم علیہ السلام۔

حکمت کستوری وہ جو خود خوشبو دے نہ کہ عطار آوازہ لگائے۔

انسان میں ہنر ہو تو وہ چھپا نہیں رہتا۔ صاحبِ ہنر کو اس کا ڈھنڈورا نہیں پیٹنا پڑتا۔

حکمت دانا آدمی عطار کی صندوقچی ہے خاموش مگر ہنر نما اور "بیوقوف" فوجی کے ڈھول کی طرح۔ آواز بلند اور اندرون خالی۔

راست باز دوستوں کا قول ہے کہ جاہلوں میں گھرا ہوا عالم ایسے ہی ہے

جیسے اندھوں میں کوئی حسین مہ جبین یا کافروں کے گھروں میں قرآن حکیم۔

پند دوست جو ایک عمر کے بعد ہاتھ لگے اسے تو ایک لحظہ کے لیے دکھ نہ دینا چاہیے۔

پتھر سے لعل بننے کے لیے ایک مدت درکار ہے خبردار! تو دم بھر میں اسے پتھر مار کر توڑ نہ دے۔

حکمت عقل نفس امارہ کے ہاتھوں میں یوں گرفتار ہے جیسے کسی مکار عورت کے ہاتھوں میں شریف آدمی۔ طاقت کے بغیر تدبیر محض ایک خیال ہے اور افسون اور تدبیر کے بغیر طاقت محض جہالت اور جنون۔

حکومت سے پہلے عقل و تدبیر حاصل کرنے کی فکر کر کیونکہ نادان کی حکومت خدا کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ ع (صاحبِ نظراں نشۂ قوت ہے خطرناک)

حکمت جو جوانمرد خود بھی کھائے اور اوروں کو بھی کھلائے اس عبادت گزار سے کہیں اچھا ہے جو روزہ رکھے مگر جو کمائے وہ جمع کرتا جائے۔

وہ دنیا کی لذتوں سے اسلیے دستبردار ہو گیا تاکہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو گویا حلال تمنا کو چھوڑ کر حرام تمنا میں جا پڑا۔

جو عبادت گذار دکھاوے کیلئے گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے اسے دل کی صفائی کہاں نصیب؟ اس بچارے کو اندھے شیشے میں کیا دکھائی دے گا۔

حکمت تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر بہت سا مال بن جاتا ہے اور بھوٹیوں بھوٹیوں مل کر جھیل تال بھر جاتے ہیں۔ جن میں زور بازو نہ ہو وہ چھوٹی موٹی کنکریاں ہی سنبھال کر رکھ چھوڑتے ہیں اور وقت پڑے پر اُن سے ظالم کا سر پھوڑتے ہیں۔

قطرہ قطرہ مل کر دریا اور دریا مل کر سمندر بن جاتے ہیں۔

کوڑی کوڑی مل کے گنجینہ ہوا　　　دانہ دانہ مل کے خرمن بن گیا

حکمت عالم کو جاہل کی گھٹیا حماقت پر زیادہ بردباری نہ دکھانی چاہیے اس سے ہر دو کا نقصان ہے، عالم کی ہیبت کم ہو گی اور جاہل کی جہالت پختہ ہو جائیگی۔

کمینے کو لطف و کرم کی اک نظر اور بھی سرکش و مغرور بنا دیتی ہے۔

پند گناہ یوں تو جس کسی سے سرزد ہو بُرا ہے مگر عالموں سے تو بہت ہی بُرا، کیونکہ علم تو شیطان سے جنگ کرنے کا ہتھیار ہے، اگر

است و خداوندِ سلاح را چون با سیری برند شرمساری بیشتر برد۔

عامیٔ نادان پریشان روزگار — به ز دانشمندِ ناپرهیزگار
کان بنابینائی از راه اوفتاد — وین دو چشمش بود و در چاه اوفتاد

حکمت جان در حمایت یک دم است، و دنیا وجودی میان دو عدم۔ دین بدنیا فروشان خرند، یوسف بفروشند تا چه خرند! اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْکُمْ یَابَنِیْ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطَانَ ؟

بقول دشمن پیمان دوست بشکستی — ببین که از که بریدی و با که پیوستی؟

لطیفه شیطان با مخلصان برنمی آید و سلطان با مفلسان۔

وامش مده آنکه بی نماز است — گرچه دهنش ز فاقه باز است
او فرضِ خدا نمی گذارد — از قرضِ تو نیز غم ندارد

امروز دو مرده پیش گیرد مُرکن — فردا گوید ترِ بی از اینجا برکن

پند هر که در زندگانی نانش نخورند، چون بمیرد نامش نبرند۔ لذت انگور بیوه داند نه خداوند میوه۔ یوسف صدّیق علیه السلام در خشک سال مصر سیر نخوردی تا گرسنگان را فراموش نکند،

آنکه در راحت و تنعّم زیست — او چه داند که حالِ گرسنه چیست
حالِ درماندگان کسی داند — که باحوالِ خویش درماند

ایکه بر مرکب تازنده سواری، هشدار — که خر خارکش مسکین در آب و گل است
آتش از خانهٔ همسایهٔ درویش مخواه — کانچه بر روزن او میگذرد دُود دلست

پند درویشِ ضعیف حال را در خشکیِ تنگ سال مپرس که چونی الا بشرطِ آنکه مرهم ریشش بنهی و معلومی پیشش۔

خری که بینی و باری بگِل در افتاده — بدل برو شفقت کن، ولی مرو بسرش
کنون که رفتی و پرسیدیش که چون افتاد — میان ببند و چو مردان بگیر دنب خرش

حکمت دو چیز محالِ عقل است: خوردن بیش از رزقِ مقسوم و مردن پیش از وقت معلوم۔

قضا دگر نشود، ور هزار ناله و آه — بشکر یا بشکایت بر آید از دهنی

کوئی مسلح سپاہی گرفتار ہو کر جیل میں جائے تو سخت شرمسار ہو گا۔

ایک پریشان حال نادان جو کچھ بھی جانتا ہے گمراہ عالم سے کہیں اچھا ہے۔

وہ اندھا تھا راہ سے بھٹک گیا، مگر اس کی تو دو آنکھیں تھیں پھر بھی کنوئیں میں گر گیا۔

حکمت جان ایک سانس کے سہارے پر ہے اور دنیا دو عدموں کے درمیان۔ جو لوگ دین کے بدلے دنیا خریدتے ہیں، احمق ہیں۔ یوسف سے چندے آفتاب و چندے ماہتاب کو کوڑیوں کے مول بیچتے ہیں اس سے کیا خرید سکیں گے؟ اے اولادِ آدم! کیا ہم نے تمہیں تلقین نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی قبول نہ کرنا۔

دشمن کے کہنے پر دوست سے پیمان وفا توڑ دیا، ذرا سوچ تو سہی کہ تری کس سے بنی کس سے ٹھنی ہے؟

لطیفہ نہ شیطان خدا کے بندوں پر غالب آسکتا ہے اور نہ سلطان مفلسوں سے نپٹ سکتا ہے۔

بے نماز کو اُدھار نہ دے خواہ فاقوں سے اس کا حال زار و نزار کیوں نہ ہو۔

وہ خدا کا فرض ادا نہیں کرتا تیرا قرض کہاں ادا کرے گا۔

لیتے وقت تو بڑی فراخ حوصلگی اور دیتے وقت نہایت خسّت

پند جس کا زندگی میں کھاتے نہیں اس کے گن اس کی موت کے بعد گاتے نہیں۔ انگور کی لذت کسی بیوہ سے پوچھ نہ کہ صاحبِ میوہ سے۔ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی قحط سالی میں پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے تاکہ بھوکوں کی بھوک نہ بھول جائیں۔

نازو نعمت کا پلا ہوا بھوکوں کی تکلیف کیا جانے؟

بچارے درماندہ کا حال وہی جان سکتا ہے ؏ جو بچھڑ کے رہ گیا ہو میری طرح کارواں سے۔

اے تیز رفتار گھوڑے پر سوار، خبردار، سامنے مسکین خارکش گدھا بھی تو کیچڑ میں پھنسا پڑا ہے۔

دُھواں اُٹھتا دیکھ کر غریب ہمسایہ کے گھر سے آگ مانگنے نہ جا، اس کے روزن سے اٹھتا ہوا تو اس کے دل کا دھواں ہے۔

پند کسی شکستہ حال مفلس کو قحط کے دنوں میں نہ پوچھو کہ کیسے گزرتی ہے۔ ہاں اگر پوچھنا ہی ہے تو شرط آدمیت یہ ہے کہ اس کے زخم دل پر مرہم لگاؤ اور ہاتھ پر درہم بھی رکھو۔

بوجھ لدے گدھے کو دلدل میں پھنسا ہوا دیکھو تو دل سے ترس کھاؤ، اس کے سر پر سوار نہ ہو جاؤ، اور اگر ہمت کر کے اسکے پاس پوچھنے کو چلے ہی گئے ہو کہ کیسے گرے، تو زبانی جمع خرچ کا کیا فائدہ؟ مردوں کی طرح کمر کس لو اور جوانمردوں کی طرح اس کی دُم تھام کر اُٹھنے میں مدد دو۔

حکمت دو باتیں خلافِ عقل ہیں۔ اول مقسوم سے زیادہ رزق ملنا، دوسرے وقت معیّن سے پہلے مرنا۔

تو ہزار آہ وزاری کرے، شکر یا گلہ گزاری کرے، قضا ٹل نہیں سکتی،

فرشتهٔ که وکیل است بر خزائنِ باد | چه غم خورد که بمیرد چراغِ بیوه زنی

پند ای طالبِ روزی بنشین که بخوری وای مطلوبِ اجل مرو که جان نبری -

جهد رزق ار کنی ور نکنی | برساند خدای عَزَّ وَجَلَّ
ور روی در دهانِ شیر و پلنگ | نخورندت، مگر بروزِ اجل

حکمت به نانهاده دست نرسد و نهاده هر کجا که هست برسد -

شنیدهٔ که سکندر برفت تا ظلمات | بچند محنت و خورد آنکه خورد آبِ حیات

حکمت صیادِ بی روزی در دجله ماهی نگیرد و ماهی بی اجل بر خشک نمیرد -

مسکین حریص در همه عالم همی رود | او در قفای رزق و اجل در قفای او

حکمت توانگر فاسق کلوخ زر اندود است، و درویش صالح شاهد خاک آلود - این دلقِ موسی است مرقّع و آن ریشِ فرعون مرصّع - شدّتِ نیکان روی در فرج دارد و دولتِ بدان سر در نشیب -

هر کرا جاه و دولتست و بدان | خاطری خسته در نخواهد یافت
خبرش ده که هیچ دولت و جاه | بسرایِ دگر نخواهد یافت

حکمت حسود از نعمت حق بخیل است و مردم بی گناه را دشمن میدارد

مردکی خشک مغز را دیدم | رفته در پوستین صاحبِ جاه
گفتم ای خواجه گر تو بدبختی | مردمِ نیک بخت را چه گناه

الا تا نخواهی بلا بر حسود | که آن بخت برگشته خود در بلاست
چه حاجت که با او کنی دشمنی | که او را چنین دشمنی در قفاست

حقیقت تلمیذِ بی ارادت عاشقِ بی زراست، و رونده بی معرفت مرغِ بی پَرْ و عالمِ بی عمل درختِ بی بَرْ و زاهدِ بی علم خانهٔ بی در - مراد از نزولِ قرآن تحصیلِ سیرتِ خوبست نه ترتیلِ سورهٔ مکتوب - عامی متعبّد پیاده رفته است و عالم متهاون سوار خفته ؛ عاصی که دست بر دارد به از عابد که در سر دارد

سرهنگ لطیف خوی دلدار | بهتر ز فقیهِ مردم آزار

پند یکی را گفتند، عالمِ بی عمل بچه ماند ؟ گفت بزنبورِ بی عسل -

زنبور درشت بی مروّت را گوی | باری چو عسل نمیدهی نیش مزن

حکمت مردِ بی مروّت زن است و عابدِ باطمع رهزن -

کسی بڑھیا کا چراغ اگر ہوا کی تیزی سے گل ہو جائے تو ہوا کے موکل فرشتے کو اس کی کیا پرواہ ؟

پند اے روزی کے طالب چین سے بیٹھ تیری روزی تجھے مل کر رہے گی، اور اے اجل کے متلاشی، مت بھاگ کہ تو موت کے ہاتھوں بچ نہیں سکتا!!

تو رزق اپنا تلاش کر یا نہ کر وہ رازق ہے پہنچا ہی دے گا تجھے

تو خواہ شیر اور چیتے کے جبڑوں میں کیوں نہ چلا جائے، کھائیں گے اسی دن جس دن تیری موت آئے گی۔

حکمت تو لاکھ ہاتھ پاؤں مار، جو چیز تیرے نصیب میں نہیں کبھی نہ مل سکے گی، اور اگر قسمت میں ہے تو جہاں بھی ہوگے خود بخود پہنچ جائے گی۔

تو نے سنا ہوگا کہ سکندر ظلمات تک کتنی مشکلوں کے بعد پہنچا لیکن آب حیات اسی نے پیا جس نے پیا۔

حکمت مقدر میں نہ ہو تو ماہی گیر دجلہ سے بھی خالی ہاتھ لوٹتا ہے اور مچھلی خواہ خشکی پر کیوں نہ آگرے بن آئی موت نہیں مرتی۔

حریص بچارہ لالچ کا مارا دنیا میں مارا مارا بھاگا بھاگا پھرتا ہے وہ رزق کے پیچھے اور اجل اس کے پیچھے۔

حکمت بد عمل امیر مٹی کا وہ ڈھیلا ہے جس پر ملمع چڑھا ہوا اور نیکوکار درویش وہ حسین معشوق ہے جو خاک میں اٹا پڑا ہو۔ یہ موسیٰ کی گودڑی ہے پیوندگی، اور وہ فرعون کی داڑھی ہے موتیوں جڑی، نیکوں کی ریاضت کشائش و بلندی کی طرف اور بدکاروں کی دولت پستی کی طرف لے جاتی ہے۔

جسے خدا نے مال و دولت دیا ہے اگر اس نے کسی بے بس درد مند کا دل خوش نہ کیا

تو ڈنکے کی چوٹ بتا دو کہ اگلے جہان میں یہ دولت و اعزاز تیرے پاس نہ ہوگا،

حکمت حاسد خدا کی نعمت کے ضمن میں بخل برتتا ہے (محروم ہے) اور بے گناہ کو دشمن بنا لیتا ہے۔

میں نے دیکھا ایک سرپھرے نے ایک امیر کی (پیٹھ پیچھے) ایسی غیبت کی کہ خدا کی پناہ!

میں نے کہا میاں اگر تم بدبخت ہو تو اس میں اس خوش بخت کا کیا گناہ ؟

حاسد کے حق میں بد دعا کہنا بیکار ہے وہ بخت کا مارا تو خود ہی بلاؤں میں مبتلا ہے !!

جس کے پیچھے ایک ایسا قوی دشمن لگا ہو، تمہیں اس سے دشمنی کرنے کی کیا حاجت ؟

حقیقت بے ارادت طالب علم نادار عاشق ہے راہ سے ناآشنا مسافر پرندہ ہے بے پر اور بے عمل عالم درخت ہے بے ثمر اور بے علم زاہد ایک گھر ہے بے در۔ قرآن سیرت کو سنوارنے کیلئے نازل ہوا تھا نہ فقط خوش الحانی سے لکھی ہوئی سورت پڑھنے کیلئے۔ عام عبادت گزار وہ پیادہ رہرو ہے جو مسلسل چلے جا رہا ہے سست عالم دین وہ سوار ہے جو سواری ہی پہ سو رہے۔ وہ گنہگار جو استغفار کیلئے دست بدعا ہو اس عابد سے بھلا جس کے سر میں اپنی عبادت کا غرور ہو۔

خوش خلق اور دلداری کرنے والا فوجی سپاہی دل آزاری کرنے والے فقیہہ سے بدرجہا بہتر ہے۔

پند لوگوں نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ بے عمل عالم کی کیا مثال ہے ؟ اس بھڑ کی جو شہد نہیں بنا سکتی۔

ظالم اور بے مروت بھڑ سے کہہ دو کہ ؟ تو شہد نہیں دیتی نہ دے ڈنگ تو نہ مار

حکمت بے مروت مرد، مرد نہیں زن ہے، اور لالچی عابد، راہزن۔

ای بناموس کرده جامه سفید ... بهر پندار خلق و نامه سیاه
دست کوتاه باید از دنیا ... آستین خوه دراز و خوه کوتاه

حکمت دو کس را حسرت از دل نرود و پای تغابن از گل برنیاید: تاجر کشتی شکسته و وارث با قلندران نشسته۔

پیش درویشان بود خونت مباح ... گر نباشد درمیان مالت سبیل
یا مرو با یار ازرق پیرهن ... یا بکش بر خان ومان انگشتِ نیل
یا مکن با پیلبانان دوستی ... یا طلب کن خانهٔ در خوردِ پیل

پند خلعتِ سلطان اگرچه عزیز است، جامهٔ خلقانِ خود بعزّت تر و خوان بزرگان اگرچه لذیذ است، خرده انبان خود بلذّت تر۔

سرکه از دسترنج خویش و تره ... بهتر از نانِ دهخدا و بره

حکمت خلاف راه صوابست و عکس رای اُولُوالالباب: دارو بگمان خوردن و راهِ نادیده بی کاروان رفتن ۔ امام مرشد محمد غزالی را پرسیدند: چگونه رسیدی بدین منزلت درعلوم؟ گفت، بدانکه هرچه ندانستم از پرسیدنِ آن ننگ نداشتم:

امیدِ عافیت آنگه بود موافقِ عقل ... که نبض را به طبیعت شناس بنمائی
بپرس هرچه ندانی، که ذلّ پرسیدن ... دلیل راه تو باشد بعزّ دانائی

پند هرآنچه دانی که هرآینه معلوم تو گردد بپرسیدن آن تعجیل مکن که هیبت سلطنت را زیان دارد۔

چو لقمان دید کاندر دستِ داوَد ... همی آهن بمعجز موم گردد
نپرسیدش چه میسازی؟ که دانست ... که بی پرسیدنش معلوم گردد

حکمت یکی از لوازم صحبت آنست که یا خانه بپردازی یا با خانه خدای درسازی ۔

حکایت بر مزاج مستمع گوی ... اگر خواهی که دارد با تو میلی
هر آن عاقل که با مجنون نشیند ... نباید کردنش جز ذکر لیلی

پند هرکه با بدان نشیند اگر نیز طبیعت ایشان درو اثر نکند بطریقت ایشان متهم گردد وگر بخرابات رود بنماز کردن، منسوب گردد بخمر خوردن۔

رقم بر خود بنادانی کشیدی ... که نادان را بصحبت برگزیدی

جس شخص نے محض دکھاوے کیلئے عمامہ اور سفید جامہ پہن رکھا ہے مگر نامۂ اعمال سیاہ ہے۔ اسے کہہ دو،

دنیاوی لالچ سے اپنا ہاتھ کھینچ لے پھر آستین خواہ دراز ہو یا کوتاہ،

حکمت دو آدمیوں کے دل سے نہ تو رنج جاتا ہے اور نہ حسرت کی دلدل سے ان کا پاؤں چھوٹتا ہے۔ ایک وہ سوداگر جس کا مال سے لدا ہوا جہاز تباہ ہو جائے دوسرا وہ جسے ورثہ میں بہت سا مال ملے مگر ملنگوں کی صحبت اپنائے۔

اگر تجھ سے مال و زر کی کوئی سبیل نہ بن سکی تو یہ مست ملنگ تیرے خون کے پینے کو بھی عین جائز سمجھیں گے،

یا تو ان نیلی پوش درویشوں سے کوئی واسطہ نہ رکھ اور یا پھر گھر بار اور خاندان بھر کو خدا حافظ کہہ دے۔

یا تو ہاتھی والوں سے دوستی نہ گانٹھ اور یا پھر ایسا گھر بنا جس میں ہاتھی سما سکے۔

پند شاہی سروپا گو عزیز ہے مگر اپنا پھٹا پرانا اس سے بھی بڑھ کر عزیز۔ امیروں کے دسترخوان کے پکوان اگرچہ لذیذ ہیں مگر گھریلو دسترخوان پر بچے کھچے ٹکڑے اس سے بھی زیادہ لذیذ۔

گاڑھے پسینے کی کمائی کا سرکہ اور ساگ پات گاؤں کے مکھیا کے نان و پکوان سے بہت بہتر!!

حکمت اٹکل پچو سے دوا کھانا، اور ان جانی راہ پر بغیر قافلے کے جانا، عقلمندوں کی رائے اور بھلائی کی راہ کے خلاف ہے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ علم و فضل کی اس منزل تک کیسے پہنچے؟ فرمایا، میں جس بات کو نہ جانتا تھا، اس کے پوچھنے میں کوئی عار نہ سمجھتا تھا۔

عقل کے نزدیک صحت کی امید تبھی ہو سکتی ہے جب تم نبض کسی ایسے حکیم کو دکھاؤ جو نبض شناس بھی ہو اور طبیعت شناس بھی!!

جو بات تم نہیں جانتے پوچھ لو، پوچھنے کی یہ ذلت علم و عزت کے لیے تیری رہنمائی کرے گی۔

پند جس بات کے متعلق معلوم ہو کہ خود بخود معلوم ہو جائیگی اس کے پوچھنے میں جلدی نہ کرو، شاہی وقار میں فرق آتا ہے۔

جب لقمان نے دیکھا کہ داؤدؑ کے ہاتھوں میں لوہا معجزہ سے موم کی صورت نرم ہو جاتا ہے۔

تو یہ نہ پوچھا کہ آپ کیا بنا رہے ہیں، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ حقیقت بے پوچھے ہی کھل جائے گی۔

حکمت مجلسی لوازمات کا ایک تقاضا یہ ہے کہ یا گھر بار چلاؤ اور یا خانۂ خدا بساؤ۔

اگر چاہتے ہو کہ سننے والا کان دھر کر بات سنے، تو بات اس کے مزاج کے موافق کہو۔

جو بھی عقلمند آدمی مجنوں کے پاس بیٹھے تو اسے چاہیے کہ لیلیٰ کے سوا اور بات کا ذکر نہ کرے۔

پند جو شخص بروں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اُن کی خو بو نہ بھی اختیار کرے ان کی روش کی تہمت اس پہ ضرور لگ جاتی ہے۔ شراب خانے میں چاہے کوئی نماز پڑھنے کیوں نہ جائے، مگر سمجھا یہی جائیگا کہ وہ شراب پینے گیا ہے۔

اگر تم نے کسی نادان سے یارانہ گانٹھ لیا تو گویا اپنی نادانی کی آپ ہی تصدیق کر دی۔

طلب کردم ز دانائی یکی پند　　مرا فرمود با نادان مپیوند

که گر دانای دهری خر بباشی　　وگر نادانی، ابله تر بباشی

حکمت حلم شتر چنانکه معلومست اگر طفلی مهارش بگیرد و صد فرسنگ ببرد، گردن از متابعتش برنپیچد، اما اگر دره هولناک پیش آید که موجب هلاک باشد و طفل آنجا بنادانی خواهد شدن، زمام از کفش درگسلاند و بیش مطاوعت نکند، که هنگام درشتی ملاطفت مذموم است، وگویند دشمن بملاطفت دوست نگردد بلکه طمع زیادت کند-

کسی که لطف کند بر تو خاک پایش باش　　وگر ستیزه برد در دو چشمش آگن خاک

سخن بلطف و کرم با درشتخوی مگوی　　که زنگ خورده نگردد بنرم سوهان پاک

پند هرکه در پیش سخن دیگران افتد تا مایه فضلش بدانند، پایه جهلش شناسند-

ندهد مرد هوشمند جواب　　مگر آنگه کزو سوال کنند

گرچه بر حق بود فراخِ سخن　　حمل دعویش بر محال کنند

پند ریشی درون جامه داشتم و شیخ [۳] ازان هر روز بپرسیدی که چونست و نپرسیدی که کجاست؟ دانستم ازان احتراز میکند که نه ذکر هر عضو روا باشد و خردمندان گفته اند هرکه سخن نسنجد از جوابش برنجد-

تا نیک ندانی که سخن عین صوابست　　باید که بگفتن دهن از هم نگشائی

گر راست سخن گوئی و در بند بمانی　　به زانکه دروغت دهد از بند رهائی

حکمت دروغ گفتن بضربت لازم ماند که اگر نیز جراحت درست شود نشان بماند، چون برادران یوسف [۴] بدروغی موسوم شدند، نیز بر راست گفتن ایشان اعتماد نماند- قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ

یکی را که عادت بود راستی　　خطا گر کند در گذارند از او

وگر نامور شد بقولِ دروغ　　دگر راست باور ندارند از او

حکمت اجلِ کائنات از روی ظاهر آدمیست و اذلِ موجودات سگ و باتفاقِ خردمندان سگِ حق شناس به از آدمئ ناسپاس-

سگی را لقمهٔ هرگز فراموش　　نگردد گر زنی صد نوبتش سنگ

وگر عمری نوازی سفلهٔ را　　بکمتر تندی آید با تو در جنگ

پند از نفس پرور هنر پروری نیاید و بی هنر سروری را نشاید-

مکن رحم بر گاو بسیار خوار　　که بسیار خسب است بسیار خوار

میں نے ایک دانا سے نصیحت طلب کی، فرمایا، کہ نادان کی دوستی سے بچو۔

اگر تم معقول ترین انسان ہو تو جاہل بن جاؤ گے اور اگر پہلے ہی جاہل ہو تو پورے مجہول ہو جاؤ گے۔

حکمت اونٹ (کی بردباری) سکو معلوم ہے۔ اگر ذرا سا بچہ بھی اسکی مہار تھام کر سینکڑوں میلوں تک لے جائے تو اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہیگا اور سرتابی نہیں کریگا، لیکن اگر کوئی خوفناک گھاٹی آجائے جو ہلاکت کا باعث ہو اور بچہ اپنی نادانی سے وہیں سے گزرنا چاہے تو اونٹ جھٹک کر مہار بچے کے ہاتھ سے چھڑا لیتا ہے اور پھر اسکی اطاعت کی پروا نہیں کرتا کیونکہ سختی کی جگہ نرمی کرنا بھی برا ہے۔ سیانے کہتے ہیں کہ دشمن نرمی سے دوست نہیں بن جاتا بلکہ اور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔

جو لطف و محبت سے پیش آئے اس کی خاک پا بن جا، جو لڑائی بھڑائی کرے اُس کی آنکھوں میں خاک ڈال،

تیز مزاج بدتمیز کے ساتھ نرمی سے بات چیت نہ کر، کیونکہ لوہے کا زنگ ریتی کی رگڑ سے ہی اُترتا ہے

پند جو دوسروں کی بات کاٹ کر زبان اس لیے کھولے کہ اس کی لیاقت ظاہر ہو تو یہ حرکت اس کی حماقت پہ دلیل ہوگی۔

جب تک اُس سے سوال نہ پوچھیں عقلمند آدمی جواب نہیں دیتا۔

بڑیں ہانکنے والا بات تو نی سچ بھی کہے تو لوگ مشکل ہی سے یقین کریں گے۔

پند مجھے ایک زخم تھا جو لباس کے اندر چھپا ہوا تھا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہر روز پوچھتے کہ زخم کا کیا حال ہے، مگر کبھی نہ پوچھتے کہ زخم کہاں ہے، میں سمجھ گیا کہ اسلئے نہیں پوچھتے کہ جسم کے بعض حصوں کا نام لینا زیبا نہیں۔ اسلیے کہ داناؤں نے کہا ہے کہ جو آدمی سوال جانچ تول کر نہیں کرتا جواب سے رنجیدہ ہوتا ہے۔

جب تک یقین نہ ہو کہ بات بالکل درست ہے اُسے زبان پر نہ لاؤ۔

سچ بول کر جیل کی ہوا کھانا جھوٹ بول کر رہائی پانے سے بہتر ہے۔

حکمت جھوٹ کی مثال شدید ضرب کے ساتھ دیتے ہیں کہ زخم اچھا ہو بھی جائے تو نشان ضرور باقی رہ جاتا ہے۔ دیکھ لو، یوسفؑ کے بھائیوں نے ایکدفعہ جھوٹ بول کر ہمیشہ کے لیے اپنے سچ کا اعتبار کھو دیا حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے کہا کہ یہ بات تمہارے نفسوں نے گھڑ لی ہے اور صبر ہی بہتر ہے۔

جسے سچ بولنے کی عادت ہو اس سے خطا بھی ہو جائے تو اس سے درگزر کرتے ہیں۔

مگر جھوٹا آدمی سچ بھی بولے تو لوگ باور نہیں کرتے۔

حکمت تمام مخلوق میں بظاہر بزرگ ترین مخلوق انسان ہے اور ذلیل ترین کُتا۔ داناؤں کا متفقہ قول ہے کہ (نمک حلال کُتا نمک حرام آدمی سے بہتر ہے)

کُتّے کو اگر تم ہزار بار بھی دھتکارو اور مارو وہ تمہارے لقمہ ڈالنے کے احسان کو کبھی نہیں بھولیگا،

مگر کمینے پر عمر بھر احسان کرو، تو بھی ذرا سی سخت بات پر آستینیں چڑھائے گا۔

پند نفس پرور ہنر پرور نہیں ہو سکتا، اور بے ہنر سرداری کے لائق نہیں۔

بسیار خوار بیل پر رحم مت کھا، جو ٹھونس کر کھاتا ہے اور سویا رہتا ہے۔

چو گاو ار همی بایدت فربهی	چو خر تن بجور کسان در دهی

حکمت در انجیل آمده است : ای فرزند آدم اگر توانگری دهمت مشتغل شوی بمال از من، وگر درویش کنمت تنگدل نشینی، پس حلاوت ذکر من کجا دریابی وبعبادت من کی شتابی ؟

گه اندر نعمتی مغرور و غافل	گه اندر تنگدستی خسته و ریش
چو در سرّا و ضرّا حالت اینست	ندانم کی بحق پردازی از خویش

حکمت ارادت بیچون یکی را از تخت شاهی فرود آرد و دیگری را در شکم ماهی نکو دارد.

وقتی است که خوش آنرا که بود ذکر تو مونس	در خود بود اندر شکم حوت چو یونس

حکمت گر تیغ قهر برکشد، نبی و ولی سر درکشند واگر غمزهٔ لطف بجنباند بدان را به نیکان در رساند.

گر بمحشر خطاب قهر کنند	انبیا را چه جای معذرت است
پرده از روی لطف گو بردار	کاشقیا را امید مغفرت است

پند هرکه بتأدیب دنیا راه صواب نگیرد به تعذیب عقبی گرفتار آید، وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

پنداست خطاب مهتران، وانگه بند	چون پند دهند و نشنوی بند نهند

پند نیک بختان بحکایت وامثال پیشینیان پند گیرند، از آن پیشتر که پسینیان بواقعهٔ ایشان ودزدان دست کوتاه نکنند تا دست شان کوته کنند.

نرود مرغ سوی دانه فراز	چون دگر مرغ بیند اندر بند
پند گیر از مصائبِ دگران	تا نگیرند دیگران بتو پند

حکمت آنراکه گوشِ ارادت گران آفریده اند، چون کند که بشنود ؟ وآنراکه کمندِ سعادت کشان می برد چه کند که نرود ؟

شب تاریکِ دوستانِ خدای	می بتابد چو روز رخشنده
وین سعادت بزورِ بازو نیست	تا نبخشد خدای بخشنده

از تو بکه نالم ؟ که دگر داور نیست	وز دستِ تو هیچ دست بالاتر نیست
آنراکه تو رهبری، کسی گم نکند	وانراکه تو گم کنی، کسی رهبر نیست

اگر تمہیں بھی بیل کی طرح موٹاپے کی خواہش ہے تو پھر گدھے کی طرح لوگوں کی سختیاں سہنے کے لیے تیار بھی رہ۔

حکمت انجیل میں آیا ہے کہ اے اولادِ آدم، اگر میں تجھے امیر بنا دیتا ہوں تو تو مال و دولت میں کھو کر میری یاد سے غافل ہو بیٹھتا ہے اور اگر تجھے فقیر کر دوں تو تو غمگین ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ آخر میرے ذکر کا مزہ تجھے کب آئیگا اور تو میری عبادت کی طرف کب دوڑے گا۔

کبھی تو دولت کے نشے میں چور اور مغرور، اور کبھی مفلسی کے غم میں پریشان و مبتلا،

عیش اور غم میں تیرے دل کی یہ کیفیت ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تو اپنے خدا سے کب لو لگائے گا؟

حکمت خداوند تعالیٰ کی قدرت ایک کو تخت شاہی سے گرا دیتی ہے اور دوسرے کو مچھلی کے پیٹ میں بھی صحیح و سالم بچا لیتی ہے۔

خوش بخت ہیں وہ لوگ جو یونس ع کی طرح مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں میں بھی تیرے ذکر کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں۔

حکمت اگر خدائے قہار قہر کی تلوار لہرائے تو نبی اور ولی بھی سر جھکا دیں اور اگر آنکھ کے اشارے سے لطف و کرم کا حکم دے دے تو بدوں کو نیکوں کے زمرے میں پہنچا دے۔

قیامت میں اگر وہ مخلوق کو قہر اور غیظ و غضب سے مخاطب کرے تو انبیا و اولیاء کے لیے بھی دم مارنے کی گنجائش نہیں۔

اسے کہہ دو کہ اپنے لطف و کرم کے چہرے سے پردہ اٹھا دے کیونکہ گناہگاروں کو بھی بخشش کی امید ہے۔

پند جو دنیا کی گوشمالی سے سبق حاصل کرکے راہ راست پر نہیں آتا وہ آخرت کے سخت عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں آیا ہے کہ ہم نافرمانوں کو دنیا کے تھوڑے عذاب کا مزہ چکھاتے ہیں سخت عذاب میں مبتلا نہیں کرتے، شاید کہ وہ اپنے کاموں سے باز آ جائیں۔

بزرگوں کا شیوہ پہلے نصیحت کرنا ہے اور پھر قید و بند میں ڈال دینا۔ وہ نصیحت کریں اور تمہارے کان پر جوں تک نہ رینگے تو تمہیں بیڑیوں میں جکڑ دیتے ہیں

پند نیک بخت اگلے لوگوں کے حالات و واقعات سے عبرت پکڑتے ہیں قبل اس کے کہ پچھلے دوسروں کو عبرت دلانے کیلئے ان کی مثال پیش کریں۔ چور چوری سے ہاتھ نہیں کھینچتے جب تک کہ اُن کے ہاتھ کاٹ نہ دیئے جائیں۔

جب کوئی پرندہ کسی دوسرے پرندے کو جال میں دیکھتا ہے تو وہ دانے کے لیے نیچے نہیں اترتا۔

دوسروں کی مصیبت سے عبرت حاصل کر، تاکہ تو دوسروں کے لیے عبرت نہ بن جائے۔

حکمت جس شخص کے عقیدت کے کان بہرے ہوں وہ نصیحت بھی سنے تو کیونکر؟ اور جسے سعادت کی کمند کشاں کشاں لے جائے وہ نہ جائے تو کیونکر؟

اللہ والوں کی اندھیری رات بھی روز روشن کی طرح تابناک ہوتی ہے۔

اور یہ سعادت زورِ بازو سے نہیں ملتی یہ تو اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

میں تیرے ہاتھوں کس کے پاس فریاد لے جاؤں، تجھ سے بڑھکر کون منصف ہے اور تیرے ہاتھ سے فائق تر ہاتھ کس کا ہے۔

جسے تو سیدھی راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے تو راہ سے بھٹکا دے اسے کوئی راہ دکھا نہیں سکتا۔

حکمت گدای نیک انجام به از پادشاهِ بد فرجام -

غمی، کز پیش شادمانی بری   به از شادیئ، کز پسش غم خوری

حکمت زمین را از آسمان نثار است و آسمان را از زمین غبار، کل اناء یترشح بما فیه

گرت خوی من آمد نا سزاوار   تو خوی نیک خویش از دست مگذار

حکمت حق جلّ و علا می بیند و می پوشد و همسایه نمی بیند و می خروشد -

نعوذ باللّٰه! اگر خلق غیب دان بودی   کسی بحال خود از دست کس نیاسودی

حکمت زر از معدن بکان کندن بدر آید و از دست بخیل بجان کندن -

دونان نخورند و گوش دارند   گویند: امید به که خورده

روزی بینی بکام دشمن   زر مانده و خاکسار مرده

پند هر که بر زیر دستان نبخشاید، بجور زبردستان گرفتار آید -

نه هر بازو، که در وی قوّتی هست   بمردی عاجزان را بشکند دست

ضعیفان را مکن بر دل گزندی   که درمانی بجور زورمندی

حکمت عاقل، چو خلاف اندر میان آید، بجهد و چو صلح بیند لنگر بنهد، که آنجا سلامت برکران است و اینجا حلاوت درمیان - مقامر را سه شش بیباید ولیکن سه یک می آید -

هزار بار چراگاه خوشتر از میدان   ولیکن اسب ندارد بدستِ خویش عنان

حکمت درویشی بمناجات، درمیگفت: یارب، بربدان رحمت کن، که برنیکان خود رحمت کرده ای، که مر ایشان را نیک آفریده ای - اول کسیکه علم برجامه کرد و انگشتری بانگشت دستِ چپ جمشید بود، پرسیدندش: که چرا زینت بچپ دادی و فضیلت راست راست - گفت: راست را زینت راستی تمام است -

فریدون گفت نقاشانِ چین را   که پیرامونِ خرگاهش بدوزند

بدان را نیک دار، ای مردِ هشیار   که نیکان خود بزرگ و نیک روزند

حکمت بزرگی را پرسیدند با چندین فضیلت که دست راست راهست، خاتم در انگشتِ چپ چرا می کنند؟ گفت: ندانی؟ که اهل فضیلت همیشه محروم باشند -

آنکه حظّ آفرید و روزی سخت   یا فضیلت همی دهد، یا بخت

حکمت نیک انجام فقیر بد انجام بادشاہ سے بہتر ہے۔

وہ غم جس کے بعد خوشی آئے اس خوشی سے بہتر کہ جس کا انجام غمی ہو۔

حکمت زمین کے لیے آسمان سے بارش آتی ہے اور آسمان کیطرف زمین سے گرد و غبار جاتا ہے۔ ٹھیک ہے ہر برتن سے وہی کچھ ٹپکتا ہے جو کچھ اندر ہے۔

میری بُری عادت اگر تمہیں ناپسند ہے تو تم اپنی اچھی عادت کو نہ چھوڑو اور مجھ سے مُنہ نہ موڑو۔

حکمت خداوند تعالیٰ دیکھتا ہے اور ہمارے عیبوں کو چھپاتا ہے۔ ہمسایہ نہیں دیکھتا پھر بھی شور مچاتا ہے۔

خدا کی پناہ اگر آدمی کو غیب کا علم ہوتا تو آدمی دوسروں کو کبھی چین نہ لینے دیتا۔

حکمت سونا، کان کنی سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر بخیل سے جان کنی پر۔

ادنیٰ لوگ کھاتے نہیں جمع کرتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خرچ کرنے کی امید خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

مگر ایک دن تم اس کا حشر دیکھو گے کہ دشمنوں کی خواہشات کے عین مطابق پھلوں کیلئے اس کا دفینہ رہ جائیگا اور وہ خود زمین میں دفن ہو جائیگا۔

پند جو شخص اپنے زیر دستوں پر رحم نہیں کرتا، زبردستوں کے ظلم میں گرفتار ہو کر رہتا ہے۔

ہر شخص جسے قدرت نے قوت بازو عطا کی ہو، مردانگی دکھانے کے لیے کمزوروں کا پنجہ نہیں توڑتا۔

کمزوروں کے دل کو نہ دکھا، ورنہ خود کسی طاقتور کے (نرغے میں آجاؤ گے) ؟

حکمت عقلمند آدمی جہاں مخالفت دیکھتا ہے کوچ کی ٹھان لیتا ہے اور جہاں صلح و صفائی دیکھتا ہے ڈیرے ڈال دیتا ہے۔ کیونکہ وہاں کوچ ہی میں سلامتی ہے اور یہاں قیام ہی میں مزہ ہے۔ جوئے باز کو تین چھکّے درکار ہیں تین چھکّے اور نکلتے ہیں تین کانے !!

گھوڑے کو بھی پتہ ہے کہ میدان جنگ سے چراگاہ ہزار بار بہتر ہے مگر کرے تو کیا ؟ اُس کی عنان اس کے اپنے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔

حکمت ایک درویش دعا مانگتے وقت کہہ رہا تھا، اے خدا بدوں پر رحم کر، نیکوں پر تو پہلے ہی تیری رحمت ہے کہ انہیں تو نے نیک پیدا کیا ہے۔

سب سے پہلا آدمی جمشید تھا جس نے بدن پر منقش کپڑے پہنے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی، لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے بائیں ہاتھ کو زینت کیوں بخشی، حالانکہ فضیلت دائیں ہاتھ کو ہے۔ اس نے جواب دیا کہ

اسے راستی کی فضیلت پہلے ہی حاصل ہے۔

فریدون نے چینی نقاشوں سے کہا، کہ میرے خیمے کے حاشیے پر یہ نصیحت لکھ دو،

اے عقلمند انسان، بدوں سے بھلا سلوک کر، کیونکہ نیک تو پہلے ہی بزرگ اور نیک بخت ہیں۔

حکمت لوگوں نے ایک بزرگ سے پوچھا، کہ فضیلت تو داہنے ہاتھ کو ہے مگر انگوٹھی بائیں ہاتھ میں کیوں پہنتے ہیں ؟ اس نے جواب دیا، کیا تم جانتے نہیں کہ اہل فضیلت ہمیشہ محروم ہی رہتے ہیں۔

خدا جس نے سُکھ اور دُکھ پیدا کیے ہیں یا فضیلت دیتا ہے یا بخت۔

پند نصیحت پادشاهان کردن کسی را مسلّم است که بیم سر ندارد یا امید زر۔

موحّد چه در پای ریزی زرش | چه شمشیرِ هندی نهی بر سرش
امید و هراسش نباشد ز کس | بر اینست بنیاد توحید و بس

حکمت شاه از بهر دفع ستمکاران است و شحنه برایِ خونخواران و قاضی مصلحت جوی طراران، هرگز دو خصم بحق راضی پیش قاضی نرود۔

چو حقّ معاینه دانی که، می ببایَد داد | بلطف به، که بجنگ آوری و دلتنگی
خراج اگر نگزارد کسی به طیبتِ نفس | بقهر ازو بستانند و مزدِ سرهنگی

لطیفه همه کس را دندان بترشی کند گردد، مگر قاضیان را بشیرینی۔

قاضی چو برشوت بخورد پنج خیار | ثابت کند از بهر تو ده خربزه زار

حکمت قحبهٔ پیر از نابکاری چه کند که توبه نکند و شحنهٔ معزول از مردم آزاری۔

جوانِ گوشه‌نشین پیر مردِ راه خداست | که پیر خود نتواند ز گوشه‌ای برخاست
جوانِ سخت می باید که از شهوت بپرهیزد | که پیر سست رغبت را خود آلت برنمیخیزد

حکمت حکیمی را پرسیدند: چندین درخت نامور که خدای عزّوجلّ آفریده است و برومند، هیچ یک را آزاد نخوانده اند مگر سرو را که ثمرهٔ ندارد، گوئی درین چه حکمتست؟ گفت، هر یکی را دخلی معیّن است و وقتی معلوم، که گاهی بوجود آن تازه اند و گاهی بعدم آن پژمرده، و سرو را هیچ ازین نیست و همه وقتی تازه است و این است صفتِ آزادگان۔

بهر چه میگذرد دِل منه، که دجله بسی | پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد
گرت ز دست برآید، چو نخل باش کریم | ورت ز دست نیایدٔ چو سرو باش آزاد

حکمت دو کس مردند و حسرت بردند: یکی آنکه داشت و نخورد و دیگر آنکه دانست و نکرد۔

کس نبیند بخیل فاضل را | که نه در عیب گفتنش کوشد
ور کریمی دو صد گنه دارد | کرمش عیبها فرو پوشد

خاتمهٔ کتاب

تمام شد کتاب گلستان واللّٰه المستعان بتوفیق باری عزّ اسمهٔ، درین جمله چنانکه رسم مؤلّفانست، از شعر

پند بادشاہ کو نصیحت کرنے کا حق اسی کو حاصل ہے جسے مال کی امید ہو نہ مرنے کا خوف !!

اللہ والے کے پاؤں پہ سونے کا ڈھیر رکھ دو یا اُس کی گردن پر تیز تلوار ،

نہ اس سے اسے آس ہوگی اور نہ اس سے خوف وہراس اور سچ پوچھو تو توحید کی بھی یہی اساس ہے۔

حکمت بادشاہ ظالموں کے ظلم سے بچانے کے لیے ہے اور کوتوال قاتلوں کو سزا دلانے کے لیے، اور قاضی چالاک طرفین میں سمجھوتہ کرانے کے لیے، لیکن حق کی حمایت کرنے والے دو دشمن بھی عدالت کا دروازہ کبھی نہیں کھٹکھٹاتے ،

جب تجھے صاف نظر آتا ہے کہ حق ادا کرنا ضروری ہے تو پھر لڑ جھگڑ کر دینا بھلا ہے یا پیار محبت سے۔

اگر کوئی آدمی خوشی سے ٹیکس ادا نہیں کرتا تو سرکاری پیادے سختی سے چھین لیں گے۔

لطیفہ تمام لوگوں کے دانت کھٹاس سے کھٹے ہوتے ہیں مگر قاضی کے مٹھاس سے۔

قاضی رشوت میں چند ککڑیاں کھا کر درجنوں خربوزے کے کھیتوں کی ڈگری تیرے حق میں دے دیگا۔

حکمت بوڑھی (کنجنی) بدکاری سے اور معزول کوتوال لوگوں کی دل آزاری سے توبہ نہ کرے تو کیا کرے !!

بڈھا کھوسٹ تو خود گوشے سے اُٹھنے کی سکت ہی نہیں رکھتا، ہاں جوان گوشہ نشینی اختیار کرے تو اک بات بھی ہے۔

جس جوان کی رگوں میں خون جوانی کے گیت گا رہا ہو۔ وہ ہوس سے بچے تو اک بات بھی ہے۔ کمزوری کے مارے بوڑھے کا کیا کمال، کمزوری اسکے رگ و پے میں سما چکی ہے۔

حکمت ایک دانا سے لوگوں نے پوچھا کہ خدائے بزرگ و برتر نے کتنے ہی بلند و بالا اور پھل دار درخت بنائے ہیں مگر "سرو" کے سوا کسی کو آزاد نہیں کہتے حالانکہ یہ ہے بھی بے ثمر، آخر اس میں کیا حکمت ہے ؟ اس نے کہا کہ ہر درخت کے پھلنے پھولنے کا موسم مقرر ہے کبھی تو اس موسم میں تر و تازہ اور لدا پھندا ہوتا ہے اور کبھی اس کے گزر جانے کے بعد "ٹنڈ منڈ" مگر سرو ان پابندیوں سے آزاد ہے اور ہمیشہ تازہ اور سدا بہار ہے اور آزاد رو درویشوں کی بھی یہی صفت ہوتی ہے۔

گزر جانے والی چیز سے دِل مت لگا۔ یہ دجلہ خلیفہ کے گزر جانے کے بعد بھی بغداد کی جانب گزرتا رہے گا۔

اگر پلے کچھ ہے تو "نخل" کی مانند کریم بن جا اور اگر کچھ نہیں تو سرو کی مانند آزاد رہ۔

حکمت دو شخص مرتے وقت حسرت سے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ جس نے ہوتے ہوئے نہ کھایا۔ دوسرا وہ جس نے جانتے ہوئے بھی عمل نہ کیا۔

بخیل خواہ کتنا ہی فاضل کیوں نہ ہو لوگ اس کی عیب گوئی سے نہیں چوکتے۔

سخی میں خواہ سینکڑوں عیب کیوں نہ ہوں، اس کی سخاوت سب عیبوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔

خاتمۂ کتاب

خدائے حامی و ناصر کی توفیق سے کتاب "گلستان" مکمل ہوگئی، عام مؤلفوں کی ڈگر سے ہٹ کر اس میں قدیم شاعروں کے

متقدّمان بطریق استعارت تلفیقی نرفت۔

کہن خرقۂ خویش پیراستن　　　　به از جامهٔ عاریت خواستن

غالب گفتارِ سعدی طرب انگیز است و طیبت آمیز و کوته نظران را بدین علّت زبان طعن دراز گردد ، که مغزِ دماغ بیهوده بردن و دُودِ چراغ بیفائده خوردن کارِ خردمندان نیست ، و لیکن بر رای روشن صاحبدلان، که روی سخن در ایشان است ، پوشیده نماند که دُرِّ موعظه های شافی را در سلکِ عبارت کشیده است و داروی تلخِ نصیحت بشہدِ ظرافت برآمیخته ، تا طبعِ ملول انسان از دولتِ قبول محروم نماند وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَوَاتُهٗ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔

ما نصیحت بجای خود کردیم　　　　روزگاری درین بسر بردیم
گر نیاید بگوش رغبت کس　　　　بر رسولان پیام باشد و بس

یَا نَاظِرًا فِیْهِ سَلْ بِاللّٰهِ مَرْحَمَةً　　　　عَلَی الْمُصَنِّفِ وَاسْتَغْفِرْ لِصَاحِبِهٖ
وَاطْلُبْ لِنَفْسِكَ مِنْ خَیْرٍ تُرِیْدُ بِهَا　　　　مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ غُفْرَانًا لِکَاتِبِهٖ

شعروں کو مستعار نہیں لیا گیا۔

اپنا پھٹا پرانا خرقہ پہن لینا بھی خوب اور غیروں سے مانگ کر نئی پوشاک پہننا معیوب۔

سعدی کا طرزِ بیان لطافت و ظرافت کا مرقع ہے، مسرت انگیز اور خوشبو بیز ہے جس پہ تنگ نظر بچارے حسد کے مارے طعنہ دیں گے کہ بیہودہ سر کھپانا اور راتوں کو بیفائدہ چراغ کا دھواں پھانکنا، کہاں کی دانائی ہے؟ لیکن میرے مخاطب تو اللہ والے روشن ضمیر ہیں اور ان سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے گی کہ شفا بخش پند و نصیحت کے موتیوں کو الفاظ کی لڑی میں پرویا ہے، اور نصیحت کی کڑوی کسیلی دوا کو ظرافت کے شہد میں سمویا ہے۔ تاکہ انسان کی جلد اُکتا جانے والی طبیعت کہیں جھنجلا کر اس کی قبولیت کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے، اور سب تعریف دو جہانوں کے مالک ہی کو سزاوار ہے اور رسول اور آلِ رسول پہ ہزاروں سلام و دُرود!!

کام تھا میرا نصیحت کر چکا — وقت اپنا صرفِ خدمت کر چکا

بات میں آئے نہ آئے تم کو رَس — قاصدوں کا کام پہنچانا ہے بس

اے اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے اس کتاب کے مصنّف اور مترجّم کے لیے خدا سے بخشش طلب کر۔

اپنے لیے بھی اللہ سے وہ بھلائی طلب کر جو تیرا مقصود ہے اور اس کے بعد کاتب کے لیے مغفرت کی دُعا کر۔

کتابت : بندۂ آثم شیر زمان